اِثباتُ الالہام والبیعۃ
مصنفہ
حضرت مولینا سید عبدالجبار صاحب غزنوی
ناشر
حق سٹیشنری مارٹ لہائی بازار سیالکوٹ

دیباچہ طبع دوم
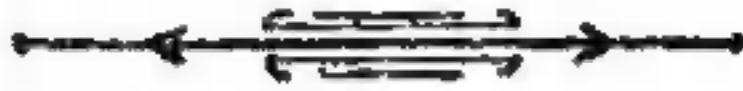
حضرات! کتاب "اثبات الالہام والبیعۃ بادلۃ الکتاب والسنۃ"
الملقب بہ "تصحیح الانام علی تحقیق الکلام" کا عنوان اس کتاب ہی سے
ظاہر ہے۔ آج سے تقریباً ایک سو سال پیشتر قصور کے بقول مصنف نام نہاد
عالم مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ "تحقیق الکلام" الہام
الہام وبیعت کے رد اور تصوف وسلوک کے بابت بہت سے
بارے میں لکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس فن کے تحت بیشمار
دعویدار گندم نما جو فروش صوفیوں نے ہر زمانہ میں اس کے ذریعے
سادہ لوح عوام کے دین ومال کو لوٹا ہے۔ تاہم یہ اس فن رہبری کے بجائے بیرو
میں رہزنوں کا قصور ہے۔ نہ اس فن کا۔ چنانچہ اس وقت کے
جید علماء اہل حدیث مثل نواب صدیق حسن خان صاحب، سید
نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا محمد حسین صاحب لاہوری۔ اور
مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کی مصدقہ اور
تائید سے مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی سابق صدر جمعیتہ
اہلحدیث مغربی پاکستان لاہور کے والد بزرگوار حضرت مولانا
سید عبدالجبار صاحب غزنوی نے یہ کتاب تصنیف فرمائی

مولوی قصوری کی تعلیموں کو فاش کرنے اور الہام و بیعت کو
کتاب و سنت سے ثابت کرنے کے لئے لکھی۔ بعد میں عوام الناس
کے نفع کی خاطر مولوی محمد حسن صاحب مرحوم نے آج سے
اسی (۸۰) برس پہلے اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع کیا۔ مگر دیر
زمانہ سے یہ کتاب نایاب تھی۔ کتبخانہ المحدث بقیۃ السلف حضرت
صوفی محمد عبد اللہ صاحب (فیض یافتہ عالم اجل صوفی ولی اللہ حضرت
رشید احمد محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہ) بھالوی حال وارد سمبڑیال ضلع
سیالکوٹ کی فرمائش پر حضرت مولینا سید محمد داؤد صاحب غزنوی
مدظلہ العالی نے خصوصی کرم فرمائی کرتے ہوئے اپنے کتب خانہ خاص
سے نکلوا کر بغرض مطالعہ مرحمت فرمائی۔ بعد میں حضرت موصوف کی خواہش
ہوئی۔ کہ عمومی فیض رسانی کی خاطر اس کو طبع کرایا جائے۔ چنانچہ
اس بار عظیم کو اس ناچیز نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے
کمزور کاندھوں پر اٹھانے کا بیڑا اٹھایا۔ جو آج اللہ کی توفیق سے
پورا ہو کر آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب
بہت سی غلط فہمیوں کو دور کرنے کا باعث ہوگی۔ سب سے
آخیر میں اضافہ جدیدہ کے عنوان سے اسی موضوع پر ہندوستان
کے دو مایۂ ناز مسلمہ عالم مجدد اور محدث حضرات (۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی۔ (۲) حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے ارشادات کو شائع کیا جا رہا ہے۔

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو حضرت ممدوح کے نام

ج

نامی معنون کرتا ہوں ۔ ؎

ایں ہدیۂ ناچیز گر افتد قبول خاطرت
باشم عزیز و مفتخر نازم بہ نصیبہ تحریرت

طالب دعا
احقر فضل الحق کان اللہ لہٗ
(شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ)

5/-
بارِ دوم تعداد ۱۰۰۰ قیمت پانچ روپے
مطبوعہ:- اقبال پرنٹنگ پریس سیالکوٹ شہر۔

جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا
لله الحمد والمنة ولله الشكر والنعمة کہ رسالہ شریفہ وکرامہ
جمیلہ در رد منکرین الہام وبعیدہ نقض کلام فرقہ
اثبات الالہام والبیعۃ
بادلۃ الکتاب والسنۃ والعقل
الملقبۃ
بتحفۃ الانام
علی تحقیق الکلام
مطبوعہ اقبال پرنٹنگ پریس

مسمّی بہ

معلوم آنکہ راقم الحروف دلائل اثبات الہام وبیعت از کتاب وسنت و
کلام کبرائے امت دریں رسالہ تحفۂ اخوان دینی نمود یقین کہ از مطالعہ اش رفع شکوک
واوہام طالبان حق خواہد شد اما اہل تعصب وحسد ضرور چون وچرا خواہند نمود لہذا
بخدمت ایشان عرض میشود کہ اگر کدام دلیلے از کتاب وسنت یا نقلے از کلام کبرائے
امت دارند پیش کنند مارا بجز سمعاً وطاعةً ہیچ جواب نیست والا ناحق اوقات
و تضییع ضروریات بہ تسوید اوراق از آراء رکیکہ و توجیہات فاسدہ نفرمایند و خود
را مصداق آیہ کریمہ ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ہدی ولا کتاب منیر
نگردانند واز مضمون آیہ کریمہ بخوف نمایند واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل
نفس ما کسبت وہم لا یظلمون ۔ واضح باد کہ ایں رسالہ دراصل بزبان فارسی
بود جناب مستطاب معارف مآب صاحب رائے ثاقب ومالک فہم صائب شاداب بلیغ
توجیہات فصیح منقح سخن یعنی مولوی محمد حسین صاحب
وتیسیر او وسیلہ برائے نفع عوام وفائدہ انام بہ زبان سلیس اردو مع تفصیل
ونیز شرح اختصارات مجمل واختصار در محل تطویل ممل ترجمہ نمودہ ے
جزاہ اللہ عن شر النوائب جزاہ اللہ فی الدارین خیرا ۔

بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق ولكم الويل مما تصفون

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل البيعة موجب الرضوان والسلام وخص بعض عباده بالتحديث والالهام والصلوة والسلام على من بيعته بيعة الرحمن بحكم القرآن وبيعة خلفائه بيعته كما بيعته بيعة الديان وعلى آله واصحابه واتباعه الذين فيهم من فازوا بتكليم الغيب الاعلام ونالوا من الخطاب من الله الملك العلام

بعد حمد و صلوٰۃ کے برادران دینی کو واضح ہو۔ جو سنہ بارہ سو اٹھانویں ہجری میں ایک رسالہ مولفہ مولوی غلام علی قصوری راقم الحروف کی نظر سے گذرا۔ راقم نے بنظر انصاف و تحقیق اول سے آخر تک بغور و فکر تمام اس کا مطالعہ کیا۔ اغلاط لفظی اور اختلال معانی اور مخالفت اور نقص کلام کے سوا یہ بڑا نقص نظر آیا کہ اس کی تعلیمات سراسر طریقہ اہل حق کے برخلاف ہیں۔ اور مصنف کو اہل اللہ سے عناد ہے پھر خیال آیا کہ مبادا یہ خود اپنی فہم کا قصور نہ ہو۔ احتیاطاً پانچ نسخے رسالہ مذکورہ کے خرید کر نامی گرامی علماء کی خدمت میں روانہ کئے۔ چنانچہ ایک رسالہ بخدمت مولینا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ، دوسرا بخدمت سید نواب صدیق حسنخان صاحب تیسرا بخدمت شریف مولوی محمد حسین صاحب لاہوری چوتھا بخدمت سامی مولوی

عبدالحی صاحب لکھنوی اور ایک رسالہ اپنے مطالعہ کے واسطے رکھا۔ تاکہ مکرر
نظر کی جاوے۔ چونکہ محض احقاق حق منظور تھا۔ خود بھی نظر انصاف سے دیکھا۔
اور دیگر بزرگان سے جو اپنے وقت میں اساتذہ فن حدیث و تفسیر ہیں۔ استصواب
کیا۔ الحمدللہ کہ سب کی رائے میری رائے سے موافق اور متفق ہوئی۔ یہ ایک
معتبر دوست کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ نواب صدیق حسنخان صاحب سلمہ اللہ
نے مولوی غلام علی کے رسالہ کو دیکھ یہ بھی کہا۔ کہ ہم آجتک مولوی غلام علی
کو عالم جانتے تھے۔ مگر اس کی اس تصنیف سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بالکل علم
سے عاری ہے۔ اور محض جاہل۔ اور مولوی بدیع الزمان کو فرمایا۔ کہ آپ مطالعہ کی
اس کا رد لکھیں۔ اور وہ رسالہ بھی انہیں کو دے دیا۔

نقل خط مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب

از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی عبدالجبار سلمہ الغفار عن شر الاشرار
بعد از سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ واضح باد کہ نامہ نامی رسید۔ رسالہ شخص معلوم
رسیدہ کاشف مدعا گردیدہ مشارالیہ از مذاق اہل شرح صدر و بیخبر جہیم من الظلمات
الی النور و شرح اسباب آن رنجور است۔ لہذا در رسالہ او اختلال بالاذیال
واقع شدہ تفہیم ما قیل علیٰ بصیرت چہ شناسد سخن کامل را تلخ و شیرین
بمذاق دل رنجور یکیست۔ لازم کہ آں صاحب از متمسکات کتاب و سنت و
کلام کبراے امت از سلف و خلف محققین بعنوان احسن تحریری نمایند۔ در
پیرایہ تحریر آوردہ آویزہ گوش ہر بیہوش سازند کہ حق تحقیق از شائبہ باطل
متمیز بودہ پیرایہ حلی اہل سلوک گردد۔

نقل خط مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی

از عبدالحی عفی اللہ عنہ بخدمت شریف مولوی عبدالجبار صاحب دام لطفہ سلام
مسنون الاسلام قبول باد بورود عنایت نامہ ممنون منت ساختہ بودن مودت گشتم
ترجمہ والد مرحوم آں مکرم کہ سابقا ارسال فرمودہ بودند رسید انشاء اللہ تعالیٰ
آنرا درج تاریخ خواہم کرد۔ رسالہ قصوری پُر از قصور و فتور است ہداہ اللہ
مصنفہ سبیل الحق بمطالعہ اسلطنی تنفرے پیدا گشتہ۔ جواب جاہلاں باشد
خموشی مے باشد انشاء اللہ بوقتیکہ فرصت توجہ کردہ خواہد شد۔ مولوی
محمد حسین صاحب لاہوری کے خط کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آپ کا رسالہ مرسلہ
ہمارے پاس پہنچا۔ اور مطالعہ میں آیا۔ سوائے شرذمہ قلیلہ اہل بدعت
کے کسی کے نزدیک پسندیدہ اور قابل اعتبار نہ ہوگا۔ راقم
نے بوقت تحریر جواب اپنے شیخ کی وصیت کو مد نظر رکھا۔ اور کتاب
اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم اور اقوال اور آثار اکابر امت کے
سوا اور کسی چیز سے تمسک نہ کیا۔ اور بحکم الدین النصیحۃ قصوری کی
غلطیوں اور مغالطات کو حسبتہ للہ ظاہر کر دیا۔ اور اغلاط لفظی سے بسبب
چند مقامات کے تعرض نہیں کیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فقیر کی سعی کو قبول
فرما دے۔ اور داخل زمرہ انصار دین کرے۔ اور یہ توفیق بخشے۔ کہ
معترضین علی السنت کے اعتراضات اور اہل غلو کی تحریفات اور اہل
باطل کے توہمات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کروں اور اس رسالہ
کو تمام اہل اسلام کے لئے باعث ہدایت کرے۔ اور عاجز کو خطا اور زلل
سے بچا دے۔ اور واضح رہے۔ کہ عبارت تحقیق الکلام بعنوان لفظ مناظر

نقل کی جاوے گی۔ اور جواب لفظ ہدایہ سے لکھا جائے گا۔ اب اصل مقصود کو شروع کرتا ہوں۔ اور خداوند کریم سے اعانت چاہتا ہوں۔ مغالطہ

اور یہ چار مذہب حنفی شافعی مالکی حنبلی کیسے ہیں۔ اور کب سے بنے ہیں الی قولہ خود بخود معلوم ہو گیا۔ کہ یہ سب بدعت اور مستحدثات ہیں۔ ھدایہ مذاہب اربعہ حق ہیں۔ اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے۔ جیسا صحابہ کرام میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا۔ باوجود اختلاف کے ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتے۔ اور باہم سب و شتم نہیں کرتے۔ مثل خوارج اور روافض کے صلحاء اور آئمہ دین کی محبت جزو ایمان ہے۔ اور عداوت اُن کی طریقہ خوارج کا اور ایک مذہب کے واسطے تعصب کرنا شیعہ لوگوں کی طرز ہے۔ صراط مستقیم مابین افراط و تفریط کے ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ مغالطہ اور کہتے تھے۔ کہ نماز جو ہم پڑھتے ہیں۔ فقرا اہل اللہ کی صحبت میں رنگ اور ہی پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ سب اقوال اہل علموں کے ہیں۔ اور جہال کے خرافات اگر میں بیان کروں۔ تو کئی دفتر بن جاتے ہیں۔ ھدایہ بیشک اہل اللہ کی صحبت میں عبادت کی اور ہی لذت اور ہی کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت رسالت مآب صلعم کے اصحاب آپ کے حضور و صحبت کی برکت سے ایسی توجہ دلی سے نماز پڑھتے کہ دشمنوں کے تیر بدن میں گھس جاتے۔ اور فرط حلاوت سے جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے۔ اپنی حالت کی طرف توجہ نہ کرتے۔ یہ قصہ ابو داود میں ہے۔ مصنف نے اس قسم کا خشوع و حضور و تبتل الی اللہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ اس لئے منکر ہو بیٹھا صوفیا کرام

بلکہ ایسی حالات ہزاروں نے دیکھے ہیں۔ اگر بعض مسائل میں ایسے
بزرگوں سے خطا بھی ہو جائے۔ تو ر تبہ صدیقیت وحبیب مولیٰ جو اہل
کے دل و جان کی روح ہے اُن کو نور و تجلی بخشتا ہے۔ یکاد زیتہا
یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ
من یشاء اللہ نور کی مثال بیان فرماتا ہے۔ قریب ہے تیل
اس کا خود ہی روشن ہو جائے۔ اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ نور ہے
اوپر نور کے راہنمائی کرتا ہے۔ اللہ واسطے اپنے نور کے جس کو چاہے
صحبت کے برکات و فوائد احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہیں۔ فرمایا
کہ صحبت صالح کی مانند صحبت مشک فروش ہے۔ جو پاس بیٹھے گا
بے نصیب نہ رہے گا۔ صحیحین میں ہے۔ ذاکرین خدا ایسی قوم ہیں
جو اُن کا ہم نشین محروم نہیں رہتا۔ اگر مصنف کو اس کیفیت کی خبر ہوتی تو
انکار نہ کرتا۔ اہلِ غفلت اور اہلِ اللہ کی نماز کو باہم کچھ نسبت نہیں اللہ
جل شانہ فرماتا ہے۔ فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم
ساہون پس تباہی ہے واسطے ان نمازیوں کے جو اپنی
نماز سے غافل ہیں۔ اور فرمایا۔ قد افلح المؤمنون الذین ہم
فی صلاتہم خاشعون بیشک کامیاب ہوئے وہ ایمان والے
جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ ان دونوں آیتوں کو بنظر غور
دیکھو۔ غافلوں کی نماز سبب ویل اور خرابی کا فرمایا۔ اور خشوع کرنے والوں
کی نماز موجب فلاح اور خلاصی کا۔ اور حضرت رسالت فرماتے ہیں۔ ان
العبد لینصرف من صلوتہ ولم یکتب لہ منہا الا نصفہا الا ثلثہا یعنی
قال الا عشرہا خدا کا بندہ نماز کو پڑھ کر فارغ ہو بیٹھتا ہے۔ اور

نامہ اعمال میں) اس کے لئے نماز میں سے کبھی نصف لکھا جاتا ہے۔ کبھی تہائی۔ یہاں تک فرمایا کبھی دسواں حصہ رواہ اصحاب السنن یہ کمی بیشی ثواب کی بسبب غفلت اور زیادت خشوع اور حضور نمازی کے ہے۔ ورنہ بحسب ظاہر تو سب نمازی برابر ہیں۔ ان نصوص پر اگر مصنف غور کرتا۔ تو مشیت الٰہی شاید حقیقت امر اس پر منکشف ہو جاتی۔ **مغالطہ ۱۲** یہ اشغال پیری مریدی کے شرع میں کچھ اصل نہیں رکھتے۔ **ھل ایں۔** ایسا کہنا محض غلط ہے۔ بڑی زیادتی کی بات ہے۔ صوفیا کرام کے اکثر اشغال اذکار قرآنیہ اور ادعیہ نبویہ ہیں۔ اور مراقبات بحکم نصوص ثابت ہیں۔ جن سے دل کو جیوۃ اور نور حاصل ہوتا ہے۔ اور رجوع الی اللہ اور انابت اور انقطاع اور خشیت اور تذلل پیدا ہوتا ہے۔ مراقبہ معیت اور قرب و صمدیت بہت آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ جیسے وھو معکم اینما کنتم وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں کہیں تم ہو۔ اور آیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم انسان کی طرف اس کی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں۔ اور آیہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ پس مصنف کا اشغال و اذکار کو بے اصل کہنا بے علمی کا سبب ہے۔ بیشک امر محدث اور بدعتی خواہ کیسی قوم میں مروج ہو۔ شرعاً کچھ قدر نہیں رکھتا۔ اور عند اللہ ایک جو برابر نہیں۔ صوفیہ کا ایجاد ہو یا کسی اور کا احداث اس طائفہ کی نسبت بڑی غنیمت ہے۔ مقام انقطاع و تبتل و خشیت و تذلل و قناعت توکل و انابت کا حاصل ہونا بسوائے التزام اشغال و اذکار مروجہ طائفہ صوفیہ ثابتہ من سنت النبویہ کے بہت مشکل ہے۔ اور ان کی برکت سے ان صفات محمودہ کا حاصل ہونا بہ تجربہ ثابت ہے۔ اور امر بدیہی النبوت کا

انکار (نخرط القتاد ہے۔) **مغالطہ** اتفاقاً میں رسالہ قول الجمیل الخ

ہدایہ اس کا جواب بحث مسئلہ بیعت میں انشاء اللہ بتفصیل لکھیں گے۔ اس جگہ تحریر کرنے کی حاجت نہیں۔ **مغالطہ** پھر قاعدہ محدثین پر اطلاع پائی۔ وہ قاعدہ یہ ہے۔ کہ جس امر کو رسول اللہ صلعم نے فرمایا یا کیا۔ اور اصحابوں نے اس کو بالاجماع نہ کیا اور ترک کیا۔ وہ قول اور عمل حکم منسوخ ہونے کا رکھتا ہے۔ **ہدایہ** جس امر کا ترک باجماع صحابہ بنقل صحیح ثابت ہو جاوے۔ تو بموجب قاعدہ محدثین کے اس کا متروک العمل ہونا دلیل نسخ ہے۔ اور اگر کسی کو عمل صحابہ کی روایت نہ پہنچے۔ تو اس کے عدم علم سے منسوخ ہونا لازم نہیں آتا۔ بے خبری کا نام جہالت ہے۔ اور جہالت شریعت کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ اور مصنف کا یہی دعویٰ ہے کہ مجھے عمل وار آمد صحابہ کی بیعت کے معاملہ میں کوئی روایت نہیں ملی۔ اور اسی بے علمی کا نام جہل ہے۔ مصنف یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ترک بیعت صحابہ سے بالاجماع ثابت ہے۔ فتدبر اور انشاء اللہ تعالیٰ قریباً ختم تمہید میں ہم اس قاعدہ کو مفصلاً ذکر کرینگے۔ **مغالطہ** اسی طرح مسئلہ صفات ایک بزرگ کے ذریعہ سے رسالہ حمویہ تصنیف شیخ الاسلام عبدالسلام ابن تیمیہ کا کہ مخشوش اور بہت غلط تھا مجھ کو مل گیا۔ اس کو بکمال لحاظ تمام سے مطالعہ کیا۔ اور اس کے مضامین پر واقف ہوا۔ اور عقائد متکلمین کے کہ مدت عمر سے مرکوز خاطر تھے۔ اللہ کے فضل سے بالکلیہ زائل ہو گئے۔

ہدایہ یہ بزرگ وہی شخص ہے۔ جس کے طعن دعیب کی

کے واسطے مصنف نے یہ رسالہ بنایا ہے۔ خود اقرار کرتا ہے۔ کہ ایک بزرگ کے طفیل رسالہ حمویہ ہاتھ آیا۔ جو مصنف کی درستی عقاید کا سبب ہوا۔ اور بجائے شکرانہ نعمت کے یہ رسالہ جو مجموعہ طعن و تشنیع ہے۔ لکھ کر چھپوایا۔ وما نقموا الا ان اغناھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم آپ کو علاوہ درجہ اجتہاد کے مصنفین اور علم تاریخ میں بھی بڑا دخل ہے۔ لکھتے ہیں (رسالہ حمویہ تصنیف شیخ الاسلام عبدالسلام ابن تیمیہ کا) اور وہ اصل میں احمد بن عبدالحلیم کی تالیف ہے۔ اس کی وہی مثل ہے ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاسًا وناولہا

معنا لطالب اور ہاتھ سے ہاتھ لے کر ملانا اس عہد کے علامات اور امارات ہیں۔ نفس بیعت میں داخل نہیں۔ اھل ابو… بیعت کے وقت ہاتھ پکڑنا عقد و عہد فعلی ہے۔ جس سے تاکید و پختگی عہد لسانی کی مقصود ہوتی ہے۔ اور عقد فعلی عقد لسانی کی علامت اور نشانی نہیں بلکہ ایک مستقل عہد ہے۔ عدۃ المومن کاخذ الکف۔ مومن کا زبانی وعدہ (پختگی میں) مانند پکڑنے ہاتھ کے ہے (جیسے اقرار کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں۔ اور اس کو پکا وعدہ سمجھتے ہیں۔) مومن کا زبانی وعدہ ایسا ہے۔ عقد لسانی جس کو عقد فعلی سے قوت دی جاوے محض عقد لسانی سے ضرور زیادہ معتبر اور مضبوط ہوگا۔ ید اللّٰہ فوق ایدیھم جنہوں نے پیغمبر خدا صلعم سے بیعت کی۔ اُن کے حق میں فرمایا۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اس آیت

سے عہار تعلی کی۔ کیس قدر عظمت اور بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ اگر ہاتھ میں ہاتھ لینا محض علامت عہار لسانی ہوتا۔ تو اس قدر فضیلت نہ ہوتی۔ مگر بات سمجھنے کیواسطے عقل درکار ہے۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ یہاں ہاتھ میں ہاتھ لینا علامت ٹھہرایا ہے۔ اور صفحہ ۹۱ میں زیادہ بات بتلایا ہے اور صفحہ ۱۰۳ میں مسنون بلکہ صفحہ ۶ میں طریقہ حسنہ نبویہ لکھا ہے۔ ان عبارتوں کو راقم نے (۱) اور نمبر (۹۰) اور (۹۱) میں بعینہا نقل کیا ہے۔

مغالطہ ۸۔ اور بیعت مروجہ یعنی پیری و مریدی کے علامات غیر منحصر ہیں۔ بعضوں نے اس کے علامات چار ابرو کی صفائی ٹھہرائی ہے۔ اور بعضوں نے سر کے تھوڑے سے بال کتر لینا اور بعضوں نے داغ کنارے پر دینا اور کوئی بھنگ کا پیالہ پلا دیتا ہے۔ اور کوئی کنٹھہ اور قابہ ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ جب یہ نوبت علماء تک پہنچی اور علماء اول نے دیکھا کہ اس کسب کا بڑا عروج ہے۔ تو انہوں نے ان سب واہیات کو چھوڑ کر پہلے پیری مریدی کی علامت خرقہ دینا شروع کیا۔ انتہی مختصراً۔ **ھل اقول** کس کتاب میں لکھا ہے۔ اور کون کہتا ہے کہ رواج خرقہ سے پہلے علامت بیعت یہ منکرات تھی۔ اگر دعوٰے ہے تو کسی کتاب کا حوالہ دو۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ قول سراسر جھوٹ ہے۔ اگر تمہارا کہنا ٹھیک ہو۔ تو پھر ان منکرات واہیات کو ملحق بالسنن اور حسنات کہنا چاہیئے۔ کیونکہ اتباع تبع تابعین میں خرقہ کا عام طور پر رواج ہو گیا تھا۔ اگرچہ جلال الدین رحمۃ اللہ نے اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ میں اور مولوی عبدالعزیز ملتانی نے کوثر النبی میں علی مرتضٰی سے اعطاء خرقہ کی تصحیح کی ہے۔ اور بعض

محدثین نے سند خرقہ کمیل بن عیاض تک جو حضرت مرتضیٰ کے اصحاب
سے تھے۔ اور اویس قرنی تک جو اصحاب عمر فاروق رضؓ سے تھے بصحت
پہنچایا ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں سخاوی سے
اسبات کو نقل کیا ہے۔ اور شیخ قسطلانی نے حافظ ابن حجر سے مگر
محدثین کو ان روایات کی تصحیح میں گفتگو ہے۔ قول صحیح و راجح یہ
ہے۔ کہ رواج خرقہ شیخ جنید رحؒ اور اُن کے ہم عصروں سے تھا۔ جیسا کہ
شیخ شہاب الدین سہروردی اور صاحب انتباہ نے بعد بحث کثیر
کے اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے اس قول کو صحیح اور راجح
کہا ہے۔ اور ولادت و وفات شیخ جنید مایہ ثالثہ میں ہے یافعی وغیرہ
اہل تواریخ نے اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔ ہمعصر امام احمد اور
بخاری کے ہیں۔ اور وہ اتباع تبع تابعین میں سے ہیں جب کہ خرقہ
اتباع تبع تابعین سے ثابت ہے۔ تو دیگر واہیات معاذ اللہ بقول
مصنف افعال صحابہ و تابعین ٹھہرے۔ اور پھر ان کو واہیات کہنا خبط
اور جنون ہے۔ **مغالطہ ۹** اس کے بعد جب انہوں نے اس
امر میں خسارہ دیکھا۔ کیوں کہ ایک دن میں سینکڑوں مریدین جاتے
ہیں۔ اور روپیہ بہت خرچ ہوتا ہے۔ **ہدایہ** یہ تمہاری بدظنی
ہے۔ خوب عادت پکڑی ہے۔ اپنے نفس کا تزکیہ کرنا۔ اور آئمہ دین
کو عیب لگانا۔ مقام غور ہے۔ کہ اس طریقہ کے پیشوا مانند
شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ و حضرت جنید بغدادی و حضرت بایزید
بسطامی و امثال ان کے پیری مریدی واسطے عروج اور عزت دنیا
کے کرتے تھے۔ جیسا مصنف کہتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ بخل کے باعث

خرقہ پہننا نا چھوڑ دیا۔ اس پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ کہاں نام بتو
شہجبہ ماشیہ ایسے کام علماء ظاہر پرست کے ہوتے ہیں۔ جو سالکین
کا حق بھی کھا جاتے ہیں۔ اور غل کو کیا دلدیں گے۔ مجو شیبد کہ ام
بتہ غیق ملک علام درہم و دینار کو ٹھیکری برابر نہیں سمجھتے۔ ہر
طرف سے مال بیشمار آتا ہے۔ اور خلق اللہ پر فی سبیل الخیر نثار
کر دیتے ہیں۔ اگر پچھلے منقولات کا اعتبار نہ ہو تو لقیتہ الاولیاء
فخر الاصفیاء مولوی عبداللہ غزنوی رضی اللہ عنہ کا حال اپنا دل
اور دیگر ہمعصروں سے دریافت کریں۔ مختصر ۱۰ اس
واسطے سوچ کر کے بیعت کو کہ ایک طریقہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول تھا۔ شروع کیا۔ علماء نے بیعت
مسنونہ کو خود ہی طریقہ حسنہ رسول اللہ صلعم کہنا اور پھر
بدعات میں شمار کرنا اس قسم کی فریب دہی ہے۔ جیسے ملحد
کہا کرتے ہیں۔ جو کوئی فرقہ شرک اور عبادت غیر اللہ سے خالی
نہیں۔ تمام مذہبوں میں عبادت غیر اللہ کا رواج ہو گیا ہے۔ کوئی
ستارہ پوجتا ہے۔ کوئی بتوں کو۔ بعضے قبور انبیا و اولیاء کو پوجتے
ہیں۔ اور بعضے فرشتگان خدا کو۔ کوئی انبیاء کو معبود پکڑتا ہے۔ کوئی
کعبہ اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کو مسجود ٹھہراتا ہے۔ ایک گنگا جا
ہے۔ اور ایک زیارت قبور انبیاء و اولیاء و بیت اللہ کو۔ کسی نے
مندر مکان کو ٹھٹھ کو مانا اور کسی نے بیت اللہ اور مساجد کو واجب
التعظیم جانا غرض ایسے تلبیسات و شبہات سے لوگوں کے دلوں
میں شک ڈالتے ہیں۔ اور حق و باطل کو خلط کر کے طرف الحساد

کی لے جاتے ہیں۔ جو سنت حضرت رسالت سے بتواتر لفظی و معنوی
ثابت ہو۔ اس کو بدعات مستحدثہ صوفیہ میں شمار کرنا اہل الحاد کا کام
ہے۔ خدا عزوجل ہم سب کو اور مصنف کو اس سے بچاوے
مغالطہ ۱۱ بیعت کرنے میں ہر فریق نے اپنا اپنا طریق علیحدہ
علیحدہ مقرر کیا۔ کسی نے ہاتھ میں ہاتھ لے کر مرید سے کلمہ شہادت
پڑھاتا اور تجدید ایمان کرانا شروع کیا۔ اس میں اشارہ یہ ہے۔ کہ سوائے
پیری و مریدی کے انسان کافر ہوتا ہے۔ اور قبل از بیعت بے ایمان
تھا **ھل أیہ** کلمہ شہادت جو نماز اور خطبہ اور اذان و دیگر
مقامات میں پڑھا جاتا ہے۔ بیشک اس سے تجدید ایمان کی جاتی
ہے۔ اب تم کہو کیا ان مقامات میں کلمہ پڑھنے سے پہلے آدمی کافر
ہوتا ہے۔ اور با ایمان والے کے حق میں کلمہ پڑھنا لغو ہے۔ مصنف
بیچارے کو ظاہر آیات کلام اللہ سے بھی خبر نہیں۔ ایسی لاف زنی
کی کیا ضرورت تھی۔ (کہ قرآن و حدیث کی ممارست سے قوت استنباط
پیدا ہوئی) آپ کی تصنیف ہی آپ کے دعوی کو جھٹلاتی ہے تصنیف
گواہ است کہ قولش درست نیست شاید پارہ اول بھی نہیں
پڑھا۔ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین
کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو بحکم الٰہی تجدید اسلام کی۔ تو بقاعدہ مصنف
لازم ہوگا کہ اس سے پہلے معاذ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کافر تھے۔ جب
غریب کو پہلے پارہ کی خبر نہیں تو سورت نمل کا قصہ کہاں سے جانتا۔ ملکہ سبا
نے کہا۔ اسلمت مع سلیمان للہ رب العلمین اور اس سے پہلے ہے۔ کہ ہم اس
سے پہلے جان چکے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ پہلے

رب العالمین نے اپنے رسول کو اس کی مداومت کا حکم دیا۔ اور رسول خدا نے امت کو سکھلایا۔ اس کا انکار فیضان غیبی سے حرمان کی علامت ہے۔ کیا آپ ورد کلمہ شہادت کو تحصیل حاصل سمجھتے ہیں۔ یا بخوف لزوم اقرار کفر بزبان سابقہ کلمہ پڑھنے سے منکر ہیں۔ تعجب خاطر ۱۲ اور کوئی اس طرح پر کہ ہاتھ میں ہاتھ لے کر خود الحمد للہ پڑھتا ہے۔ اور بعض اذکار دیگر مرید سے کہتا ہے۔ کہہ توبہ کی میں نے گناہوں سے اور کہتا ہے اے بیٹا نماز پڑھنا روزہ رکھنا انتہی مختصراً۔ خطاء اصل میں مصنف کی عبارت میں کسی قدر تقدیم تاخیر سہواً واقع ہوئی ہے۔ مگر کچھ مغیر مطلب نہیں۔ مقصود حاصل ہے۔ مصنف کی خوبی دیکھو۔ جو تعلیم فاتحہ اور تاکید نماز و روزہ اور توبہ اور ذکر الٰہی کو بدعات و کفریات مستحدثہ میں داخل کرتا ہے۔ ان تعلیمات اور اشغال پر طعن کرنا شایان مومن نہیں۔ حضرت رسالت اپنے اصحاب کو فاتحہ تعلیم کرتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت نے ابو سعید رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ الا اعلمک اعظم سورۃ فی القرآن الحمد للہ رب العلمین ھی السبع المثانی والقرآن العظیم کیا میں نہ سکھلاؤں۔ تجھے سب سے بڑے درجے والی سورت قرآن میں وہ الحمد للہ رب العلمین اسی کا نام ہے۔ سبع مثانی اور یہی ہے قرآن عظیم ترمذی میں ہے۔ کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ارشاد کیا۔ والذی نفسی بیدہ ما انزلت فی التوراۃ ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی القرآن مثلہا قسم ہے۔ اس ذات کی جو میری جان اس کے قبضہ میں ہے۔ سورۃ فاتحہ

بھی مشرف باسلام ہو چکی تھی تجدید ایمان طعن کرنا دلیل ہے تو پر لے بے خبری مصنف کی مسائل قرآنیہ سے قرآن مجید میں حکم ہے ساتھ تجدید ایمان کے۔ یاایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر یعنی اے ایمان والو تجدید ایمان کرو۔ اللہ کے سچے بندے ہر وقت تجدید ایمان کرتے رہتے ہیں۔ حافظ ابن القیم نے مدارج میں لکھا ہے۔ وکان شیخ الاسلام ابن تیمیۃ اذا اثنی علیہ فی وجہہ یقول واللہ انی الی الآن اجدد اسلامی کل وقت وما اسلمت بعد اسلاماً جیداً۔ یہ تو بتلائیے کہ نماز کی دعائیں ماثورہ بھی یاد ہیں یا نہیں۔ آپ کے نماز اختصار نماز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید نہ جانتے ہو۔ حضرت رسالت رکوع و سجود میں فرمایا کرتے۔ بک آمنت وبک اسلمت اور حکم دیتے کہ سوتے وقت کہو۔ آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت میں ایمان لایا تیری اس کتاب پر جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جو تو نے بھیجا۔ کیا اس تجدید ایمان سے زمانہ سابق کا کفر لازم آویگا کلام لغو ہو گی۔ آنحضرت فرماتے ہیں۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ رواہ الترمذی وابن ماجہ افضل الذکر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا اور موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے پروردگا تو مجھے سکھلا کوئی دعا جس کے ساتھ میں تجھ کو پکاروں پس حکم ہوا۔ قل لا الٰہ الا اللہ تو کہہ لا الٰہ الا اللہ (رواہ البغوی نے فی شرح السنۃ) ان احادیث سے فضیلت کلمہ توحید کی ثابت ہے۔ یہ ایسا ورد ہے۔ کہ

جیسی کوئی سورت توریت اور انجیل اور زبور اور قرآن مجید میں نہیں نازل کی گئی۔ اور دارمی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ فی فاتحۃ الکتاب شفاء من کل داء سورہ الحمد میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ اس تعلیم اور بیان فضیلت سے یہی مقصود تھا۔ کہ اس کا التزام کریں۔ اور وظیفہ پڑھیں۔

مغالطہ ۱۳ - اور عورتوں کی بیعت کا یہ طریق نکالا ہے۔ کہ ایک برتن میں پانی ڈال کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں داخل کر کے یا کپڑا ایک طرف سے آپ پکڑ کر اور دوسری طرف سے عورت کو پکڑانا وہی اذکار جو پیچھے مذکور ہوئے اس کو پڑھانے الی قولہ اور صحیح ثابت ہے۔ کہ رسول خدا صلعم عورتوں سے قولی بیعت کی۔ یہ افعال مستحدثہ نہیں کئے۔

ھدایہ - تم جو کہتے ہو۔ کہ صوفی لوگ عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔ یہ محض افترا اور بہتان علی زمرۃ الاصفیا ہے۔ کسی نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہاں اتنی بات بعض مشائخ سے منقول ہے کہ وقت عہد لسانی کے ایک بڑے برتن میں پانی ڈال کر اس کی ایک طرف میں پیر ہاتھ رکھتا ہے۔ اور دوسری طرف عورت بیعت کرنے والی اور کبھی بوقت بیعت کپڑے کا ایک کنارہ آپ پکڑتے ہیں۔ اور دوسرا کنارہ اس کو پکڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ فی الجملہ اس عمل کے واسطے کچھ تو سند ہے سند ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال کان
رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا بایع النساء دعا
بقدح ماء فغمس یده فیه ثم یغمسن ایدیهن فیه
روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ نقل کرتے ہیں۔ اپنے باپ
وہ اس کے دادا سے کہا۔ اس نے تھے رسول اللہ صلعم جس
وقت بیعت کرتے عورتوں سے منگاتے ایک پیالہ پانی کا۔ پھر
ڈباتے۔ ہاتھ اپنا اس میں پھر ڈباتی عورتیں اپنے ہاتھ اس میں
روایت کیا اس کو ابن سعد اور ابن مردویہ نے اور ابن اسحٰق
نے مغازی میں وعن الشعبی قال کان رسول اللہ صلعم
یبایع النساء وضع علی یده ثوبا اخرجه سعید بن منصور
و ابن سعد و ابو داؤد المراسیل و عبد الرزاق ایضاً اور روایت ہے
امام شعبی سے کہا اس نے تھے رسول اللہ صلعم بیعت کرتے
عورتوں سے اور کہا لیتے کپڑا اپنے ہاتھ پر۔ اس روایت کو بیان
کیا ہے ابوداؤد و عبدالرزاق اور سعید بن منصور اور ابن سعد
نے اگرچہ یہ روایت مرسل ہے۔ مگر بہت محدثین کے نزدیک
حدیث مرسل حجت ہوتی ہے۔ آئندہ ہم اس مسئلہ کو انشاء اللہ
تعالیٰ حدیث نمبر ۹۰ میں بتفصیل لکھیں گے۔ مصنف صاحب بلوغ
المرام آپ کا مبلغ علم ہے۔ اگر کوئی مسئلہ بلوغ المرام میں نظر
نہ آیا۔ تو حکم لگا دیا۔ کہ اس مسئلہ کا کہیں ذکر نہیں۔ اور لوگوں

کے تکفیر کیواسطے قول صاحب تحفۃ المعتقدین کو کافی جانتا ہے۔
صوفیہ جن کے اقوال و افعال کے لئے فی الجملہ کتاب و سنت سے
استناد ہے۔ اُن پر طعن کرنا اپنے خود ایک کٹ ملّا کے پنجہ سے
مشائخ کبیر کو کافر بتلانا عجب طرح کا اجتہاد ہے۔ خود را فضیحت
دیگراں را نصیحت۔ **مغالطہ** ۱۴- پس یہ عاجز انشاء اللہ
تعالیٰ ان سب امور مندرجہ بالا کا علیحدہ علیحدہ بدلائل قرآنیہ و
احادیث صحیحہ یا حسنہ جواب دیتا ہے۔ انشاء اللہ کوئی ضعیف
حدیث اس میں داخل نہ کرے گا۔

جواب ۔ مصنف نے ایفاء وعدہ نہیں کیا۔ دلائل
قرآنیہ و حدیث صحیحہ تو درکنار کسی محل جواب میں حدیث ضعیف
بلکہ موضوع یا کسی عالم کا قول تک نہیں لایا۔ جس قدر ہے۔ اپنی
طرف سے خیال بندی ہے۔ جو سراسر بیہودہ ہے۔

مغالطہ ۱۵- رسول اللہ صلعم تارک مستحبات کو بھی
ملامت کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک انصاری اونچی عمارت بنانے
والے سے اعراض کیا۔ اور اس سے روگردانی فرمائی۔ حالانکہ اونچا
گھر بنانا حاجت کے واسطے مباح ہے۔

جواب ۔ سوائے تمسخر کے اتفاق نہیں کبھی مصنف کے
حواس درست نہیں ہوتے۔ دیکھو مستحب امر کی مثال مباح بیان
کرتا ہے۔ اور آگے چل کر اسی کو مباح کہتا ہے۔ انصاری کے

قبضہ میں ترک مستحب وفعل مباح کا ذکر نہیں۔ انصاری کا بالاخانہ زائد از حاجت تھا۔ اور حضرت رسالت عمارت فضول کو منع اور حرام فرمایا کرتے۔ دیکھو اسی حدیث میں ہے۔ اما ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا یعنی الا ما لا بد منہ ہر عمارت بنانیوالے پر وبال ہے۔ مگر جس کے بنائے سوا چارہ نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اگر انصاری کا بالاخانہ بنا پر حاجت ہوتا تو کچھ محل ملامت نہ تھا۔ اس نیوالی حدیث کو پڑھ کر سمجھ میں آجائے گا۔ کہ انصاری نے فضول عمارت بناکر ارتکاب امر ممنوع کیا تھا۔ اس واسطے حضرت نے اعراض فرمایا۔ نہ ترک استحباب پر۔

مغالطہ ۱۶۔ مونچھوں کے بال بڑھانے والوں پر اور بالوں کے نہ دھونے والوں پر کپڑے میلے رکھنے والے پر اور ایک پاؤں ننگا اور ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنے والے پر اور تشخاصر کرنے والے پر وغیر ذلک پر سخت ملامت کرتے تھے۔ ہدایہ۔ یہ سب منہیات شرعی ہیں۔ مصنف صاحب کو امر مباح و منہی عنہ کی تمیز نہیں۔ اور دیکھئے اچھا ہے۔ ان کی نہی اور منع کے دلائل ہم سے سنیئے۔ ترمذی اور نسائی اور احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت رسالت نے فرمایا۔ من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا یعنی جس

اپنی مونچھیں نہیں کترتا وہ ہمارا نہیں - اور احمد و نسائی نے
روایت کیا - من کان لہ شعر فلیکرمہ - جو شخص بال رکھتا
ہو پس چاہیے عزت سے رکھے - اس کو اس میں اکرام کا طریقہ
اور امر عجیب کو چاہتا ہے - اور یہی احمد و نسائی نے روایت کیا
ہے - کہ آنحضرت نے ایک شخص کا لباس میلا دیکھ کر فرمایا
اما یجد هذا ما یغسل به ثوبه کیا اس کو میسر نہیں
آتا - جس سے دھوئے اپنے کپڑے - میلے کپڑوں سے بدن میں
کچھ بدبو آتی ہے - اور بو سے پاس والے مسلمانوں اور ملائکہ کو ایذا
پہنچتی ہے - ایذا رسانی ممنوع اور مذموم ہے - تو میلا پن بھی ضرور
ممنوع ہونا چاہئے - اور بروایت متفق علیہ ثابت ہے - کہ لا یمشی
احدکم فی نعل واحد کوئی شخص ایک ہی جوتہ پہن کر نہ چلے
یہ سب کام اس واسطے ممنوع ہیں - کہ ان میں مشابہت بیہودوں اور اہل بطالت
کا ہے - اعاذنا اللہ من غضبہ مونچھوں کے بڑھانے میں تشبہ بالمجوس
ہے - اور بال بکھرے اور میلے کپڑے رکھنے کو عادت شیطان فرمایا -
اور ایک جوتا پہن کر چلنا یہ بھی فعل ابلیس بتایا - اور تکیہ لگا کر فرمایا
کہ اس طرح اہل دوزخ آرام کیا کریں گے - اور تشبہ بالیہود
ہے - پس جبکہ ان کی مشابہت اختیار کرنی معصیت تھی - تو مرتکب
معصیت پر ملامت فرمائی -

[illegible] رکھا - بلکہ فرمایا فمن رغب عن سنتی فلیس منی

جواب ۱۸ ۔ رغبت عن السنۃ کے معنی ہیں۔ ایک چیز سے بیزار ہونا اور نفرت کرنا یہ نہیں کہ ترک کرنے کو عن السنۃ کہیں۔ تارک سنت کو مصداق اس حدیث کا ٹھہرایا جائے گا۔ بلکہ جو سنت کی طرح [illegible] کرے وہی مصداق ٹھہرائے گا۔ تارک مستحب کو اس وعید کا مورد ٹھہرانا بے عقلوں کا کام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ ان اللہ یحب ان یؤتی رخصہ کما یحب ان یؤتی عزائمہ یعنی اللہ تعالیٰ جیسے پسند کرتا ہے اس بات کو جو اس کی رخصتوں پر عمل کیا جاوے۔ جیسا پسند کرتا ہے۔ عزیمتوں پر عمل کرنے کو عزائم کے معنی ہیں مستحبات بحکم اس حدیث کے جیسا کہ عمل مستحبات پسندیدہ حضرت باری ہے ویسا ہی ان کا ترک بھی مرضی خداوندی ہے۔ جب پروردگار کسی امر کی اجازت دے۔ تو حضرت رسالت کیوں کر منع اور وعید فرماویں گے۔

مغالطہ ۱۸ ۔ اور عبداللہ بن عمر کو ترک تہجد پر ملامت کی ۔ [illegible] حضرت صلعم نے ترک تہجد پر ملامت نہیں فرمائی۔ اگر آپ اس حدیث کو نقل کر دیتے۔ تو پہلی ہی [illegible] معلوم ہو جاتا۔ البتہ اس مضمون کی حدیث تو ہے کہ عبداللہ [illegible] ہے۔ کاش تہجد گزار ہوتا۔ لفظ کاش لفظ تمنی ہے۔ کلمہ ملامت نہیں۔ مغالطہ ۱۹ ۔ اور یہ بیعت جو ابتدا سے تا فتح مکہ رسول اللہ صلعم کرتے رہے۔ سنت ہو کر [illegible] کے واجب کی

حد کو پہنچتی ہے۔ اور معلوم ہے بالبداہت کہ کسی صحابی نے روبرو رسول صلعم کے یہ عمل آپس میں نہیں کیا مثل السلام علیکم جو آپس میں کرتے تھے۔ اگر یہ سنت سنت مستفیضہ ہوتی تو رسول کریم نے صحابہ کرام کو آپس میں بیعت کرنے کا کیوں حکم نہ کیا ہوتا۔

ھ ن ا ب ۹ - اس کلام سے مصنف کی یہ غرض ہے کہ رسول صلعم تو تارک مستحب بلکہ فعل مباح کے اقدام کرنے والے کو ملامت کیا کرتے تھے۔ تارکان بیعت کو ملامت کیوں نہ کرتے۔ مگر اول زعم ثابت کرنا چاہیئے تھا۔ دعویٰ ثابت نہیں ہوا۔ اور مسئلہ بیعت کی تفریع اس پر کر دی۔ کہ اگر بیعت سنت مستفیضہ ہوتی۔ تو ضرور رسول صلعم صحابہ کرام کو حکم دیتے کہ آپس میں بیعت کیا کرو۔ بناء فاسد علی الفاسد کرکے سنت فعلی اور تقریری کا مصنف نے انکار کر دیا۔ شاید تمہارے نزدیک سنت قولی کے سوا دوسری قسم کی کوئی سنت نہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسئلہ بیعت ان مسائل میں سے ہے جو خصوصیت رکھتے ہیں۔ مثلاً افضل اور بہتر کے۔ جیسے خلافت امارت قضا امامت ان کاموں کے واسطے ایک ہی شخص مقرر ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک امام یا خلیفہ یا قاضی بن جائے۔ مصنف خوش فہم یہاں لکھتے ہیں (نہ بیعت جوابتداء سے تا فتح مکہ رسول اللہ صلعم کرتے رہے) اور صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں۔ (کہ بیعت توبہ و استغفار کے اصل امر میں تھی۔

یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی) محافظہ اور لغایت ہو
تو ایسی ہو ایک صفحہ میں کچھ لکھتے ہیں۔ دوسرے میں کچھ۔ اِن دونوں باتوں
کی غلطی ہم ہدایہ نمبر ۲ میں واضح بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر کہے
کہ مراد اِس بیعت سے جو آنحضرت فتح مکہ تک کرتے رہے۔
بیعت اسلام اور جہاد تھی۔ اور وہ بیعت جو بعد ہجرت متروک
ہوئی۔ وہ بیعت توبہ تھی۔ میں کہتا ہوں مطلق بیعت توبہ
سے خارج نہیں۔ کل اقسام بیعت بیعت توبہ میں داخل ہیں بیعت
توبہ کیا ہے؟ (سب گناہوں سے توبہ کرنا اور اوامر شرعیہ کی تعمیل
کا وعدہ کرنا۔) اور یہی ہے بیعت اسلام (شرک و کفر اور گناہ سے
تائب ہونا اور بجا لانے احکام شرعیہ کے عہد کرنا) اسی طرح ہے بیعت
جہاد (ثبات اور صبر کا وعدہ دینا اور نافرمانی رسول اللہ
و تنازع باہمی اور میدان جنگ کے بھاگنے سے بیزار ہونا۔) جب
بیعت توبہ کا ترک ثابت ہو جاوے۔ تو بیعت مطلق کا ترک لازم
آگیا۔ جب بیعت مطلق کا ترک لازم آگیا۔ پس مصنف کا تفریق
آپ ہی باطل ہوا۔ بیعت توبہ۔ بیعت اسلام۔ بیعت تقویٰ ایک
ہی چیزیں اور بیعت جہاد ان کی ایک فرد ہے۔

مغالطہ ۳۲ ۔ وجہ اول یہ کہ جو امر رسول اللہ صلعم نے
مشروع کرنے کے لئے کیا اس کی ترغیب و تاکید بھی کی۔

ھدایہ ۔ یہ تمہارا قاعدہ تمام اہلِ اسلام سے برخلاف ہے۔

اگر اس قاعدہ کو تسلیم کریں تو تمام فعلی اور تقریری سنتوں سے انکار کرنا پڑے گا۔ ہزاروں امور شرعی حضرت رسالت صلعم کے فعل سے یا کسی کو کوئی کام کرتا دیکھ کر سکوت فرمانے سے ثابت ہیں ان سے اگر انکار کیا جاوے تو دو ثلث شریعت سے انکار لازم آتا ہے۔ بہت سائل شرعی ہیں۔ کہ وہ افعال شارع نے کئے اور اس پر ترغیب و تاکید نہیں فرمائی۔ مگر مصنف و جملہ اہل حدیث کے نزدیک مستحبات و مندوبات سے ہیں مثلاً رفع یدین اختلاف بعض مصائب و حوادث کے وقت قنوت کا پڑھنا جملہ محدثین ان کو سنت جانتے ہیں۔ اور مصنف کا ان پر عمل بھی ہے مصنف پر واجب ہے۔ کہ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ پر ترغیب و تاکید ثابت کرے۔ ایسی مثالیں بہت ہیں۔ مگر بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا۔

مغالطہ ۹ اور جس امر کو پیچھے جاری کرنے کی مرضی تھی۔ اور اپنے خاصہ کی نفی کرنی تھی۔ اپنے روبرو کسی اور سے کرا دیا۔

جواب ۹ ۔ یہ قاعدہ پہلے قاعدے سے بھی بڑھ کر مہمل ہے۔ وہاں سنت فعلی اور تقریری سے انکار تھا۔ اور یہاں سنت قولی سے بھی انکار کر دیا۔ گویا وہی فعل سنت ہوگا۔ جس کا حکم حضرت دیگر اپنے روبرو عمل کرا دیں۔ بیعت الخلافت جس کو تم سنت دانستے ہو۔ اس قاعدہ کے موافق سنت نہ ہوگی۔ کیوں کہ حضرت پیغمبر خدا

نے کبھی کو حکم نہیں کیا۔ کہ ہمارے روبرو ابوبکر یا عمر یا عثمان یا علی کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ بہت دعائیں حضرت نماز میں اور صبح و شام و دیگر اوقات میں پڑھتے اور کبھی کو حکم نہ فرماتے کہ تو ہمارے سامنے پڑھ۔ حالانکہ تمام علماء امت ان کے سنت مستفیضہ ہونے پر اتفاق ہے۔ یہ سب قواعد مصنف کے خانہ ساز ہیں مسلمانوں میں سے کوئی ان کا قائل نہیں ہے۔

مغالطہ ۲۲۔ جیسا جماعت عبدالرحمٰن اور ابوبکر سے کرا دی۔ ھدایہ۔ یہ مثالیں مفید مدعا نہیں۔ کیوں کہ حضرت عبدالرحمٰن کو امامت کا حکم نہ کیا تھا۔ بلکہ بحالت نہ موجود ہونے آنحضرت کے امام ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ اس طرح ہوا۔ کہ حضرت سفر میں تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ اور چند اصحاب آگے نکل گئے۔ آنحضرت پیچھے تھے۔ کہ نماز فجر کا وقت ہو گیا۔ عبدالرحمٰن نماز پڑھانے لگے۔ ایک ہی رکعت ہوئی تھی۔ کہ اتنے میں آنحضرت تشریف لائے۔ اور دوسری رکعت میں داخل جماعت ہوئے۔ اور آنحضرت بسبب غلبہ مرض کے مسجد تک نہ چل سکے۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا ارشاد فرمایا۔ جب جماعت ہو رہی تھی۔ تو کسی قدر آنحضرت نے مرض میں تخفیف دیکھی۔ اور مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور ابوبکر صدیق پیچھے ہٹ گئے۔ اور آنحضرت نے امامت کرائی۔ پس یہ قول مصنف کا واہی روبرو کسی اور سے کرائی جیسا کہ جماعت عبدالرحمٰن اور ابوبکرؓ

کرادی۔) سراسر غلط ہے۔ جس کو شوقِ تحقیق ہو۔ صحیح بخاری و صحیح
مسلم کو ملاحظہ کرے۔ دیکھتے ہیں مصنف صاحب کی درایت روایت
ظاہر ہو جائے گی۔ اگر بہ سبیل تنزل ہم ان واقعات کو جیسا مصنف
نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح مان لیں۔ تو یہ بھی مفید مطلب نہیں کیونکہ
کثیر علماء کے نزدیک جماعت واجب ہے چنانچہ امر مسنون کو امر واجب پر قیاس کرنا
قیاس مع الفارق ہے مگر مصنف قصور علم کے سبب تمیز نہیں کر سکتا۔

مغالطہ نمبر ۲۳۔ جب بیعت کی اور کسی کو ترغیب دی نہ کسی
سے کرائی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر مستفیضہ نہ تھا۔

جواب۔ جب مبنی اس شبہ کی کو ہم اچھی طرح سے جواب
نمبر ۲۲ میں باطل کر چکے ہیں۔ پس بناء اس پر آپ ہی باطل ہو چکی۔
پھر جانے کہ بیعت کی تاکید و ترغیب آیات و احادیث سے ہم جواب
نمبر ۳ اور نمبر ۸ میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔

مغالطہ نمبر ۲۴۔ وہم دوئم یہ کہ اگر رسول اللہ صلعم کا بیعت
کرنا اس پر دال ہوتا کہ میرے پیچھے بھی یہ امر جاری رہے تو ضرور
صحابہ کرام بعد وفات رسول اللہ صلعم کے کسی کو اس کام پر مقرر کر لیتے۔
جب انہوں نے کسی کو اس کام پر مقرر نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں
نے اسی کام کو خاصہ سمجھا ہے۔

جواب۔ یہ دعویٰ غلط ہے۔ صحابہ کرام نے اول ابوبکر صدیق
ان کے بعد عمر فاروق ان کے بعد حضرت عثمان ان سے پیچھے علی مرتضیٰ

کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیا مصنف کو خلفائے راشدین کی خلافت اور
بیعت سے بھی انکار ہے۔ دیکھو سب مفسرین اس آیہ کریمہ کو
فمن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ پس
جس شخص نے انکار کیا۔ بعد اس کے پس وہی ہیں فاسق منکران خلافت
خلفائے اربعہ کے حق میں وعید بتلاتے ہیں۔ اب مصنف یہ کہے گا۔
جو یہ بیعت قبول خلافت کی تھی۔ یعنی عہد اس بات کا کہ ہم بغاوت نہ
کریں گے۔ اس کے جواب میں ہم روایات کتب حدیث پیش
کرتے ہیں۔ اہلِ انصاف کو معلوم ہو جاوے گا کہ حق بجانب کس
کے ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے
بوقتِ خلافت خلیفہ سوئم بمشورت صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا۔ اور بیعت کے وقت یہ کہا۔
ابایعک علی سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ والخلیفتین من
بعدہ۔ یعنی میں تیری بیعت کرتا ہوں۔ کتاب خدا و سنت رسول و طریقہ
شیخین پر اور امام احمد کی روایت میں ہے۔ ابایعک علی کتاب
اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ ابی بکر و عمر میں تیری بیعت کرتا
ہوں۔ اوپر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور طریقہ ابوبکر اور عمر
کے۔ جس بیعت کا ان روایتوں میں ذکر ہے۔ یہ بیعت تقویٰ ہے۔
خلافت وغیرہ امور شرعیہ سب اس میں داخل ہیں۔ اور عبداللہ بن
حنظلہ امیر مدینہ نے وقعۃ الحرہ میں لوگوں سے ساتھ مرنے کے

بیعت لی۔ یہ قصہ بخاری میں موجود ہے۔ اور یہ بیعت بیعتِ خلافت کے سوا ہی بیعت تھی۔ ومن لم یجعل اللہ له نوراً فماله من نور۔ معاذ اللہ ۵۹ٔ۔ اور نیز اگر یہ سنت مستفیضہ ہوتی اور خاصہ نہ ہوتا۔ تو رسول اللہ صلعم صحابہ کو اس سے محروم نہ رکھتے۔ بلکہ کل سے کرتے۔ ھدایہ:۔ اس کو دلیل خصوص ٹھہرانا کمال جرأت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو احکام شرعیہ میں دست اندازی کرنے پر بڑی دلیری ہے۔ حکم شرعی کی تخصیص سوائے حکم شارع کے کسی کے راہ سے نہیں ہو سکتی۔ ایسے موقعہ پر کوئی آیت یا حدیث پیش کرنا ضروری ہے۔ کچھ نہ ہو تو استشہاد کے واسطے قول سلف صالحین یا متاخرین نقل کرنا چاہیئے تھا۔ جب آپ کو سند کیواسطے کوئی بات نہ ملی۔ تو گھر سے قاعدے بنانے شروع کئے۔ اور اسی سے سنت مستفیضہ کو خاص کر دیا۔ یہ یاد رہے کہ ایسی جرأت خلاف شان دیانت ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کہ مصنف صاحب اس قول پر (صحابہ کو اس سے محروم نہ رکھتے۔ بلکہ کل سے کرتے) بھی کوئی سند نہیں لائے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو نام بنام بتلائیں۔ کہ فلاں فلاں صحابی سے آنحضرت نے بیعت نہیں لی۔ البتہ آنحضرت کا کل اصحاب سے بیعت کرنا بسند صحیح ثابت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بردز

غزوہ خندق آنحضرت نے سب مہاجرین و انصار کے واسطے دعائے مغفرت کی تو سب نے یہ عرض کیا نحن الذین بایعوا محمداً علی الاسلام ما بقینا ابدا ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیعت کی محمد صلعم کے اسلام پر جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ اور اس معرکہ میں تمام مہاجرین و انصار حاضر تھے جنہوں نے بیعت کا اقرار کیا۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو انہوں نے فرمایا سب سچ ہے۔ اگر مصنف نہ مانے تو اس کا اختیار ہے۔ اور جنگ حدیبیہ میں ڈیڑھ ہزار یار جاں نثار حاضر تھے۔ سب نے آنحضرت سے بیعت کی۔ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کنا نوا خمس عشرۃ مایۃ الذین بایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الحدیبیۃ ہم پندرہ سو آدمی تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیبیہ کے دن بیعت کی تھی۔ ایک روایت میں ہے۔ ولم یتخلف احد من المسلمین حضرھا الا جد بن قیس اخو بنی سلمۃ اور کوئی شخص مسلمانوں میں سے اس مجلس سے الگ نہیں رہا۔ مگر جد بیٹا قیس کا جو بنی سلمہ میں سے تھا۔ علماء لکھتے ہیں کہ یہ شخص منافق تھا۔ اس واسطے حاضر بیعت نہ ہوا۔ اور بخاری میں سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے۔ قال بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عدلت الی ظل شجرۃ فلما خف الناس قال یا ابن الاکوع الا تبایع قال قلت

فذا بایعت فقال وایضاً قال فبایعتہ الثانیۃ سلمہ کہتے
ہیں۔ میں نے بیعت کی نبی صلعم سے۔ پھر میں درخت کے سایہ
میں جا بیٹھا۔ پس جب مجلس شریف میں آدمی کم ہوگئے۔ فرمایا
اے بیٹے اکوع کے تو ہم سے بیعت نہیں کرتا۔ سلمہ کہتے ہیں۔ میں
نے عرض کیا۔ میں بیعت کر چکا ہوں۔ فرمایا دوبارہ بھی سلمہ کہتے ہیں۔
پس میں نے بیعت کی دوبارہ۔ آنحضرت کو ایک شخص پر ترک
بیعت کا گمان ہوا۔ تو اس کو بھی رغبت دلائی۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ
علیہ لکھتے ہیں۔ کہ چار سو ستاون عورتوں نے بروز فتح مکہ آنحضرت
سے بیعت کی۔ اور بیہقی اور طبرانی ابو یعلی ابو داؤد ابن مردویہ ابن
سعد عبد بن حمید ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں۔
کہ ام عطیہ نے فرمایا۔ کہ جس وقت آنحضرت مدینہ منورہ میں تشریف
لے گئے۔ آپ نے انصار کی عورتوں کو حکم دیا۔ کہ ایک جگہ جمع ہو جاویں۔
اور عمر فاروق کو وہاں بھیجا۔ حضرت عمر نے اس مکان کے دروازہ پر کھڑے
ہو کر کہا۔ کہ میں حسب الحکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمہارے
پاس آیا ہوں۔ کیا تم بیعت کرتی ہو۔ اس بات پر کہ کبھی شرک اور چوری
اور زنا نہ کرو گی۔ ہم نے کہا ہاں! پس عمر فاروق نے باہر کھڑے
دروازہ کے اندر ہاتھ بڑھایا۔ اور ہم نے بھی ان کی طرف ہاتھ پھیلائے۔
پس ان روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے تمام مردوں اور عورتوں
سے بیعت لی۔ مصنف کو لازم ہے کہ اپنے دعویٰ کو حدیث سے سند

لاوے۔ اور نہیں تو کسی عالم کا قول ہی نقل کرے۔ اٹکل پر چلنا درست نہیں۔ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔

مغالطہ ۲۶۔ اور ہر کسی کو باہم بیعت کرنے کی تاکید کرلے۔

ہدایت۔ یہ وہی پہلی بات ہے۔ جس کا جواب بھی ہم نمبر ۱۹ میں دے چکے ہیں۔ مصنف نبوت دعوے کے واسطے ایک ہی بات کو ہیر پھیر کر بار بار لاتا ہے۔ اور بجائے خود سمجھتا ہے کہ ہم بہت سے دلائل لائے ہیں۔ بھلا جو شخص اپنے منہ کی کہی ہوئی بات کو نہ سمجھے۔ اس کو ایسے بڑے بڑے دعوے کرنے کب لائق ہیں۔ مصنف صاحب نبی نے تو بیعت کو کبھی ترک نہیں کیا۔ آنحضرت کے بعد سب نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔ اور ان کے بعد وقتاً فوقتاً خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ صحابہ کے طور و طریق سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص بیعت کے لائق نہیں ہوتا۔ یہ منصب عالی صالح لوگوں کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ **مغالطہ ۲۷**۔ پس رسول اللہ صلعم کو اس کی تمیز اور امارات بیان کرنے واجب تھے۔

ہدایت۔ یہ آپ نے عجیب بات کہی۔ (بیعت سنت ہے اور اس کی علامات کا بیان کرنا واجب۔) خلافت امارت قضاء جو اہم کام ہیں۔ اُن کے واسطے شارع نے کون سی علامتیں بتلائی ہیں۔ کہ ایسے صفات والے شخص کو خلیفہ یا امیر یا قاضی مقرر کرنا

مناسب ہے۔ اگر صاحب بیعت کی علامتیں نہ بتلائیں۔ تو کیا حرج ہے۔ بالفرض اگر یہی قاعدہ تسلیم کیا جائے۔ تو خلافت و خلفاء سے بھی آپ کو انکار کرنا پڑے گا۔ بر سبیل تنزل اگر ہم اس شرط کو مان لیں۔ تو دیکھو آنحضرت و خلفاء اور تمام اصحاب کے تعامل ثابت ہوتا ہے۔ کہ بیعت ایسے شخص کی ہاتھ پر چاہیے۔ جو اپنے وقت میں تقویٰ و دیانت و صلاحیت کی وجہ سے اپنے ہمعصروں میں فضیلت رکھتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ صلعم کی حیات میں آپ افضل و بہتر تھے۔ ان کے بعد ابوبکر ان کے بعد عمر ان سے پیچھے عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اور بہ سبب فضیلت اُن کی کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوتی تھی۔ الا نیابتہ اور تعامل ان کا بمنزلہ بیان علامت اور تمیز کے ہے۔

مغالطہ ۲۳۔ اور ایسے شخص کی ترجیح کہ کوئی وجہ دوسرے پر ترجیح سے مردی نہیں ہے۔ تو جس کو ہم مقرر کریں گے۔ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی۔ **ھدایہ۔** دیانت علم تقویٰ صبر اور صدق کی پروردگار نے ترجیح کا سبب مقرر فرمایا ہے۔ جن میں یہ صفتیں ہوتی ہیں۔ انہیں کو عند الغیب سے یہ مرتبہ عنایت ہوتا ہے۔ آپ اگر ان صفتوں کو اسباب ترجیح سے نہ کہو۔ آپ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ خود خداوند کریم فرماتا ہے۔ **وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون** اور کیا ہم نے اُن کو

امام ہدایت کرتے تھے۔ ساتھ حکم ہمارے کے جب کہ تکلیفوں کو
سہا انہوں نے اور تھے ہماری آیتوں پر یقین کرتے۔ واذا ابتلی
ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک
للناس اماما اور جس وقت آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے تھوڑی
سی باتوں میں پس ابراہیم نے پوری کر دکھلائیں۔ فرمایا ہم تمہیں
لوگوں کو پیشوا بنائیں گے۔ آنحضرت کا حکم ہے کہ تم اس شخص
کو نماز میں امام کرو۔ جو عمدہ پڑھنے والا اور زیادہ علم والا اور اچھی
سمجھ والا اور بڑی عمر کا ہو۔ مصنف کو اس بات کا کچھ لحاظ نہیں
اپنے صغیر سن لڑکے کو جمعہ اور عید میں امام کرتے ہیں۔ بڑے بڑے
[illegible] علم و عمل و عمر اس کی اقتداء کرتے ہیں۔ دراصل یہ ڈھنگ گدی
نشینی کا ہے۔ خود غرضی کے سبب ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح بھی جائز
ہو گئی ہے۔ انصاف درکار ہے۔ والانصاف خیر الاوصاف
بیعت السلطان ۲۹ اور واجب تھا کہ تمام جہان اور ہر قرن میں
بیعت کرنے والا ایک ہی ہوتا۔ اور یہ خلاف واقعہ کے اور محال ہے۔
ھذا باطل۔ ایک چیز کو واجب کہیں۔ اور محال بھی سمجھیں عقلمندوں
کے نزدیک محال ہے۔ یہ بتلاؤ واجب ہونے کا سبب کیا ہے۔ اور
اس پر دلیل کیا۔ خلافت کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر چند خلیفہ ہو جائیں
تو کشت وخون کی نوبت پہنچتی ہے۔ بیعت میں کچھ خرابی نہیں۔ ایک
ایک شہر میں کئی شخص صاحب بیعت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے

ایک دوسرے سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ اگر یہ کہو کہ آنحضرت کے وقت میں سوائے ذات بابرکات آنحضرت کے کوئی صاحب بیعت نہ تھا۔ اب ایک ہی وقت میں بہت سے آدمی لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔ یہ کسطرح جائز ہوگا۔ تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ کہ بیعت کے واسطے برگزیدہ شخص کو خاص کرنا چاہیے۔ جب آنحضرت تھے۔ تو سب کو آپ کی افضلیت پر اتفاق تھا۔ اس زمانہ میں تمام لوگ ایک ہی بزرگ کے قابل نہیں ہوتے۔ کوئی کسی کو اچھا جانتا ہے۔ کوئی کسی کو۔ جب جیسا کسی کے سمجھ میں آتا ہے ویسا کرتا ہے۔ اور تکلیف شرعی ہمارے ذمہ اسی قدر ہے۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔

مغالطہ نمبر۳۲۔ حصر خلافت اگر ایک شخص پر ہو جاوے۔ تو تو اس میں محال لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس میں نیابت ثابت ہے۔ بخلاف بیعت کے اس میں نیابت ثابت نہیں۔

ھل اباطل۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دراصل کارخانہ بیعت کی بنا نیابت پر ہے۔ آنحضرت رب العالمین کی طرف سے نائب ہوکر بیعت لیتے تھے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ تحقیق جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں بیشک وہ بیعت کرتے ہیں۔ اللہ سے جب بندہ کو خدا نے اپنا نائب مقرر کیا۔ تو ایک کی دوسرے سے نیابت سے بطریق اولیٰ درست ہونی چاہیے۔ مصنف۔ یہ سب بے علمی اور بے خبری کی کتاب و سنت

سے والدگی عدم ثبوت ثابت ہے۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس کو بیہقی اور طبرانی اور ابو یعلیٰ اور ابن مردویہ اور ابن سعد اور ابو داؤد اور عبد بن حمید نے روایت کیا ہے۔ اور ہم بضمن ہدایہ نمبر ۲۵ اس کو نقل کر چکے ہیں۔ بخوبی ثابت ہے۔ کہ آنحضرت نے عمر فاروق کو واسطے بیعت کے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اور ابن ابی حاتم مقاتل سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ آیت (یعنی بیعت النساء) بروز فتح مکہ نازل ہوئی۔ اس وقت آنحضرت نے کوہ صفا پر مردوں سے خود بیعت لی۔ اور عمر فاروق کو عورتوں سے بیعت لینے کا حکم دیا ایسے کامل الثبوت مسئلہ سے انکار کرنا۔ لوگوں میں اپنی بے علمی کا اشتہار دینا ہے۔ مغالطہ ۳۱۔ استدلال دو حکم بیعت کے خاص ہونے پر کلام اللہ میں خطاب بیعت کرنے کا خاص رسول اللہ صلعم کی طرف ہے۔ اور مشروط بشرط ہے۔

ہدایت ۔ قرآن مجید میں ایسی بہت آیتیں ہیں۔ جن میں خاص آنحضرت کو خطاب فرمایا ہے۔ اور احکام کو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ مثلاً واذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم اور جس وقت پڑھے تو قرآن پس مانگ اللہ کے شیطان مردود سے فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب پس جس وقت تو فارغ ہووے۔ پس محنت کر اور طرف رب اپنے کے پس رغبت کر اذا جاء نصر اللہ والفتح الی قولہ فسبح بحمد

ربك واستغفره انه كان توابا جب آوے مدد خدا کی اور
فتح مکہ پس پاکی بیان کر ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے اور بخشش مانگ
اس سے تحقیق وہ معاف کرنے والا ہے۔ واذا جاءك الذين
يؤمنون بآياتنا فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه
الرحمة اور جس وقت آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں
ہماری آیتوں پر پس کہہ تو سلامتی ہے تم پر پروردگار تمہارے نے
لئے رحمت اپنے ذمہ مقرر کر چکا ہے۔ مصنف کے قاعدہ کے موافق
تلاوت کے وقت اعوذ باللہ کا پڑھنا اور بعد قراءت کا دعا مانگنا اللہ
کی طرف راغب ہونا اور عبادت کے لئے کمر بستہ ہونا اور بعد
حصول فتح اور نصرت کے تسبیح و تحمید کا پکارنا اور مغفرت چاہنا
اور مومنوں کو سلامتی اور رحمت کا مژدہ دینا رسول اللہ صلی اللہ
صلعم کا خاصہ ہے۔ اوروں کے حق میں یہ سب کام بدعت ہیں۔
مصنف اسی رسالہ کے صفحہ میں لکھتا ہے۔ کھانا آگے رکھتے وقت
بسم اللہ کہنا کفر ہے۔ غالباً یہ بھی کہہ دے گا کہ اعوذ باللہ پڑھنا
اور تسبیح اور استغفار سب بدعت ہیں۔ بہت آیتوں میں خاص پیغمبر
خدا کو خطاب ہے۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون
ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تطع
من اغفلنا قلبه عن ذكرنا الخ اور روکے رکھ تو اپنے نفس کو
ساتھ ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام ارادہ

کہنا مان اُس شخص کا جس کے دل کو ہم نے غافل کیا ہے [illegible] یاد سے
ولا تطع کل حلاف مهین اور نہ مان تو بات ہر ایک بہت
قسم کھانے والے بیقدر کی خذ العفو وامر بالعرف واعرض
عن الجاهلین تو اختیار کر عفو اور حکم کرنے کی کا اور منہ پھیر جاہلوں
سے فاما الیتیم فلا تقهر واما السائل فلا تنهر پس تو
یتیموں پر قہر مت کر اور سوالی کو مت جھڑک۔ اور صدہا آیتیں اسی
قسم کی ہیں۔ بخوف طوالت ہم ذکر نہیں کرتے۔ گویا یہ تمام احکام آنحضرت
سے خاص ہیں۔ اور امت کو بالکل آزادی جن لوگوں نے خلیفہ اول
کے عہد میں ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا تھا۔ ان کا مصنف کا ایک مذہب
ہے۔ اسی قاعدہ کی رو سے وہ منکر ہو کر قتل ہوئے۔ اگر مصنف اس
زمانہ میں ہوتا۔ تو صحابہ کرام کے ہاتھ سے پاداش عمل دیکھتا۔ اُن کا عذر
یہ تھا۔ کہ یہ آئیہ کریمہ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم
بها میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ کہ اے پیغمبر تم زکوٰۃ
وصول کرو۔ تاکہ آپ کے سبب وہ گناہوں سے پاک ہو جاویں
اُن کے لئے دعائے رحمت کرو۔ آپ کی دعا سے ان کو تسکین ہوگی بعد
رحلت آنحضرت کے نہ وہ لینے والا رہا۔ جس کو خاص خطاب تھا۔
اور نہ وہ علت موجود ہے۔ آپ کے زکوٰۃ لینے کے سبب وہ گناہوں
سے پاک ہوتے تھے۔ اور آپکی دعا سے اُنکو تسلی ہوتی تھی۔ آپ
کے دوسرے کے لینے اور دعا کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں۔ اگر

ہو چکی۔ کہ اصحاب کبار نے بعد آنحضرت کے خلفاء کو زکوٰۃ دی۔ اُن
کے عمل اور آثار سے عموم حکم معلوم ہو گیا، ہم کہیں گے۔ دوسری طرف بھی
اصحاب تھے۔ اور فہم صحابی ایک دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ اور یہ حنفیہ
کا قاعدہ (کاف خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت
معلوم ہوتی ہے۔) جس کو وہ دلیل قطعی سمجھتا ہے۔ مانعین زکوٰۃ کو بھی
بتلاتا ہے۔ آپ کے قاعدہ کے موافق اصحاب کبار و خلیفہ اول ناحق
پر تھے۔ اور منکران زکوٰۃ حق پر۔ اعاذنا اللہ منہ۔ مغالطہ ۲۲۔
اور فعل آنحضرت کا بعض صحابہ سے وہ بھی خاص ہے۔ ہدایہ۔ یہ بات کہاں سے کہتے ہو
کہ آنحضرت نے بعض اصحاب سے بیعت کی تھی ہم صحیح حدیثوں کے حوالہ سے ہدایہ ۲۵ میں ثابت
کر چکے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے کل اصحاب سے بیعت لی۔ تمہاری رائے کسی کے نزدیک سند نہیں ہو
سکتی۔ حدیث یا اثر پیش کرو گے تب البتہ اہل علم قبول کریں گے۔ دعوی کیا تھا کہ میں
ہر مسئلہ پر آیت یا حدیث صحیح یا حسن سے دلیل لاؤں گا۔ اور موقوف پر حدیث
موضوع بلکہ عالم کا قول بھی نہیں لاتا۔ خوف ہے کہ اس آیت کا مصداق
نہ ہو جاوے۔ ویحبون ان یحمدوا بما لم
یفعلوا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب۔
مغالطہ ۲۳۔ جیسا کہ صلوۃ خوف میں حکم ہے۔ واذا کنت
فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الخ اس خطاب کا کوئی خاص
کنندہ نہیں ہے۔ اسی واسطے بعض علماء نے خاصہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہے۔

ھدا ب ۴۳ - صلوٰۃ الخوف میں بیشک خاص کر آنحضرت کو خطاب ہے - مگر قرون ثلاثہ جو مشہود لہم بالخیر ہیں - اور آئمہ دین کے سیاق سے ثابت ہے کہ یہ حکم عام ہے - اگر مصنف کی طرح کسی اور نے بھی اس کو خاص سمجھا ہے - تو اس کی غلطی اور خطا ہے اگر ابو یوسف یا کسی دوسرے امام کا قول خیر القرون کے لوگوں کے برخلاف ہوگا - تو ہرگز قبول نہ کیا جاوے گا۔

مغالطہ ۴۴ - اور نیز قبر پر نماز پڑھنی اور جنازہ غائب پر اور لڑکے کو وہ یوں سے کہ نماز پڑھنی یہ سب باس قسم کے ہیں لیکن ملا اور سنے تصریح کی ہے - جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں جمہور علماء نے کہ جس مسئلہ میں تابعین یا تبع تابعین یا فقہا مجتہدین میں گفتگو اور خلاف واقع ہو تو وہ اختلاف متفرع اختلاف صحابہ پر ہوتا ہے - جب ان امور مذکورہ پر ان عصروں میں گفتگو ہوئی - الی تو معلوم ہوتا ہے - کہ یہ سب معمول بہ صحابہ تھے۔

ھدا ب - مصنف نے صلوٰۃ الخوف اور جنازہ غائب اور نماز بچہ پر جنازہ پڑھنی کو ذکر کر کے اس میں اماموں کا اختلاف بتلایا ہے اور پھر اس اختلاف کو مبنی بر اختلاف صحابہ کبار قرار دیکر ان مسائل کو آنحضرت کے خاصہ ہونے سے نکالا ہے - اور وہ قاعدے جن کو مصنف پہلے لکھ چکا ہے - (اول) جس امر کو پیچھے صحابہ ہی کرنے کے مرضی تھی - اور اپنے خاصہ کی نفی کرنی تھی - اپنے لئے برد

جس کو کسی اور سے کرا دیا۔ (دوم) اگر صحابہ کا کسی سنت پر عمل
کرنا ہمیں معلوم نہ ہو۔ تو وہ منسوخ سمجھی جائے گی۔ (سوم) جس کام
پر آنحضرت ترغیب و تاکید نہ فرمادیں۔ تو وہ خاصہ ہے۔ (ان مسائل
کو خاصہ آنحضرت بتلاتے ہیں۔ جنہوں نے عام سمجھا۔ ان کا قول بیہودہ
ٹھہرا۔ گویا مصنف کے نزدیک خاصہ سمجھنے والے حق بجانب ہیں۔
اور جمہور امت خطا پر اور لطف یہ ہے کہ مصنف ان کو خاصہ نہیں سمجھتا۔
امت کو بھی عمل کی اجازت دیتا ہے۔ قصور فہم کے سبب قواعد باطلہ
بناتا ہے۔ اور ان سے اپنی تکذیب آپ ہی کرتا ہے۔ اور مغالطہ کی
قوت سے اپنے مصنوعی قواعد کو بھی بھول جاتا ہے۔ غرض یہ سب
قواعد نو ایجاد مصنف کے ہیں۔ آئمہ دین تو کیا اہل اسلام میں سے
کوئی اس کا قائل نہیں۔ البتہ مصنف کے بعض قواعد سے مانعین
زکوٰۃ نے ابوبکر صدیق کی خلافت میں مسئلہ پکڑا تھا۔ مگر اصحاب
آنحضرت نے بالاتفاق ان کو قتل کر دیا۔ اور ان کے قواعد کو رد کر
چکے۔ چونکہ ہم بضمن ہدایہ نمبر (۲۴)، باہم بیعت کرنا صحابہ کا اور بہ ضمن
ہدایہ نمبر ۲۵ بیعت کرانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر سے اپنے
عمر رضی اللہ عنہ سے اور بضمن ہدایہ نمبر ۲۳ اور نمبر ۳۰ تاکید اور ترغیب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیعت کرنے میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔
مصنف کے نزدیک بھی بیعت آنحضرت کا خاصہ نہ ٹھہرے گی۔ اگر
نظر انصاف سے دیکھیے۔ اور بحر تعصب کو بند رکھیے۔

مغالطہ ۳۵- اور بیعت کا کسی علماء یا صحابہ یا تابعین میں گفتگو نہیں ہوئی -

ھدایہ - بے شک قرون ثلاثہ سے لے کر اس وقت تک سوائے متعصب کے کسی نے سینت بیعت سے انکار نہیں کیا۔

قال اللہ تعالٰی ویتبع غیر سبیل المومنین الآیہ -

مغالطہ ۳۶ - اور نہ کسی نے باب باندھا ہے حالانکہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کے باب باندھے ہیں۔ مثل بول و براز و جماع وغیر ذلک - ھدایہ - ہمارے بہادر مصنف نے ناواقفی کے سبب سے اور لے علمی کے بھروسہ عجیب دعویٰ کیا ہے۔ کہتے ہیں (کسی نے باب نہیں باندھا) خدا کے لئے اگر صحیح بخاری و مسلم کی سمجھنے کا مادہ نہیں تو ترجمۃ الباب پر ایک دفعہ نظر کر لو۔ اس مجبوری سے اتنا فائدہ ضرور ہوگا۔ کہ پھر ایسا دعویٰ نہ کرو گے۔ میں کہتا ہوں کہ بخاری اور مسلم اور تمام صحاح میں ابواب بیعت موجود ہیں۔ اگر سوا پہر کے افاقہ میں ہو سکے تو ضرور ہی متراجم ابواب کا مطالعہ کرو- اور بالتفصیل ہم دست ہم کچھ بتلا دیتے ہیں۔ صحیح بخاری صفحہ ۵۷ باب البیعۃ علی اقام الصلوۃ صفحہ ۱۰۶۸ باب البیعۃ الامام الناس اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور اقسام اقسام بیعت کا اس میں ذکر ہے۔ مثلاً سچ بولنا اور دینی معاملات میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا اور خلیفہ کے ساتھ جہاد کو حاضر ہونا اور حکم سننا اور ماننا اور مسلمان

بھائیوں کے خیرخواہ رہنا اور جنگ میں ساتھ مرنا اور مطابق کلام اللہ
اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء کے عمل کرنا۔ اس باب سے
یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ امام بخاری کے نزدیک ایسے امور میں امام کے ساتھ
بیعت کرنی سنت ہے۔ اور صفحہ ۱۰۷۰ میں ہے۔ باب من بایع مر
تین باب بیعۃ الاعراب باب بیعۃ الصغیر صحیح بخاری
میں اور بھی ابواب ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (جنہوں نے صحیح
مسلم کے باب وضع کئے ہیں) صحیح مسلم جلد ثانی صفحہ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں باب
استحباب مبایعۃ الامام الجیش عند ارادۃ القتال دیکھو
باب صاف صاف دلالت کرتا ہے۔ اس امر کہ جیسا امام کے ہاتھ
پر بیعت خلافت کی جاتی ہے۔ ویسے ہی اور معاملات کی بیعتیں اور یہ
ابواب بھی صحیح مسلم میں ہیں۔ صفحہ ۱۳۱ جلد ثانی باب کیفیۃ بیعۃ
النساء اور باب البیعۃ علی السمع والطاعۃ جلد ثانی سنن
ابوداؤد میں ہے۔ صفحہ ۸۲ باب ما جاء فی البیعۃ اور ۸۳ میں باب
نکث البیعہ اور باب ما جاء فی بیعۃ النساء۔ اور موطا میں
ہے۔ صفحہ ۳۰۰ جلد ثانی مصفی کا باب البیعۃ علی ارکان الاسلام وترک
الکبائر وغیر ذالک من احکام الشرع اور اس باب میں عورتوں
کی بیعت کا بھی ذکر ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مسوی
شرح موطا کے اس باب میں لکھتے ہیں۔ وفیہ دلیل علی ان البیعۃ
غیر مقصورۃ علی قبول الخلافۃ والذی یتسامع عن مشائخ

الصوفیہ لہ وجہ یعنی پایا جاتا ہے - کہ بیعت صرف خلافت پر موقوف نہیں اور جو صوفیوں میں رواج بیعت ہے۔ اُس کے لئے شریعت میں اصل ہے - اور نسائی رحمۃ اللہ نے اپنی سنن میں کتاب البیعۃ لکھ کر اس میں اٹھارہ باب باندھے ہیں - مگر بخوف ملالت ناظرین ہم تفصیل نہیں کرتے اور ابن ماجہ میں ہے۔ صـ۲۱ باب البیعۃ اور باب الوفاء بالبیعۃ اور صـ۲۱۲ باب بیعۃ النساء ناظرین حق پسند ہماری اس فہرست کو دیکھ کر (جس میں ہم نے باب باب کو بالاستیعاب ذکر نہیں کیا۔) انصاف کریں اور دیکھیں کہ یہ قول مصنف کا (نہ کسی نے باب باندھا ہے) دلیل بے علمی ہے یا نہیں بہت سی آیات قرآنی مسئلہ بیعت مستفاد ہوتا ہے۔ اور احادیث اس بارہ میں کثرت سے ہیں۔ مگر آج تک کسی مفسر اور شارح نے یہ نہیں لکھا۔ کہ بیعت خاصہ آنحضرت تھی۔ مصنف نے بارہ سال محنت کر کے یہ رسالہ بنایا۔ مگر غریبی قسمت سے آیت و حدیث تو کیا کسی عالم کا قول بھی سند نہیں لایا - ناحق خفقانیوں جیسی بات کہہ کر اپنے علم کو بٹہ لگایا۔

صفحہ ۳۶ ۔ تیسرا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الزادنے امور پر بڑی ترغیب دی ہے۔ الی قولہ اور یہ بیعت کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بھی تاکید اس کی نہیں کی اس لئے خاصہ معلوم ہوتا ہے۔

هدانا۔ جناب کو حالتِ خفقان میں وہی پہلی بات یاد آگئی جھٹ قلم اٹھا کر لکھ دیے۔ سبحان اللہ دلائل پڑھانے کا عجوب طریق نکالا ہے۔ مگر آخر خفقانی آدمی تھا۔ گھبرا گیا۔ اگر ہزار بار لکھ دیتا۔ تو مفت میں ہر ایک دلیل بن جاتی۔ بیعت کی ترغیب و تاکید آیت و حدیث سے ثابت ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما اور جس نے پورا کیا کام جس پر اس نے عہد کیا تھا۔ اللہ سے پس قریب ہے۔ دے گا اس کو بڑا ثواب لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم تحقیق راضی ہو چکا اللہ مومنوں سے جس وقت بیعت کرتے تھے وہ تجھ سے درخت کے نیچے پس جان لیا۔ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ پس اللہ کی تسلی ان پر ان آیتوں میں ذکر ہے۔ کہ بیعت سے سکینہ نازل ہوتا ہے۔ اور اسی سے ہے رضامندی اللہ کی اور اس عہد کی وفا موجب اجر عظیم آنحضرتؐ نے فرمایا یا بعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا الحدیث تم مجھ سے بیعت کرو۔ جو آئندہ خدا کا شریک نہ کرو گے کسی چیز کو غیرہ کرو۔ اس حدیث میں صاف تاکید ہے۔ میاں مصنف تو خود ہی ایمان سے کہو۔ کہ یہ انکار تمہارا لا علمی یعنی تجاہل ہے یا جہالت ہے۔

مغالطہ ۳۵۔ چوتھا استدلال قاعدہ اجماعیہ محدثین کا یہ ہے۔ کہ جس فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ باجماع ترک کریں۔ وہ منسوخ ہوتا ہے۔

ھد اییہ۔ مجتہد العصر ایک نیا نیا گل کھلاتے ہیں۔ اور اپنی بےعلمی کا بزبان خود اقرار کرتے ہیں۔ نسخ کا قاعدہ بیعت کے خاصہ ہونے پر اس سے استدلال کرانا اور نسخ سے خصوصیت کا نتیجہ نکالنا مصنف جیسے اہل علم کا کام ہے۔ جو وصف ایک ہی شئے میں پایا جائے۔ اور دوسری چیز میں اس کا وجود نپایا جائے۔ وہ خاصہ شئی کا کہلاتا ہے اور شریعت میں ایک حکم ایسا جاری کیا جاوے۔ کہ پہلے کو اٹھا دے۔ اس کو نسخ کہتے ہیں۔ پس ایک کو دوسرے کی دلیل سمجھنا محض غلط فہمی ہے۔ دراصل محدثین نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کہ ایک امر کی نسبت بسند صحیح ثابت ہو جاوے۔ کہ صحابہ کبار نے بالاجماع اس کو ترک کر دیا تھا۔ تو وہ امر متروک بیشک منسوخ تصور کیا جاوے گا۔ مگر یہ شرط ہے کہ یہ اجماع بسند صحیح صحابہ اور تابعین سے ثابت ہو جاوے۔ اور ترک کا ثبوت فعل کے ثبوت سے کم نہ ہو۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ ایک مسئلہ کو تلاش کریں۔ جب قصور علم و فہم کے سبب پتہ نہ لگے۔ تو کہہ دیں یہ حدیث بالاجماع منسوخ ہے۔ جہالت اور ناواقفی کو اجماع سلف قرار دینا اور اس قاعدہ کو محدثین کی طرف نسبت کرنا غلط ہے۔

امام احمد بن حنبل نور اللہ مضجعہ نے اُس شخص کو جو دعویٰ اِس قسم اجماع کا کرے۔ جھوٹا بتلایا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن القیم نے اعلام میں امام سے نقل کیا ہے۔ اور شیخ صالح بن محمد عمری نے ایقاظ میں اُس عبارت کو پورا پورا نقل فرمایا ہے۔ ولم یکن احمد یقدم علی الحدیث الصحیح ...... بعض الناس انہ استبعاد لوجودہ انتھیٰ ترجمہ یعنی امام احمدؒ کسی کے عمل اور رائے اور قیاس اور قول اور عام علم کو (یعنی جو کہے مجھے کسی کا عمل اِس حدیث پر ثابت نہیں ہوتا) (اور اسی کو بہت لوگ اجماع کہتے ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے تھے اور جیسے علمی سے دعوٰئے اجماع کرتا۔ اس کو جھٹلاتے اور فرضی اجماع کو حدیث پر مقدم کرنے کو جائز نہ سمجھتے اور امام شافعی رحمتہ اللہ نے اپنی آخری تصنیف رسالہ میں لکھا ہے۔ کہ جس مسئلہ میں کسی کا اختلاف معلوم نہ ہو۔ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اس پر اجماع امت ہے۔ امام احمد بن حنبل اور تمام آئمہ حدیث اِس بات پر متفق ہیں۔ کہ حکم پیغمبر خدا صلعم کا رتبہ اِس سے بڑھ کر ہے۔ جو وہمی اجماع کو (جس کی اصلیت یہ ہے۔ کہ ہمیں اِس میں کسی کا خلاف ثابت نہیں ہوا۔) اُس پر مقدم رکھیں اور اگر یہ قاعدہ جاری کیا جاوے تو تمام احکام شرعی بیکار ہو جاویں۔ اور محل اختلاف میں یہ کہہ کر جو ہماری بات کا کوئی مخالف نہیں گویا

اجماع ہو چکا۔ مخالف کی نصوص کو رد کرنے کے گنجائش ہو جائے۔
اسی قسم کے اجماع کا امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمتہ اللہ
نے انکار کیا۔ اور یہ بات نہیں کہ امام احمد صاحب وجود اجماع کو
ناممکن سمجھتے ہیں۔ فقط اس وہمی اجماع کو بہت سارد کرکے پیر
شیخ صالح بن محمد ناقلا عن الاعلام یوں فرماتے ہیں۔ وحین فشاء
هذہ الطریقة . . . . من ارتکبه وکذبوا من
ادعاہ ترجمہ یعنی جب یہ طریقہ جاری ہوا تو اس امر نے رواج
پکڑا۔ کہ وہمی اور مجہول اجماع سے آیات و حدیث سے ان پر حجت
پکڑی۔ تو کہہ دیا یہ حکم خلاف اجماع ہے۔ آیمہ دین نے اس اجماع
کا انکار کیا ہے۔ اور دعوے باطلہ کے مرتکبوں پر ہر طرف سے عیب
دھرا ہے۔ اور ان کو جھوٹا بتلایا ہے۔ اہل نظر غور کریں۔ قاعدہ
کیا تھا۔ اور مصنف نے کس طرح بگاڑ کر بیان کیا ہے۔ اگر مصنف
کے نزدیک بیعت با جماع امت متروک تھی۔ تو اس کو لازم تھا۔
کہ محدثین و فقہاء کی کتابوں سے اس اجماع کو نقل کرتا محض
اپنے معلومات پر اعتماد کرکے ایک امر مسنون کو منسوخ ٹھہرانا
بعید از دیانت ہے۔ ہم ان لوگوں سے جنہوں نے مصنف کی
اور ہمارے جوابات کو ملاحظہ کیا ہے۔ درخواست کرتے ہیں کہ ایسے
کم علم آدمی کے کہنے سے سنت صحیحہ ثابتہ کا انکار نہ کر دیں۔ اور اس
کی تتبع اور تلاش سے فریفتہ نہ ہو جاویں۔ مصنف کی اس تتبع اور

تلاش پر (کہ بیعت میں کسی عالم نے نہ باب باندھا ہے۔ اور نہ شارع کی طرف سے تاکید وترغیب آئی ہے) اس کی اور تتبع وتلاش غیاس کریں۔ بالفرض اگر متقدمین یا متاخرین میں سے مصنف کی طرح کسی نے اجماع کا دعوئے کیا ہے۔ تو وہ بھی تسلیم نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ہم بضمن ہدایہ نمبر ۲۲ تعامل صحابہ ثابت کر چکے ہیں۔ صفحہ ۳۹۔ بلکہ ترمذی نے آخیر کتاب میں لکھ دیا ہے۔ کہ جو حدیثیں میں نے بیان کی ہے۔ سب معمول بہا ہیں۔ مگر وہ حدیثیں ایک حدیث شارب خمر کی جو پانچویں دفعہ شراب پیوے قتل کیا جاوے۔ اور ایک حدیث جمع بین الصلوٰتین بلا عذر غیر معمول بہا ہیں۔

ہدایہ۔ ترمذی رحمۃ اللہ نے اوّل اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ جو پانچویں دفعہ شراب پیوے۔ قتل کیا جاوے۔ اس کے بعد یہ حدیث لایا ہے۔ ثم اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم برجل قد شرب فی الرابعۃ فضربہ ولم یقتلہ یعنی آنحضرت کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس نے چوتھی دفعہ شراب پی تھی۔ تو آپ نے اس کو حد لگائی۔ اور قتل نہ کیا۔ گویا آنحضرت کے آخری فعل نے پہلے حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور اسی طرح جو امر جمع بین الصلوٰتین کی حدیث بیان کر کے اس کے پیچھے ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ من جمع بین الصلوٰتین من غیر

عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر۔ یعنی جس نے دو نمازوں کو جمع کیا۔ بلا عذر وہ کبیرہ گناہوں میں داخل ہوا۔ ترمذی نے جمع کو منسوخ نہیں کہا۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت سے اس کو معلل کر دیا ہے۔ اگرچہ روایت ابن عباس میں ضعف ہے مگر چونکہ یہ حدیث نزدیک ترمذی کے معمول بہ امت ہے۔ موافق قاعدہ محدثین کے (جو حدیث ضعیف معمول بہ امت کا ہو۔ اس کے لئے کوئی اصل صحیح سمجھا جاوے گا۔) یہ حدیث معنیً صحیح ہے۔ مصنف صاحب ہماری اس تحریر کو دیکھ کر غالباً مطلب سمجھ جائیں گے۔ اور دل میں نادم ہو کر کہیں گے۔ ان روایتوں سے ہمکو کچھ فائدہ نہ ہوا۔

مغالطہ ۲۵۔ یہ حدیث شارب خمر باجماع صحابہ منسوخ ہے اس کا کوئی منکر نہیں۔

ہدایہ۔ جو لوگ اس حدیث کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ وہ بسبب اس حدیث کے جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ منسوخ بتلاتے ہیں۔ نہ کہ اجماع صحابہ کے باعث یہ محض مصنف کا خیال ہے۔ کوئی آئمہ دین سے اس کا قائل نہیں۔ اگر کسی نے بزعم باطل ایسا سمجھا ہو۔ اس کی غلطی ہے۔ اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے متفق الرائے ہیں۔ حافظ ابن القیم اور شیخ معین الدین سندھی اور محمد بن اسماعیل یمانی اور ایک گروہ محدثین کا قول ہے۔ کہ یہ حدیث منسوخ نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ

مصنف صاحب لکھتے ہیں۔ اسکا کوئی منکر نہیں۔

مغالطہ ۱۵ - صحاح میں ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات طرح کی تبدیلی پر کلام اللہ پڑھنا جائز رکھا۔ اور حضرت عثمان کے وقت با جماع صحابہ قرأتیں منسوخ ہو گئیں۔ جو لغت حجاز کے۔

ھدایہ - سب قرأتوں کو منسوخ کہنا غلط ہے سوائے لغت حجاز کے اور قرأتوں کے موقوف ہونے کا سبب یہ ہے کہ بایام خلافت عثمان رضی اللہ عنہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص موافق قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید پڑھتا ہے۔ اور دوسرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اور تیسرا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق اور اختلاف کے سبب آپس میں جھگڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو کافر بتلاتے ہیں۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ حال عرض کیا۔ امیر المومنین نے بمشورہ حضرت علی اور تمام صحابہ جلوا دیئے۔ اس وقت ان قرأتوں کا سند صحیح و متواتر سے ثابت ہونا محال ہے جب تک ان قرأتوں کے جاننے والے موجود تھے۔ وہ بیشک مختلف طرح پر پڑھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے۔ کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پڑھتے تھے۔ اگر صحابہ کا اجماع ہوتا۔ تو یہ بزرگوار کیوں خلاف کرتے البتہ ہم اس وقت مجبور ہیں۔ کیونکہ سوائے مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کے سند متواتر سے کوئی قراءت ہمیں نہیں پہنچی بحکم ضرورت اسی پر اکتفا۔

کرتے ہیں۔ ہمارے خوش فہم ملا صاحب نے اسی کو اجماع سمجھ لیا۔
مغالطہ ۲۲ - اور دوسرا کلام اللہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں جمع نہیں کرایا۔ ابابکر صدیق کیوقت بعد گفتگو بہت کے جمع ہوا۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اجماع سے متروک ہوا۔
ھداۃ - عدم کو فعل جاننا اور پھر اس کو منسوخ سمجھنا خاص آپ کا حصہ ہے۔ عالم تو کیا کوئی جاہل بھی عدم کو فعل نہیں کہتا علماء لکھتے ہیں کہ جو کام آنحضرت کے وقت میں اتفاق نہ ہوا۔ اور پھر کسی وقت میں واسطے مصلحت دینی کے اس کا رواج ہو گیا۔ وہ ملحق بالسنہ یا بدعت حسنہ کہلاوے گا۔ یہ نہیں کہ اس کے وجود سے اس کے عدم کو منسوخ کہا جاوے گا۔ **مغالطہ ۲۳** - تیسرے حدیث میں آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے سے سوائے قرآن کے کچھ نہ لکھو یہ بات باجماع تابعین کے متروک ہو گئی۔
ھدایۃ - جیسا آنحضرت نے تحریر حدیث سے منع فرمایا تھا۔ ویسا اس کے لکھنے کا بھی ارشاد فرمایا۔ صحیحین میں ہے۔ اکتبوا لابی شاہ یہ حدیث لکھو واسطے ابو شاہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کو خود ہی منسوخ کر دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ ما من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا منی الا ما کان عبد اللہ بن عمرو فانہ کان

یکتب و لا اکتب یعنے زمرہ اصحاب میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ
حدیث کا واقف نہیں مگر عبداللہ بن عمرو کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور
میں بن لکھے یاد رکھتا۔ اور صحیح بخاری میں ہے۔ کہ علی مرتضیٰ نے
فرمایا ما عندنا الا کتاب اللہ وما فی ھذہ الصحیفۃ قلت
وما فی ھذہ الصحیفۃ قال العقل وفکاک الاسیر یعنی
ہمارے پاس سوائے قرآن مجید اور ان احکام کے جو اس رسالہ میں
لکھے ہوئے ہیں۔ اور کچھ نہیں میں نے پوچھا اس میں کیا ہے۔ فرمایا
خون بہا اور قیدیوں کے متعلق احکام ہیں۔ اور صحیحین میں ہے کہ
آنحضرت نے مرض الموت میں فرمایا۔ ایتونی بکتاب اکتب
لکم کتابا لن تضلوا بعدہ یعنی کاغذ و قلم و دوات لاؤ میں تمہیں
ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے مصنف کا یہ سارا
دعوے بے وجہ اس کی کتاب کو بے اعتبار اور بدنام کر رہا ہے۔ اس
کی رد اور جواب کی حاجت نہیں۔ مگر فقط اس خیال سے کہ ہمارے
عوام مومنین حنفی کو ان باتوں سے پوری پوری خبر نہیں ہے مصنف کی
قیل و قال سے فریفتہ ہو جاویں۔ راقم نے اس کی غلطیاں بطریق اختصار
بیان کیں۔ آنحضرت نے ابو شاہ کے واسطے کہہ کر حدیث لکھوائی۔ اور
مرض الموت میں کچھ لکھوانا چاہا۔ عبداللہ بن عمرو ہمیشہ جو سنتے لکھ دیتے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی قسم کے اوراق تھے۔ خدا جانے
مصنف صاحب نے ان روایتوں کو دیکھا نہیں۔ جو حکم منع کر دیا جا

تبع تابعین منسوخ بتلاتے ہیں۔ جتنے دلائل اور مثالیں آپ لائے
ہیں۔ کوئی مطابق مدعا نہیں۔ ایسے لائقوں کی خاموشی سے پردہ پوشی
ہے۔ سہ تا مرد سخن نگفتہ باشد ۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

مغالطہ ۴۴ - اگر کوئی اس نظر سے امر میں لادیں حرام نہیں۔

ھدایہ ۔ مصنف نے اپنے پہلے قاعدہ کا خلاف کیا۔ اول لکھا تھا۔
کہ جو کام آنحضرت نے اس نیت سے کیا ہے۔ کہ امت کیلئے شریعت
ٹھہر جاوے۔ تو اس کی ترغیب اور تاکید بھی فرمائی ہے - بلکہ حکم دے
کر پیچھے برو برو عمل کرایا ہے۔ اور ان امور کی نسبت آنحضرت کا رغبت
دلانا اور تاکید فرمانا اور عمل کرانا ثابت نہیں۔ پھر مصنف کا فتویٰ ہے۔
کہ ان پر عمل کرنا حرام نہیں۔ بقول شخصے شتر بے مہار ٹھہرے کسی
قاعدے کے پابند نہیں۔ گویا شاعرانہ خیالات رکھنے کو ہیں۔ کہنے کو
نہیں۔ الم تر انهم في كل واد يهيمون وانهم يقولون
ما لا يفعلون۔

مغالطہ ۴۵ - لیکن بیعت کا ذکر کہیں تابعین اور
تبع تابعین میں سے مروی نہیں۔ اور نام لینا بھی اس کا ثابت نہیں اور
باب باندھنے کا تو کیا ذکر ہے۔

ھدایہ ۔ اس کا جواب ہدایہ نمبر (۴۲) اور ہدایہ نمبر (۳۶) میں
ہم لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ ۴۶ - اس قاعدہ سے خلاف کرنا مثل
ابن تیمیہ و صاحب دراسات و من حذا حذوہما توان کا اختلاف
بمقابلہ جمہور علماء محدثین اور اجماع امت کے کون سنتا ہے۔

ھدایہ قاعدہ محدثین سے کوئی مخالفت نہیں۔ البتہ جو قاعدہ مصنف نے ایجاد کیا ہے۔ (کہ جب ہمیں کسی مسئلہ میں کوئی مخالفت معلوم نہ ہو۔ تو وہ مسئلہ ثابت بالاجماع ہے۔) اور اسی سے صحیح حدیث کو رد کرتا ہے۔ صاحب دراسات اور ابن تیمیہ بلکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور سب آیمہ حدیث اس کو رد کرتے ہیں۔ اور ایسے اجماع کے مدعی کو کاذب کہتے ہیں۔ ہم ان سب عبارتوں کو بضمن ہدایت نمبر (۳۸) تحریر کر چکے ہیں۔

مقالطہ ۱۸ - کئی مسائل میں ابن تیمیہ وغیرہ نے غلطیاں کھائیں۔

ھدایہ - بے شک بیان احکام شرعی میں سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں۔ ہر ایک کو بھول چوک کا ثبوت ہے۔ ابن تیمیہ ہو یا اور کوئی مگر اس مسئلہ میں جس پر بحث ہو رہی ہے۔ ابن تیمیہ نے کچھ خطا نہیں کی۔ بلکہ بموجب قول آیمہ حدیث کے مصنف کی غلطی اور کذب ثابت ہوتا ہے۔ ہاں کوئی اور غلطی بتلاؤ گے تو دیکھا جاوے گا۔ مصنف کا دوسرا اعتراض ابن تیمیہ پر یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی کتاب فرقان میں بے سند قصے کرامات اولیاء کے لکھے ہیں۔ مصنف صاحب کرامات کے ذکر سے گھبراتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کرامات اولیاء اللہ سے انکار ہے۔ ہم پہلے بھی سنا کرتے تھے۔ اس تحریر کو دیکھ کر یقین ہو گیا۔ جو دل میں ہو وہ کبھی نہ کبھی زبان پر آتا ہے۔ کل اناءٍ یترشح بما فیہ تمام اہل سنت والجماعت کے نزدیک اولیاء اللہ سے کرامات

کا ہونا برحق ہے۔ قرآن مجید میں کرامات کا ثبوت قصہ اصحاب کہف اور مریم صدیقہ اور قصہ مصاحب سلیمان علیہ السلام سے (جس نے کہا تھا میں بلقیس کا تخت آنکھ جھپکتے لاتا ہوں) بخوبی پایا جاتا ہے۔ اور کتب حدیث میں صحابہ اور تابعین کے کرامات کا بہت ذکر ہے۔ اگر ابن تیمیہ نے ایسے ثابت اور صحیح مسئلہ کے واسطے شواہد لکھ دئے تو کیا گناہ کیا۔ سب اصل مسئلہ پر شواہد اور توابع لاتے ہیں چونکہ اس مسئلہ کی تحقیق مقصود نہیں۔ لہذا ہم اس بحث کو ختم کر کے مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ **مغالطہ ۷۸** - شوکانی نے اپنے رسالہ میں توسل اولیاء اللہ سے جائز کر دیا۔ اور ابن حزم پر طعن کیا۔

ھدایہ - شوکانی نے عزالدین ابن عبدالسلام پر اعتراض کیا ہے۔ اور آپ لکھتے ہیں۔ (ابن حزم پر طعن کیا ہے۔) ممارست کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کا دعویٰ کر کے جو جو اجتہاد کئے ہیں۔ اُن کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ یہ مطالعہ اور مزاولت دیگر کتب کا سلیقہ دکھلایا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ نقل را چہ عقل۔ مصنف صاحب اس میں بھی غلطی کھاتے ہیں۔ پھر ابن فہم پر اجتہاد کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔

مغالطہ ۷۹ - اور ابن قیم نے اغاثۃ اللہفان میں راگ کی حرمت بیان کی۔ اور صحیح سند ایک بھی نہیں لایا۔ بلکہ صحاح کا خلاف کیا۔

ھدایہ - جہاں تال سُر کے ساتھ راگ گایا جاتا ہے۔ وہاں باجے بھی ہوتے ہیں۔ ابن قیم حرمت معازف کی سند بخاری سے لائے ہیں۔

صحیح بخاری وہ کتاب ہے جس کی صحت پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مصنف صاحب خود کچھ نہیں جانتے بہ تقلید ابن حزم اس حدیث پر جرح کرتے ہیں۔ ابن حزم نے اس حدیث کو معلق بتا کر جرح کی ہے۔ مگر امام نووی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ یہ حدیث متصل الاسناد ہے۔ اور ہشام بن عمار بخاری کے استاد ہیں۔ اور جنہوں نے تعلیق کا جرح کیا ہے۔ انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ مصنف ایک شخص کا مقلد ہو کر اجماع امت کا خلاف کرتا ہے۔ اور ناواقفوں کو ورطہ تحیر میں ڈالتا ہے۔

مغالطہ نمبر ۵۔ شیخ ولی اللہ نے قول الجمیل میں تصریح کی ہے۔ کہ زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اقسام بیعت الا بیعت خلافت متروک تھی۔ ھدایہ۔ مصنف صاحب صفحہ (۱۲) میں لکھتے ہیں۔ کہ قول الجمیل کی نسبت طرف شاہ ولی اللہ کے غلط معلوم ہوتی ہے۔ اور یہاں اسی کتاب سے سند لاتے ہیں۔ اور جو لوگ بیعت سے کیسے معتقد ہوتے ہیں۔ جو اسی مجہول المصنف کتاب پر اعتماد کر کے آیات قطعیہ اور حدیث صحیحہ کو رد کرتے ہیں۔ واہ تحقیق ہو تو ایسی ہو۔ ہم نے فرض کیا۔ قول الجمیل شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے۔ اور یہ قول انہیں کا ہے۔ مگر ہم ہدایہ نمبر (۴۴) میں روایات صحیحہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ صحابہ کبار سوائے بیعت خلافت کے اور اقسام کی بیعت کرتے تھے۔ پس برخلاف ان روایتوں کے یہ قول ہرگز تسلیم نہ کیا جاوے گا۔ اور

یہ کہیں گے۔ کہ شاہ صاحب نے غلطی کھائی ہے۔ آخر وہ بھی بشر تھے۔ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی خطا سے معصوم نہیں۔

مغالطہ ۵۔ امام مالک نے صیام ستہ شوال کو بعد تفحص واستقراء حتی الوسع کے عدم وجدان روایت کو اصل ٹھہرا کر بدعت قرار دیا۔

ہدایہ۔ مصنف نے اس مثال کے سوا اور بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔ مگر اصل بحث سے کسی کو تعلق اور مناسبت نہیں ناحق اپنے اوقات کا خون کیا ہے۔ اور بہت سا لکھ لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ بحث اس بات میں ہے۔ کہ ایک امر کا سنت ہونا قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہو چکا۔ مگر کسی شخص کو بزعم خود صحابہ اور تابعین کا عمل کرنا اس پر معلوم نہیں ہوا۔ کیا وہ شخص اس سنت کو منسوخ کہہ سکتا ہے یا نہیں اور اس بات میں اختلاف نہیں کہ ایک امر کو قرآن وحدیث میں تلاش کریں جب اس کا ثبوت کتاب وسنت سے نہ پایا جاوے۔ تو اس پر حکم بدعت یا حرمت کا لگاویں یا نہ اس بارہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ جو مسئلہ دونوں اصلوں سے ثابت نہ ہو وہ بدعت اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ ناظرین رسالہ ہماری اس تحریر کو دیکھ کر اگر انصاف کریں گے۔ تو سمجھ جاویں گے۔ کہ خارج از مبحث مثالیں ذکر کر کے مصنف نے کس قدر ابلہ فریبی کی ہے۔ مصنف کو لازم تھا۔ کوئی ایسی مثال لکھتا کہ فلاں امر کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ مگر صحابہ کا تعامل اس پر

معلوم نہ ہونے کے سبب امام مالک یا کسی اور امام نے ترکِ حدیث سے اس کو منسوخ کہا ہے۔ تتبع اور تلاش اور اجتہاد پر اس جگہ اعتبار کیا جاتا ہے، جہاں حکم شرعی دستیاب نہ ہو۔ مصنف ایسا بہکے سنت ثابتہ کو بھی رد کرنے لگے۔ تتبع اور استقراء وہاں کیا کرتے ہیں۔ جہاں کتاب و سنت سے حکم معلوم نہ ہو۔ اور نص کے مقابلہ میں اس کا ذکر کرنا اور حکم شارع کو اس سے منسوخ کرنا ظلم ہے۔ آگے چل کر آپ اور ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اور چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں۔ (سب اہلِ علم کی یہی عادت تھی۔ کہ مدار حکم تتبع اور استقراء پر رکھتے تھے جب پیچھے ان کے روایت صحیح سے ثابت ہوا کہ صیام ستہ شوال سنت ہے۔ تو علماء متاخرین نے جاری کر دیا) جس منہ سے دعویٰ کیا تھا۔ کہ جب تلاش کے بعد تعامل صحابہ و تابعین کا حدیث پر نہ ملے۔ تو حکم منسوخ لگایا جاوے گا۔ اُسی منہ سے یہ بھی اقرار ہے کہ علماء کو جب روایت صحیح ملی۔ تو تفحص اور تلاش امام مالک وغیرہ اہلِ علموں کو اعتبار نہیں دیا۔ بلکہ حدیث صحیح پر عمل جاری کر دیا۔ پھر بھولے پن سے لکھتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ اتنا نہیں سوچتے ہیں۔ کہ اس قول سے تو ہمارا دعوے بالکل باطل اور رد ہوا۔ اور اس ردی مثال کے بے فقرے کہہ کر مرمت کرتے ہیں۔ کہ مثالوں پر کچھ جھگڑا نہیں۔ حمد و فراغت شد دعوے بھی ثابت ہو گیا۔ اور مثال بھی مطابق آ گئی۔

مغالطہ ۵۔ اگر کوئی کہے اس بدعت کے انکار کا کا تب الحروف

بھی منفرد ہے۔ اور کوئی ساتھ شامل نہیں۔ اس لئے کاتب الحروف کہتا ہے۔ کہ میں اس میں منفرد نہیں ہوں۔ بلکہ اکثر آئمہ دین میرے ساتھ ہیں۔ صدایہ۔ مصنف کا دعوی ہے۔ کہ اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ اکثر اور کثیر کو جانے دیجئے۔ اگر سچ کہتے ہو تو ایک کا نام بتلایئے۔ فی الواقع کوئی تمہارے ساتھ نہیں۔ فقط رسالہ قول الجمیل میں اتنا فقرہ دیکھ کر دفعتًا قوم انہار مقصود تحصیل قبول الخلافت، اس امر دشوار سے دعویٰ کیا ہے۔ کہ اکثر آئمہ دین کو اپنے ساتھ متفق بتلایا ہے۔ اگر ایک شخص کے نام کا پتہ لگ جاتا تو پھر کیا تھا۔ صدا فِ کہتا کہ تمام جہان میرے ساتھ ہے۔ سلف و خلف کا اجماع ہے۔ قول الجمیل وہی کتاب ہے جس کو آپ اس لائق نہیں سمجھتے۔ کہ شاہ صاحب کی طرف نسبت کی جاوے۔ علاوہ از یں اس قول کا یہ مطلب بھی نہیں جو آپ سمجھے۔ ہم انشاءاللہ عنقریب اس کا بیان کریں گے۔

سفاالطلب ۔ کیونکہ قوم علماء مجتہدین جن کے انکار کی شیخ نے نقل کی ہے۔ ان کا دعوے یہ ہے۔ کہ بیعت بجمیع اقسامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع متروک ہوئی۔ الابیعت قبول خلافت اور شیخ کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیعت کرتے تھے۔ اقامت ارکان اسلام کی اور کبھی تمسک بالسنۃ کی اور کبھی عدم سوال پر الی آخرہ جواب لغو ہے۔

ھدایہ۔ شاہ صاحب نے لفظ قوم بولا ہے۔ اور مصنف صاحب بمقتضائے دیانت۔ اس پر حاشیہ کرتے ہیں۔ (قوم علماء مجتہدین) اگر منکروں میں کوئی مشہور عالم یا مجتہد ہوتا۔ تو ضرور مفسرین اور شارحان حدیث کسی آیت یا حدیث کے نیچے اس اختلاف کا ذکر کرتے۔ اور مخالفین کا نام لیتے۔ دراصل یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جن کو فن حدیث سے کچھ واقفیت نہیں۔ اور مصنف کی طرح بالکل علم سے کورے ہیں۔ اس قوم بیعلم مجہول الاسم نے تو سوائے بیعت خلافت کے تمام اقسام بیعت کے وجود سے انکار کیا ہے۔ اور آپ دھینگا دھینگی ان کے قول کی یوں تاویل کرتے ہیں۔ (ان کا دعوٰی یہ ہے کہ بیعت بجمیع اقسامہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باجماع متروک ہوئی۔ الا بیعت قبول خلافت اور شیخ کا جواب لغو ہے۔ کیونکہ خلافت دعوٰی کے ہے) مصنف نے کوئی منکروں کی تحریر دیکھی ہے۔ نہ ان کا دعوٰی سنا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی کی زبان سے ایسا باطل دعوٰی سنا۔ اور بظن قوم کہہ کر نقل کیا۔ اور بخوبی رد کر دیا۔ خود بدولت نے نہ کہیں ان کا قول دیکھا ہے۔ اور نہ ان لوگوں کو مگر غیب الغیب سے یونہی مطلب سمجھ کر شاہ ولی اللہ صاحب سے لڑائی باندھی ہے۔ شاہ صاحب کی ظاہر عبارت سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اس طائفہ کو وجود جملہ اقسام بیعت سے انکار ہے۔ اور اسی کا رد کیا ہے۔ واللہ اعلم قصوری صاحب کیا سمجھ کر شیخ کے جواب کو خلاف دعوے بتلاتے ہیں۔ اور جناب شیخ کی طرف لفظ لغو نسبت کرتے ہیں۔

مثل مشہور ہے. چھوٹا منہ بڑی بات. کہاں قصوری اور کہاں ولی اللہ دہلوی این الثری من الثریا۔ ہاں اگر کہیں سے قوم کی عبارت نقل کر سکتے ہو۔ تو لاؤ اہل علم دیکھیں گے۔ اور انصاف کریں گے۔

مغالطہ ۵۲ - اور پھر کہا ہے. کہ غیر خلفاء راشدین کے وقت میں متروک تھی۔ اس کا جواب یہ دیا کہ اکثر خلیفوں سے ظالم اور فاسق تھے۔ اس واسطے ان سے بیعت نہ کی گئی۔ اس پر یہ اعتراض ہے. کہ کل خلیفہ فاسق نہ تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے کیوں نہ جاری کی۔

ھدایہ - اصل جواب یہ ہے. کہ خلفاء کے وقت میں بیعت متروک نہ تھی۔ اور اس بات کو ہم نے بضمن ہدایت نمبر (۲۸) ثابت کر دکھلایا ہے۔ اگر صاحب قول الجمیل کی طرز اختیار کریں۔ تو یہ جواب ہے. کہ بیشک خلفاء راشدین کے بعد اکثر خلفاء فاسق گذرے ہیں۔ اور جو پرہیزگار تھے سنتوں میں ان سے بھی قصور ہوتا تھا۔ چنانچہ بعض خلفاء رکوع و سجود کے وقت بعض تکبیرات نہ کہتے۔ اور عمر بن عبد العزیز نماز اول وقت نہ پڑھتے۔ جب صلحاء بھی سنتوں میں سستی کرتے تھے۔ تو کیا تعجب ہے۔ اس سنت میں بھی سستی کی ہے. بالفرض اگر خلفاء کسی سنت کو ترک کر دیں۔ تو کیا وہ سنت سنت نہ رہے گی۔ اور کیا حضرت رسالت کا قول و فعل عمر بن عبد العزیز کی تصحیح کا محتاج ہے۔ استغفر اللہ ربک واطع

تلبیات ۔ مغالطہ ۵۵ - اور اگر خلیفہ فاسق تھے۔ تو اور علماء مجتہدین تبع تابعین موجود تھے۔ انہوں نے کیوں نہ بیعت کی معلوم

ہوتا ہے۔ کہ شیخ کے زعم میں بیعت صرف خلیفہ پر منحصر ہے۔ فتدبر ع
مرا خواندی و خود بدام آمدی۔ **ھدایۃ**۔ قول الجمیل والے نے
اس اعتراض کو بخوبی رفع کر دیا ہے۔ مگر مصنف کو قصور حافظہ کے سبب
کچھ یاد نہیں رہتا۔ شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ بیعت کے سبب
فتنہ کا خوف تھا۔ لوگ شاید بیعت خلافت کا گمان کرتے۔ اور خلیفہ دشمن
ہو جاتا۔ احتیاطاً علماء نے اس کو ترک کر دیا۔ آئندہ اس جواب کو یاد
رکھیئے اور کہیے اور بجائے مرا خواندی و خود بدام آمدی کے یہ بیعت ورد
کیجئے۔ ع شد غلامی کہ آب جو آرد ٭ آب جو آمد و غلام ببرد
مغالطہ ۵۵۔ پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بیعت تمسک بحبل
التقوی بھی متروک تھی۔ خلفاء راشدین کے وقت میں اس واسطے کہ وہ
صحابہ تھے۔ ان کو حضرت کی صحبت کی برکت سے کسی کے ساتھ بیعت
کی حاجت نہ تھی۔ راقم کہتا ہے۔ اگر صحابہ کو حاجت نہ تھی۔ تو اور لوگ
جو روم و شام وغیرہ ملکوں کے جو نئے مسلمان ہوتے تھے۔ ان کو بھی حاجت
نہ تھی۔ اقامت سنت کی کس کو حاجت نہیں ہوتی۔ پھر السلام علیکم بھی
ترک کرنا چاہیئے تھا۔ **ھدایۃ**۔ پہلے تو صحابہ کرام کا ترک ناسخ
حدیث بتایا تھا۔ اب شام و روم کے نومسلموں کو ترک ناسخ ٹھہرایا۔
روم و شام کے نومسلم کسی سنت کو اگر ترک کر دیں۔ تاہم وہ سنت رہے گی۔
اور یہ جو آپ لکھتے ہیں۔ کہ السلام علیک ترک کرنا چاہیئے تھا۔ واہ کیا خوب
جس سے ادا تہجد میں غفلت ہو جانا ہے۔ وہ اوقات پنجگانہ کی سنتیں بھی

چھوڑ دے۔ یہ مثل مشہور ہے۔ سارا جاتا دیکھئے آدھا دیجئے بانٹ ملا یدرک کلہ لا یترک کلہ اللہ کہیں مستعقدین کو یہ قاعدہ نہ بتلا دینا۔

مغالطہ ۵۶۔ برکت صحبت اقامت سنت کی دلیل ہے۔ نہ ترک سنت کی۔ ھدایہ۔ بیعت ان سنتوں میں سے نہیں ہے بجبر روز مرہ کی جاوے۔ بلکہ اگر عمر بھر ایک ہی دفعہ کرے تو بھی کفایت کرتی ہے۔ صحابہ کبار کو بدر کی بیعت نصیب ہوئی تھی۔ اور وہ آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کر کے فیضیاب ہو چکے تھے۔ انصاف سے کہو۔ کہ ان کو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی کیا حاجت رہی۔ آفتاب کے سامنے مشعل کون جلاتا ہے۔

مغالطہ ۵۷۔ بلکہ اتنا ہی کافی تھا کہ کل بیعتیں عن اولہ الی آخرہ اسی خوف سے (یعنی خوف تفرق و فتنہ و فساد) ترک ہوئیں۔ الا بیعت قبول خلافت۔ ھدایہ۔ جزاک اللہ آپ نے سچ کہا۔ ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ خوف فتنہ سے صلحاء امت نے بیعت کو ترک کر دیا تھا۔ اور یہی شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔ اب آپ کی ساری بحث لغو ٹھہری۔ آئندہ بیعت کو کبھی بدعت نہ کہنا۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است۔

مغالطہ ۵۸۔ صوفیوں نے بیعت کی جگہ خرقہ رکھا۔ اب فرمائیے تغیر سنت کے کیا معنی یہی ہیں۔ کہ ایک سنت کو ترک کر کے اسی کی جگہ ایک شے مستحدثہ قائم کر لیتی۔

ھدایہ۔ بعض محدثین کہتے ہیں۔ خیر القرون میں خرقہ جاری ہوا ہے۔

اور جس امر کا خیر القرون میں رواج ہو۔ علمائے محققین کے نزدیک وہ داخل بدعت نہیں ہوتا۔ خاص کر جب کہ داخل سنن فی الدین نہ سمجھا جاوے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتحاف الفرقۃ برحال الخرقۃ میں اور ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں ناقلاً سخاوی سے اور قسطلانی نے حافظ ابن حجر سے اور عبد العزیز ملتانی نے اپنی کتاب کوثر النبی میں رواج خرقہ کو خیر القرون سے (جس کی خیر ہونے کی حضرت رسالت نے شہادت دی ہے) ثابت کیا ہے۔ مصنف کو دائرہ نظر سے بجز سوائے چند رسائل متداولہ کے اور کسی کتاب کی خبر نہیں۔ دلیری سے بن دیکھے رستہ چلتا ہے۔ اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ مشائخ العزیز کو اہل بدعت ٹھہرانا اور ان کے رواج کو بدعات کہنا خوارج کا کام ہے۔ اگر مصنف کو خبر ہوتی۔ تو غالباً طعن نہ کرتا۔ بالفرض اگر تفسیر لنذر عیدہ کی طرف نظر نہ کریں۔ اور روایات مذکورہ کو صحیح نہ سمجھیں۔ جیسا کہ بعض محدثین کا قول ہے۔ تاہم طائفہ صوفیا حدیث ام خالد اور حدیث سے استنباط کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے ام خالد کو لونی عنایت فرمائی۔ اور معاذ کو جب یمن کی طرف رخصت کیا۔ تو عمامہ پہنایا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک بھی یہ استنباط صحیح نہیں۔ مگر چونکہ یہ ایک اجتہادی خطا ہے۔ اس لئے ان کو معذور سمجھ کر صرف خطاء پر مطلع کر دینا چاہیے۔ طعن اور عیب گیری بالکل بیجا ہے۔

مفتاح الطریق ۵۹ : پیر اگر خوف سے ترک کفار تو ملامت۔ انہوں نے

کیوں کی ۔ چاہیئے تھا کہ وہاں سے ہجرت کرتے ۔ جہاں سنت قائم
ہوتی ۔ وہاں جا کر رہتے ۔ **ہدایہ** ۔ اس وقت تمام دارالاسلام
تو خلیفہ کا قلمرو تھا ۔ اور جو مخالفوں کے ملک تھے ۔ وہ دارالحرب تھے
ایک سنت کیواسطے دارالاسلام کو چھوڑ کر دار کفر میں جانا اور ہزار قباحت
اور معصیت کے مرتکب ہونا کوئی مسلمان پسند نہ کرے گا ۔ اگر مصنف
صاحب ہوتے ۔ تو فتوے جاری کر دیتے ۔

مغالطہ ۲۲ ۔ اگر ہجرت نہ ہو سکتی ۔ تو ہجرت کی استطاعت
پانے تک تقیہ کرتے ۔ چھپ چھپ کے ایسے طریق سے سنت ادا کرتے ۔
جس سے وہم بیعت خلافت کا نہ پڑتا ۔

ہدایہ ۔ بھلا اگر کوئی کہے ۔ کہ وہ لوگ ضرور چھپ کر بیعت
کرتے تھے ۔ تو آپ کس طرح اس کو جھٹلا سکتے ہیں ۔ پردہ کی بات
کو سوائے اللہ کے کون جانتا ہے ۔ کسی کو غیب کا علم ہو تو اثبات
یا انکار کا دعوی کرے ۔ اس کا علم خدا کے سپرد کرو ۔ اس معاملہ میں جان
کا خوف تھا ۔ اس کو حتی الوسع لوگ چھپاتے تھے ۔ جب اس وقت کے
حاکموں تک کو خبر نہ ہوتی تھی ۔ تو آج ہزار سال بعد ہمیں کس طرح حال
معلوم ہو جاوے ۔ کہ بیعت کرتے تھے ۔ یا نہیں ۔ اگر ہم فرض کریں ۔ کہ
ان لوگوں نے خوف حکام سے بیعت کو ترک کر دیا تھا ۔ تو بھی شرعاً کچھ
الزام اور مواخذہ نہ ہوگا ۔ بلکہ بلا عذر تارک السنت پر الزام نہیں ۔ اور
یہ جو آپ نے تقیہ کا ارشاد کیا ہے ۔ آپ پہلے یہ ثابت کر دیں ۔ کہ بیعت

واجب تھی۔ اور وہ لوگ در پردہ بھی نہ کرتے تھے۔) تو ہم آپ کیساتھ متفق ہوکران کو ملامت کریں گے۔ اور آپ کو قائل بیعت سمجھ کر بحث چھوڑ دیں گے۔ **مغالطہ ۶۱**۔ کیا یہ بھی دوائے طبی ہے۔ کہ ایک دوا نہ ملی۔ تو دوسری دوا قائمقام اس کے ڈال دیں۔

ھدایہ۔ دین محمدی میں حکیم مطلق نے بہت سہولت رکھی ہے۔ مثلاً اگر پانی نہ ملے۔ یا استعمال نہ کرسکے۔ تو تیمم جائز ہے۔ اور قرآن مجید یاد نہ ہو۔ تو صرف سبحان اللہ والحمد للہ کہنا نماز میں کافی ہے۔ اور جو قیام نہ کرسکے۔ وہ بیٹھ کر اور بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر نماز اور ضعیف العمر روزہ نہ رکھ سکے۔ تو فدیہ ادا کرے۔ نماز کے وقت مسجد پاس نہ ہو۔ تو تمام زمین مسجد ہے۔ یہ سب بدل ہیں۔ اور بھی شریعت میں ایسی بہت صورتیں ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ طب روحانی میں طب یونانی کی نسبت زیادہ آسانی رکھی گئی ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ وما جعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تم پر تنگی نہیں کی۔ جب طب جسمانی میں اصلاح بدنی کے واسطے اطبا نے بدل تجویز کی ہیں۔ تو علاج روحانی کے لئے حکیم حقیقی واسطے رفع حرج کے کے کیوں بدل مقرر نہ فرمادے گا۔ ہاں دوا کے تغیر و تبدل میں ہم سا کو کچھ اختیار نہیں یہ حکیم کا کام ہے۔

مغالطہ ۶۲۔ اور کسی تواریخ سے بھی ثابت نہیں۔ کہ خلفا نے کسی مشائخ کو جب کہ انہوں نے بیعت شروع کی منع کیا ہو۔

ھدایا ۔ جب تک رسم بیعت خلیفوں میں جاری تھی۔ اُن کے خوف سے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوتی تھی۔ جب خلیفوں نے رسم بیعت کو ترک کر دیا۔ اور بیعت ان کی رسم نہ رہی۔ تو لوگوں کو اس کام سے کیوں منع کرتے۔ پھر بھی جس کے ہاتھ پر بیعت اور جمعیت کثیر ہوتی تھی۔ حکام اُن سے دشمنی رکھتے تھے۔ قصوری صاحب آپ تاریخ سے واقف نہیں۔ ابھی ہندوستان میں یہ واقع گزرا ہے۔ شیخ نظام الدین المعروف بسلطان الاولیاء کے ہاتھ پر جب لاکھوں مسلمانوں نے بیعت کی۔ تو بادشاہ وقت کو دل میں خدشہ ہوا۔ اور شیخ کا دشمن ہوگیا۔ مغالطہ ۲۴۔ شیخ صاحب تو خود اور اُن کے والد ماجد اس بلا میں مبتلا تھے۔

ھدایہ ۔ دیکھو قصوری کے فہم کا قصور اور عقل کا فتور یہاں عامل سنت کو گرفتار بلا کہا ہے۔ اور آگے چل کر اسی رسالہ میں فتویٰ دیا ہے۔ (اگر کوئی کسی کے آگے کھانا رکھ کر بطور اجازت کے کہے بسم اللہ) جیسا کہ عام رواج ہے کہتے ہیں۔ بسم اللہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ کوئی ان سے پوچھے کہ بسم اللہ کہنے سے اور سنت پر عمل کرنے سے تو آدمی کافر اور بدعتی ہو جاتا ہے۔ اب ہدایت کن چیزوں میں باقی رہی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔

مغالطہ ۲۵۔ میں کہتا ہوں شیخ صاحب نے جاری کئے کیوں فرمایا۔ بلکہ لفظ استحداث کہنا چاہیئے تھا۔

هدایہ ۔ ملا صاحب شیخ کی عبارت کو دیکھو۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ
(بیعت مسنونہ جاری کی) اگر لفظ استحداث لکھتے ۔ تو یوں عبارت
ہوجاتی ۔ بیعت مسنون استحداث کی بھلا مسنون بھی کہیں بدعت
ہوتا ہے ۔ کچھ تو آگے پیچھے دیکھا کرو ۔ اور بیعت مسنون کوئی ایسے
اجزاء سے مرکب چیز نہیں ۔ کہ جس میں یہ تاویل کر کے (جو کچھ سنت
ہے ۔ اور کچھ بدعت مستحدثہ) آپ کی اصطلاح کو صحیح بنایا جاوے۔ ایک
ہی چیز کو سنت اور بدعت کہنا عقلمندوں کا کام نہیں ۔

مغالطہ ۵۵ ۔ اور سنت متروکہ اور منسوخہ یا جماع کو جاری کرنے
والے کی مصداق ہوئی ۔ ہدایہ نمبر مصنف نے صفحہ ۵۵ میں کہا ہے
(اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں) چنانچہ اس کا رد ہدایہ نمبر (۵۲) میں ہم کر چکے
ہیں ۔ اور یہاں لکھتا ہے ۔ (سنت منسوخہ یا جماع) مصنف مبالغہ کرنے
میں استاد ہے ۔ اگر شاعر ہوتا تو خوب نام پاتا ۔ اصل بات تو اتنی تھی ۔
فقط قوم آپ نے اس کے معنی کئے ۔ (قوم علماء مجتہدین) پھر
اس پر حاشیہ کیا ۔ (اکثر آئمہ میرے ساتھ ہیں) اور یہاں پہنچ کر چھلانگ
لگائی پر آئی لکھ دیا (بیعت سنت منسوخہ باجماع ہے) بے دلیل
دعوے کرنا دروغ گوئی کی علامت ہے ۔ اگر آپ کا دعوے صحیح ہے ۔
تو ایک ہی معتبر عالم کا قول نقل کیجئے ۔ اجماع یا اکثر اماموں کا اتفاق
ثابت کرنا تو امر محال ہے ۔ کم فہمی سے مصنف نے اور بھی اعتراضات
قول الجمیل پر کئے ہیں ۔ چونکہ ہماری بحث سے ان کو علاقہ نہیں اس

سلئے ہم کچھ تعرض نہیں کرتے۔ مصنف نے یہاں تک بڑھ کر لکھا ہے۔
کہ شاہ صاحب نے قول الجمیل کو کفر و شرک سے بھر دیا ہے۔ استغفراللہ
شاہ ولی اللہ وہ شخص ہے۔ جس نے اتباع سنت اور توحید
کا سب سے پہلے ہندوستان میں بیج بویا ہے۔ بلکہ اُن کے بعد
بھی آج تک اِس ملک میں ایسا شخص کم معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس
نے ردِ شرک و بدعت اور احیائے سنت میں ویسی کوشش کی
ہو۔ شاہ صاحب کا علم و فضل اور اتباع سنت ان کی تصانیف کو
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ خاص کر حجۃ اللہ البالغہ عقد الجید الفاف
تفہیمات کے مطالعہ سے تو یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص لاثانی تھا۔
متاخرین تو کیا متقدین میں بھی کوئی ایسا کم گذرا ہوگا۔ اِن کتابوں
میں اتباع کتاب و سنت۔ کی طرح طرح سے تائید کر کے تقلید و بدعت
کی خوب جڑ اکھاڑی ہے۔ اِس زمانہ کے سب علماء اسی خاندان
کے خوشہ چین ہیں۔ انہیں سے فیضیاب ہونا اور انہیں پر اعتراض
بیجا کرنا کفرانِ نعمت کی علامت ہے۔ ہم سب مسلمانوں کو چاہیئے۔
کہ ایسے پیشوائے دین سے محبت رکھیں۔ آنحضرت دُعا کیا کرتے
تھے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اے
پروردگار تو ہمیں اپنی اور اپنے دوستوں کی محبت نصیب کر۔

مغالطہ ۲۶۔ اِس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ کوئی سوا اللہ کے
کسی کو دل میں توبہ القاء نہیں کر سکتا۔

هدایہ۔ جو آیت مصنف نے لکھی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے۔
(کہ جس کو اللہ گمراہ کرے۔ اس کا کوئی ہادی نہیں۔) یہ بات بیشک
حق ہے۔ جس کی قسمت میں گمراہی لکھی گئی۔ وہ کبھی ہدایت نہیں پاتا۔
مگر اس آیت کا یہ مطلب نہیں۔ کہ انبیاء اور اصفیاء سے خلقت کو
کچھ ہدایت حاصل نہیں ہوتی۔ پروردگار فرماتا ہے۔ وانک لتھدی
الی صراط مستقیم اے نبی تو ہدایت کرتا ہے۔ سیدھے راہ
کی طرف اور فرمایا۔ کتاب نزلناہ الیک لتخرج الناس
من الظلمت الی النور یہ کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی ہے تاکہ
تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے طرف روشنی کے۔ اور فرمایا۔ ولکل
قوم ھاد ہر گروہ کے واسطے ایک رہنما ہے۔ اور فرمایا وممن خلقنا
امۃ یھدون بالحق ہماری مخلوقات میں سے ایسے ہیں۔ جو
سچی راہ بتلاتے ہیں۔ ان آیات سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت
خاتم المرسلین ہمیں سیدھی راہ دکھلانے کو آئے اور موافق ہدایت قرآن
کے ظلمات سے طرف نور کی کھینچ کر لاتے ہیں۔ اور ہر امت کی طرف
رہنمائی کے واسطے رسول آتے رہے ہیں۔ اور ہر وقت بندگان
خدا میں سے ایسے لوگ موجود رہتے ہیں۔ جو گمراہوں کو راہِ حق
بتلاتے ہیں۔ ہدایت اور ضلالت تقدیر الٰہی کے تابع ہے۔ وہ چاہے تو
ہدایت کرے نہ چاہے تو نہ کرے۔ اس میں کسی کو انکار نہیں۔ فاعل حقیقی
وہی ہے۔ مگر انبیاء اور کتب آسمانی اور صلحاء اور علماء کو پروردگار

نے اسباب ہدایت فرمایا ہے۔ اگر ان کو ہدایت خلق میں کچھ دخل نہ ہوتا۔ تو پروردگار رسول نہ بھیجتا اور کتابیں نازل نہ فرماتا۔ اور امر بالمعروف کی تاکید نہ کرتا۔ اب جو فرقہ صحبت صلحاء اور علماء کا انکار کرے ہے۔ وہ معاذ اللہ تمام اسباب ہدایت کو لغو ٹھہراتا۔ ملا صاحب نے لکھا ہے۔ کہ اللہ ہی مرشد ہے۔ اور کسی کو مرشد کہنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ اور قصیدہ علیا میں جو اس رسالہ کے پیچھے بنایا ہے۔ لکھتے ہیں۔ کہ میرا مرشد رسول اللہ ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ اس قول سے تائب ہو گئے ہیں یا اپنے واسطے قرآن شریف کا خلاف جائز سمجھتے ہیں۔ اوروں کے لئے ناجائز۔

مغالطہ ۱۷۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بندہ کامل کو حکم نہیں۔ کہ کسی کو اپنا عبد یا مرید یا چیلہ کہے۔ اور یہ حکم ہے کہ مدیر ربانی اور اللہ والے بنو۔

ھدایت۔ اس آیت کی شان نزول مفسرین یوں لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت کو نبوت ملی۔ اور آپ نے تمام خلقت کو طرف توحید اور اقرار رسالت کے بلایا۔ تو یہودیوں نے لوگوں میں یہ بات مشہور کی۔ کہ خدا کو ہم بھی مانتے ہیں۔ مگر یہ شخص (مدعی نبوت) چاہتا ہے۔ کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ یعنی مجھ کو اپنا معبود سمجھو۔ غرض اس تہمت سے آنحضرت کو بدنام کرنا چاہا۔ تاکہ کوئی شخص آپ کی بات نہ مانے۔ اور آپ کا دین اختیار نہ کرے۔ اللہ جل شانہٗ نے یہ آیت نازل فرما

کر آن کا فریب کھول دیا۔ اور ارشاد کیا کہ نبی شرک نہیں بتلایا کرتے۔ ہمارا رسول یہ حکم کرتا ہے۔ کہ تم خدا پرست بنو۔ اس واسطے جو تم (اے اہل کتاب) کتاب پڑھتے پڑھاتے رہے ہو۔ قصوری صاحب بھی احبار کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ پر تعلیم شرک و بدعت کی تہمتیں لگا کر خلقت کو ان سے نفرت دلاتے ہیں۔ عباد کے معنی اس جگہ عبادت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ مصنف نے بھی تصریح کی ہے۔ پس اس لفظ سے پیر و مرید کہنے کی ممانعت استنباط کرنا ظلم اور تحریف ہے۔ پیر اور مرید میں تو شاگرد اور استاد والی نسبت ہے۔ جس سے کوئی فن یا علم یا خاص کر احکام اسلام سیکھے۔ اس کو استاد اور شیخ کہتے ہیں۔ اور جو مرد کامل طریقہ حضور دائمی کا (جس کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں) بتلا دے اس کو مرشد اور پیر کہہ کر پکارتے ہیں۔ احسان کا درجہ سب کملوں سے بڑھ کر ہے۔ اور جو اس عالی منصب پر مترقی ہوتے ہیں۔ وہی پیر اور پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ اگر کہو یہ صوفیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اسلام کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو ہم آپ کو پتہ بتلا دیتے ہیں۔ مشکوۃ کتاب الایمان فصل الاول کا مطالعہ کرو۔ درجہ احسان کا اس میں صاف صاف ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں قصوری سے زیادہ کس کی حالت قابل افسوس ہو گی۔ تعلیم مرتبہ احسان کو شرک اور بدعت کہتا ہے۔ اور ان کاملین کے حقیقین جو اس طریقہ کے معلم ہیں۔ آیت کو نوا عباداً لی من

دون اللہ پڑھتا ہے۔ اس بے محل آیت لانے سے معلوم ہوا۔ کہ
تحریف جو عادت یہود ہے۔ آپ میں یہ بھی موجود ہے۔ بعض علماء
ہمعصر ہمارے کہتے ہیں۔ کہ بیعت صالحوں کے ہاتھ پر بیشک سنت
ہے۔ مگر پیری مریدی بدعت ہے۔ میں کہتا ہوں یہ ان کی بڑی بھاری
غلطی ہے۔ جب بیعت صالحوں کے ہاتھ پر سنت جانتے ہیں۔ پس
پیری مریدی کہ عبارت ہے۔ بیعت کرنے اور طریقہ احسان بتلانے
سے جو دونوں کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔ کیوں بدعت ہوئی۔
بلکہ اس وقت میں پیری و مریدی فقط بیعت لینے اور کرنے کا
نام ہے۔ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے۔ اگرچہ اور کچھ
نہ بتلاوے۔ اس کو پیر کہتے ہیں۔ اور بیعت کرنے والے کو مرید۔
تعجب ہے جب بیعت سنت ہے۔ تو عمل اس کا کیوں بدعت ہو۔
اور عامل اس کا کیوں مبتدع ہو۔ اس تقریر سے جب وہ لاجواب
ہو جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ بیعت
لینے والے پر پیر کا نام رکھنا اور کرنے والے کو مرید کہنا بدعت
ہے۔ اور یہ قول ان کا بھی غلط ہے۔ کیوں کہ اسما امور عادیہ سے
ہیں۔ اور اسماء عادیہ میں بالاتفاق بدعت نہیں ہوتی۔ مثلاً غلام علی
احمد اللہ، غلام اللہ، عطاء اللہ وامثال ذلک نام رکھنا اور استاد
شاگرد کہنا بھی بدعت ہو جاوے گی۔ کیوں کہ یہ نام سلف سے منقول
نہیں۔ ہاں اگر کوئی فقط اس خالی نام کو ثواب اور عبادت سمجھے۔

تو بے شک اس کے حق میں بدعت ہو گی۔

مغالطہ ۶۸۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرآن ہی کی تعلیم کریں۔ اور اُسی تعلیم سے راہ دین دکھادیں۔ نہ بذریعہ کسی اور طریقہ مخترعہ کے۔

ھدایہ۔ کلمہ حق وارادبہا باطلا مصنف نے بات تو ٹھیک کہی۔ مگر اُس کی غرض باطل ہے۔ دیکھو مغالطہ (۱۲) ص ۹ میں تعلیم فاتحہ پر انکار کیا ہے۔ اور یہاں قرآن کی اجازت دیتا ہے۔ کیا الحمد قرآن مجید میں سے نہیں۔ کاش مصنف اپنے ہی قول کے موافق عمل کرتا اور ضد میں آکر طریقہ مسنونہ پر جو قرآن وحدیث اور تعامل صدیقین امت سے ثابت ہے۔ اعتراض نہ کرتا۔ منہ سے حق کہنا اور خود لگو طرت قواعد سے اس کو رد کر کے خلاف عمل کرنا اہلِ حق سے بعید ہے۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ یاایہاالذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک بڑے غضب کا باعث ہے۔ جو تم منہ سے کہو اور نہ کرو۔

مغالطہ ۶۹۔ اور شیخ صاحب اور ان کی اولاد امجاد اپنی کتابوں میں صریح لکھتے ہیں۔ کہ یہ سب باتیں شرک ہیں شاید شیخ صاحب نے کسی مصلحت سے لکھا ہو گا۔

ھدایہ۔ مناسب تھا۔ کہ آپ یوں کہتے (شاید شیخ علیہ الرحمہ

کی کلام میری سمجھ میں نہیں آئی) ورنہ یہ کیا عذر ہے کہ شیخ نے کسی مصلحت سے لکھا ہوگا۔ کوئی ایسی مصلحت بھی ہے جس کے سبب شرک اور بدعت کا رواج دینا جائز ہو جائے۔ غالباً آپ کے نزدیک مصلحتاً جھوٹ بولنا دینی مسائل میں درست ہوگا جبھی آپ کا رسالہ بہتان اور جھوٹ کا مجموعہ ہے۔

معالم ہے۔ اور ظاہر ہے۔ قوم سے مراد شیخ کے قول میں قوم مجتہدین کی ہے۔ الی قولہ اس بیان سے ثابت ہوا۔ کہ راقم اس بات میں منفرد نہیں ہے۔ بلکہ اور مجتہدین بھی میرے ساتھ ہیں۔

ھداۃ یہ۔ شاہ صاحب نے صرف اتنا لکھا ہے۔ کہ ایک قوم نے بیعت کو خلافت پر منحصر سمجھا ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے۔ وھذا ظن فاسد منشاء یہ ان کا گمان غلط ہے۔ شاہ صاحب تو اس قول کو رد کر چکے ہیں۔ قصوری صاحب کے پاس اور کوئی سند نہیں۔ یہی عبارت جس کا قائل بھی مصنف کے نزدیک مجہول ہے۔ بار بار نقل فرماتے ہیں۔ اگر کوئی مجتہد یا امام یا معتبر عالم بیعت کو قبول خلافت پر منحصر سمجھتا۔ تو ضرور مفسرین و محدثین کسی کتاب میں اس کا قول نقل کرتے اور نام بھی لکھتے۔ صدہا کتابیں موجود ہیں۔ کسی میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا۔ پھر اس بناء فاسد پر جو آپ نے دعوٰے کیا ہے۔ اس میں بڑا خلل اور اختلاف ہے۔ صفحہ میں لکھتے ہیں۔ (باجماع امت بیعت منسوخ ہے) اور صفحہ ۵ میں

لکھا ہے۔ (اکثر ائمہ دین میرے ساتھ ہیں) اور یہاں کہتے ہیں۔
(راقم اس بات میں منفرد نہیں) مصنف نے اظہار خبط اور جنون
میں کوئی کسر نہیں رکھی۔ اگر لوگ اب بھی نہ سمجھیں۔ تو ان کا قصور ہے،
ہم قصوری صاحب سے رعایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجماع
امت اور اتفاق اکثر ائمہ کا ثبوت ان کو معاف صرف ایک مجتہد یا معتبر
عالم کا نام بتلادیں۔ تب ہم ان کو معذور سمجھیں گے۔ ہدایہ نمبر (۵۱)
نمبر (۲۵) میں اس مسئلہ کو ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ ناظرین اگر توجہ کریں
گے۔ تو حق ظاہر ہو جائے گا۔

۱۲ مغالطہ۔ جیسا کہ تحذیر ابن حبان کی اور ابن جوزی کی کتاب
تلبیس ابلیس اور شیخ احمد موصوف کے قواعدوں سے اور عبدالحق صاحب
کی شروح سے جو ان قواعد کی ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت علماء
نے متصوفہ کے طرق کا انکار کیا ہے۔

ہدایہ۔ علماء نے اس طائفہ کی بدعتوں کو بہت رد کیا ہے اور
رد بدعات میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر کسی نے آپ کی طرح بیعت
توبہ اور بیعت اسلام اور بیعت اتباع سنت کو رد نہیں کیا۔ انکار
حق خاص آپ کا حصہ ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ نے جیسے صوفیوں
پر نکتہ چینی کی ہے۔ ویسے محدثین اور فقہاء اور واعظین کے عیوب
بھی ظاہر کئے ہیں ہم نے فرض کیا اس طائفہ کے رواج سراسر بدعت
ہیں۔ ابن جوزی یا کسی اور سے بیعت کا انکار ثابت کرو۔ خارج از

مطلب جھگڑا کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

مغالطہ ۲۷ - راقم کہتا ہے کہ نووی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت توبہ واستغفار کی اول امر میں تھی۔ یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی۔ **ھدایہ** - نووی رحمۃ اللہ نے جو فرمایا۔ درست فرمایا مگر آپ کا استنباط اس سے غلط اور بہتان ہے۔ انہوں نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ بعد از ہجرت بیعت متروک ہو گئی تھی یہ قصوری صاحب کا الحاق ہے۔ واسطے تسلی ناظرین کے ہم ان روائیتوں کو نقل کرتے ہیں۔ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا نشرک باللہ شیئا و لا نزنی و لا نسرق و لا نقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔ ہم نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ہم کبھی شرک اور زنا اور چوری اور خون ناحق نہ کریں گے۔ امام نووی بعد نقل روایت کے کہتے ہیں۔ یہ معاملہ قبل از ہجرت ہوا تھا۔ مگر یہ نہیں کہا کہ ہجرت کے بعد کبھی آنحضرت نے بیعت توبہ نہیں لی اور نہ امام موصوف ایسا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ صحیحین کی روایت سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ مصنف نے کج فہمی سے ایسا سمجھا اور امام کے ذمہ لگا دیا۔ صحیحین میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وحولہ عصابۃ من ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عاقبہ واللہ عفا عنہ قال فبایعناہ علی ذالک آنحضرت کی مجلس میں

اصحاب کبار حاضر تھے۔ آپ نے ارشاد کیا۔ آؤ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو۔ جو ہم شرک اور چوری اور زنا نہ کریں گے۔ اور اپنی اولاد کو نہ ماریں گے اور کسی پر بہتان نہ کریں گے اور حکم نبی کا خلاف نہ کریں گے۔ اور صحیح بخاری اور نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ آپ نے یہ آیت بھی پڑھی۔ اذا جاءك المومنات يبايعنك الخ پس فرمایا جو شخص اس وعدہ کو پورا کرے گا۔ اللہ اس کو اجر دے گا۔ اور جو ان گناہوں کا مرتکب ہوا۔ اور سزا دیا گیا۔ پس سزا اسکے لئے کفارہ ہے۔ اور جس گنہگار کی خدا پردہ پوشی کرے۔ اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ خواہ بخشے خواہ عذاب دیوے۔ راوی کہتا ہے پھر ہم نے اس بات پر آنحضرت سے بیعت کی۔ لفظ عوقب سے اور آیہ اذا جاءك المؤمنات پڑھنے سے صاف ثابت ہے۔ کہ یہ بیعت آنحضرت نے بعد از ہجرت کی تھی۔ کیوں کہ لفظ عقاب سے مراد حدود شرعی ہیں۔ اور حدود کا حکم بعد ہجرت نازل ہوا تھا۔ اور ایسی ہی آیت مذکورہ بھی زمانہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ گویا یہ حدیث دو طرح ہمارے دعویٰ کے موافق شہادت دیتی ہے۔ مصنف نے الفاظ صریح کو چھوڑ کر کج فہمی سے الٹا دعویٰ کر کے اس کو نووی کی طرف ناحق منسوب کیا ہے۔ مشتوجہر کہتا ہے۔ قصوری صاحب کی تحریروں کے مطالعہ سے ہمیں از روئے انصاف اس طرح کی ریڈیو لکھنے کا اور رائے دینے کا موقعہ ملا ہے۔ کہ اس رسالہ کے اکثر دعوے غلط اور دلائل

مغالطات اور روایات منقولہ محض افتراء ہیں۔

مغالطہ ۲۳۔ اس حدیث سے تصدیق ہوتی ہے۔ قول مسلم کی اس نے کہا ہے۔ کہ یہ بیعت اوّل اسلام میں تھی۔ ھدایۃ قصوری صاحب سوچ سمجھ کر منہ سے بات نکالو۔ صحیح مسلم میں تو اس کا اشارہ بھی نہیں ہاں نووی نے اتنا کہا ہے۔ کہ یہ بیعت لیلۃ العقبہ میں ہوئی ہے آپ نے اس پر حاشیہ کیا۔ (کہ بعد از ہجرت بیعت متروک ہوئی) اور آپ نے حاشیہ کو امام موصوف کے ذمہ لگایا۔ اس افتراء کو ہم بخوبی رد کر چکے۔ کیا آپ مسلم اور نووی کو ایک سمجھتے ہیں۔ یا افتراء کی عادت ہو گئی ہے۔ ام تامرھم احلامھم بھذا ام ھم قوم طاغون نووی اور مسلم اگر ایک ہیں۔ تو آپ کیوں غیر ہو گئے ؟

مغالطہ ۲۴۔ پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی۔

ھدایہ۔ حدیث متفق علیہ جس کو ہم ابھی لکھ چکے ہیں۔ اس باطل دعویٰ کے ابطال کے واسطے کافی ہے۔ مغالطہ ۲۵۔ بیعت توبہ استغفار کہ اول میں تھی۔ یعنی قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت متروک ہوئی۔ اس پر دال ہے۔ یہ آیت شریف یاایھا النبی اذا جآءک المومنات وجہ استدلال کی یہ ہے۔ کہ اس کے پہلے رسول اللہ صلعم نے عورتوں کو بیعت کبھی نہیں کی۔ مردوں سے بیعت جہاد و اسلام کی کرتے تھے۔ اور بیعت توبہ بھی پھر آپ نے بیعت مردوں سے بھی ترک کر دی۔

هدایہ۔ مصنف کے قول (اس کے پہلے الخ) میں دو معنوں کا احتمال ہے۔ یا مصنف کی مراد اس کلام سے یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے عورتوں سے بیعت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مردوں سے بیعت اسلام جہاد توبہ کرتے۔ اور یہ محض غلط ہے۔ کیوں کہ ہجرت سے پہلے بیعت جہاد نہ تھی۔ بلکہ حکم جہاد ہجرت سے پہلے ہوا تھا۔ اور یا مراد مصنف کی یہ ہو۔ کہ قبل از نزول اس آیت کے مردوں سے بیعت اسلام جہاد توبہ کرتے تھے۔ اور عورتوں سے نہیں کرتے تھے۔ اس صورت میں بھی غلط ہے۔ کیوں کہ مصنف کا قول ہے۔ (بیعت توبہ بعد از ہجرت متروک ہوئی۔) حالانکہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی۔ اور صلح حدیبیہ ہجرت سے چھٹے سال میں ہوئی۔ چنانچہ کتب سیر میں ہے۔ پس بیعت بعد از صلح حدیبیہ متروک ہوئی۔ نہ بعد از ہجرت۔ یہ صرف مصنف کی کتاب میں تناقض اور اس کی کند فہمی کا بیان ہے۔ ورنہ در حقیقت بیعت نہ بعد الہجرت متروک ہوئی۔ اور نہ بعد از نزول آیت۔ چنانچہ مفصل بیان ہدایہ نمبر ۴ میں ہو گیا۔ مغالطہ ۳۶۔ اور کہیں ثابت نہیں۔ کہ بعد از ہجرت یہ آیت پڑھ کر کسی مرد سے بھی رسول اللہ صلعم نے بیعت کی ہو۔

هدایہ۔ مصنف بڑے دلیر بے علم ہیں۔ بے دھڑک کہتے ہیں۔ (اور کہیں ثابت نہیں۔ کہ بعد از ہجرت یہ آیت پڑھ کر کسی مرد سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کی ہو۔) اور حالانکہ ہجرت کے بعد ایسے واقعات صحیح روایتوں سے ثابت ہیں۔ بخاری اور مسلم ترمذی اور نسائی

مسند عبد الرزاق اور مسند احمد سعید بن منصور اور ابن سعد عبد بن حمید
اور ابن المنذر اور ابن مردویہ یہ سب عبادہ بن صامت سے راوی ہیں قال
کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال بایعونی علےان لا تشر
کوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا وقرأ آیۃ النسا فبایعناہ
علی ذلک عبادہ کہتے ہیں۔ کہ لوگ حاضر خدمت تھے۔ تو آنحضرت
نے فرمایا مجھ سے بیعت کرو اسبات پر کہ شرک اور چوری اور زنا نہ
کریں گے۔ اور آپ نے آیت النساء اذا جاءک المومنات یعنی جو
عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پڑھی۔ پس ہم نے ان امور پر آپ
سے بیعت کی۔ اس حدیث میں دو قرینہ شاہد ہیں۔ اور اس کی تفصیل
ہدایت نمبر ۲۷ میں ہم کر چکے ہیں۔ ادنی توجہ کے ساتھ آدمی ان مسائل کو
کتب حدیث سے نکال سکتا ہے۔ مگر مصنف کو غرور اور خود پسندی
نے مارا۔ خود علم نہیں، دوسرے سے پوچھنے کو عیب جانتا ہے۔ انما شفاء
العی السوال بے علمی کا علاج ہے۔ پوچھ لینا جو شخص بے علم ہو۔ اور
عالموں سے دریافت نہ کرے۔ وہ آخر جہل مرکب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ قصوری
صاحب کے اکثر دعوی ایسے ہیں۔ کہ جب کتب صحاح کو دیکھیں۔ تو سب
روائتیں اس کے خلاف نکلتی ہیں۔ مغالطہ ۷۳۔ اور یہی معلوم ہوا
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے بیعت تو بہ ترک
کر دی۔ تو اس کو عورتوں پر جاری کرنے کیواسطے یہ آیت اتری۔ کیا مردوں
اس آیت کے نزول کی کیا حاجت تھی آگے بیعت مروج تھی۔

هدایہ - قصوری کی عجب حالت ہے - پرلے سرے کا غبی ہو کر پھر
بھی اپنی رائے پر چلتا ہے - نقل سے خبر نہیں - اور درایت سے حصہ نہیں مگر
قرآن و حدیث پر رائے لگانے کو تیار بیٹھے ہیں۔ حضرت رسالت فرماتے
ہیں۔ من قال فی القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار یعنی جو
قرآن میں اپنی رائے لگا کر مطلب کچھ سے کچھ بناتا ہے - وہ دوزخ میں اپنا
ٹھکانا کرے - اور یہ بھی ارشاد ہے - ایک زمانہ آوے گا - لوگ اپنی رائے پر
خود پسندی کریں گے - خدا کے بندے اس وعید کو دیکھ - اور نزول آیات
کے سبب اپنے دل سے بنا کر لوگوں کو خرابی میں نہ ڈال - بخاری نے مروان
ابن الحکم اور مسور بن مخرمہ سے حدیث نقل کی ہے - جس سے سبب نزول صاف
معلوم ہوتا ہے - ناظرین اس روایت کو پڑھ کر قصوری کے علم اور دیانت کا
اندازہ کریں - روی البخاری عن مروان بن الحکم والمسور بن مخرمۃ
انہما قالا . . . . یایہا الذین امنوا اذا جاءکم
المومنات مہاجرات الی غفور الرحیم مروان اور مسور بیان کرتے
ہیں - کہ جو شرائط سہیل بن عمرو نے آنحضرت سے منظور کروائی تھیں ان
میں ایک یہ بھی شرط تھی کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس آوے - خواہ وہ
مسلمان ہو گیا ہو - ہمارے حوالہ کر دینا - آنحضرت نے یہ شرط منظور کر
کے عہد نامہ لکھ دیا - اور اسی روز ابو جندل رضی اللہ عنہ کو (جو حضرت کے
ساتھ ہجرت کے لیے کو تیار تھا) آنحضرت نے لوٹا دیا - اور جو شخص حاضر
خدمت بابرکت ہوتا - گو وہ مسلمان ہو کر آتا - اس کو بھی لوٹا دیتے - اور

ایمان والی عورتیں گھر باہر چھوڑ کر آپ کی جناب میں حاضر ہوئیں۔ بی بی اُمّ کلثوم انہیں میں تھی۔ ان کے رشتہ داروں نے آ کر درخواست کی کہ اُمّ کلثوم ہمارے حوالہ کی جائے۔ پروردگار نے یہ چند آیتیں جو سورہ ممتحنہ کے آخر میں ہیں۔ نازل فرمائیں۔ یاایھا الذین آمنوا اذا جاءک المومنات مھاجرات فامتحنوھن۔ اے ایمان والو! جب وقت تمہارے پاس عورتیں ایمان والی اور گھر باہر چھوڑنے والی آویں۔ تم اُن کا امتحان کرو۔ اور آنحضرت ان آیتوں سے ان کا امتحان کیا کرتے تھے۔ مقام حدیبیہ میں جو عہد و پیمان ہوا تھا۔ اس میں یہ شرطیں درج تھیں۔ اور اس شرط میں (کہ جو ہمارا آدمی تمہارے پاس جاوے اس کو واپس کر دینا۔) عورتیں بھی داخل تھیں۔ پروردگار کو اُن کا پھرنا منظور نہ ہوا۔ یہ آیتیں نازل فرما کر کافروں کا عہد توڑ دیا۔ دیکھو اس حدیث میں ان آیتوں کے نازل ہونے کا سبب کیا واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پس جو شخص ظاہر روایت کو چھوڑ کر اپنی رائے سے توجیہیں تراش تراش کر اس کا مقابلہ کرے۔ اس کو پرلے سرے کا متعصب یا ناواقف سمجھنا چاہیئے۔

مغالطہ ۴۲۔ اور نیز آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے بیعت کرنی عورتوں کو جائز تھی۔ جیسا کہ خطاب آیت اذا جاءک دال اسی پر ہے۔

جواب۔ ہدایہ نمبر ۵ مطالعہ کرو۔ وہاں انصاری عورتوں کا

حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا بخوبی دکھایا گیا ہے۔ اور قریباً ہم یہ بھی ثابت کریں گے۔ جو قریشی عورتوں نے مکہ معظمہ میں عمر فاروقؓ سے بیعت کی تھی۔ تمہارے عقلی استنباط کے رد کرنے کو یہ دو روایتیں شاہد عدل ہیں۔ مغالطہ ۲۹۔ مومنات کے لفظ سے مومن مرد نکلے گا۔ هذا ابه۔ مرد آدمی خدا کا خوف کر۔ لب اللہم کہنے پر لوگوں کو کافر بتلاتے ہو۔ اور خود قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہو۔ یہ کیا ایمانداری اور اتقا ہے۔ صحیحین اور سنن اور مسانید کی روایات سے (جس کو بضمن ہدایت نمبر ۲، ذکر کر چکے ہیں) صاف ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مردوں سے بیعت لی۔ اور آیۃ النساء (جسکو قصوری نے عورتوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔) پڑھی۔ اور نسائی میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا تبایعونی علی ما بایع علیہ النساء فقلنا بلی یارسول اللہ فبایعنا علی ذالک۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے ارشاد کیا۔ کہ کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے۔ اس عہد پر جس پر عورتوں نے بیعت کی ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ ہاں یارسول اللہ۔ پس ہم نے اسی عہد پر بیعت کی۔ ناظرین پہلے اسباب کو سمجھ لیں۔ کہ اس آیت میں بیشک خاص کر عورتوں کا ذکر ہے۔ اور انہیں سے خطاب ہے۔ مگر آنحضرتؐ نے مردوں کے حق میں یہ آیت پڑھ کر (باوجود کہ آنجنابؐ لفظ مومنین اور مومنات میں فرق کر سکتے تھے۔) زن اور مرد سب کو اس حکم میں شامل کر دیا۔ اور پھر قصوری صاحب کو دیکھیں۔ جو بیان دلو ضیع

نبوی کو چھوڑ کر کسطرح رائے پر چلتا ہے۔

مغالطہ - اور شرط اذجاءک سے یہ نکلا۔ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آوے۔ اپنی خواہش سے تو اس سے بیعت تو یہ کر لیں۔ نہ بلا بلا کر تحریص کر کے بیعت کریں۔

ھدایہ - اے پروردگار قصوری کو خوف وخشیت نصیب کر کم علمی و بے فہمی سے تیری آیات واحکام کا خرافات باتوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور بزعم خود ان کو اجتہادات اور استنباطات سمجھتا ہے۔ میں حیران ہوں۔ لفظ بایعنی جو امر کا صیغہ ہے۔ یعنی مجھ سے بیعت کرو۔ صحیح روایت میں موجود ہے۔ اور یہ بے انصاف کہتا ہے۔ (کہ تحریص نہ کرتے تھے۔) امام بخاری اور مسلم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے فرمایا۔ میں نماز عید الفطر میں آنحضرت کے ساتھ تھا۔ پس رسالت مآب عورتوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور آیۃ اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ آخر تک پڑھ کر سنائی۔ اور فرمایا۔ کہ تم بھی اس عہد پر بیعت کرو گی۔ ایک عورت نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہؐ۔ دیکھو اس سے زیادہ ترغیب کیا ہو گی۔ آنحضرت چل کر گئے اور بیعت کی درخواست کی۔ اور روایت ام عطیہ جسکو ہم ضمن ہدایہ نمبر ۲۵ نقل کر چکے ہیں۔ درخواست وطلب بیعت کیلئے کامل ثبوت ہے۔ مثلاً عورتوں کو ایک جگہ پر جمع کرانا اور اپنی جگہ نائب بھیج کر بیعت لینا اہتمام کی علامت ہے۔ اور سب سے بڑھ کر نسائی کی روایت میں تصریح ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مردوں کو ارشاد کیا۔

کیا تم مجھ سے اِس طرح کی بیعت نہیں کرتے۔ جسطرح عورتوں نے کی ہے۔
مغالطہ ۸۱۔ اور کاف خطاب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔

ھدایہ۔ قصوری صاحب اِسیات سے مزہ لیتے ہیں۔ اور بار
بار کہہ کر دِل خوش کرتے ہیں۔ تو ہم بھی آپ کی اقتدا کر کے واسطے یاد دہانی
ناظرین کے ان احادیث کا اعادہ کرتے ہیں۔ جن کو ہم بضمن ہدایہ (۲۴)
و (۲۵) تحریر کر چکے ہیں۔ صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر و عثمان و علی
رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور بیعت کرتے وقت یہ بھی کہا۔ کہ ہم
کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ دیکھو
صحیح بخاری اور مسند امام احمد بن حنبل میں قصۂ بیعت عثمان رضی اللہ عنہ
اور ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ کہ بروز فتح مکہ کوہ صفا پر آنحضرت
مردوں سے بیعت لیتے تھے۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہاڑ سے نیچے
عورتوں سے بیعت کرتے تھے۔ اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی اور ابویعلی
وغیرہم راوی ہیں۔ ام عطیہ سے کہ جب حضرت رسالت مآب مدینہ میں قدم فرما ہوئے۔
انصار کی عورتوں کو ایک مکان میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور عمرؓ کو اپنی جگہ
بیعت کیواسطے بھیجا۔ دیکھو اگر کاف خطاب سے خصوصیت آنحضرت کی
مراد ہوتی۔ تو آنحضرت عمر فاروق کو ہرگز نائب نہ کرتے۔ اور صحابہ کبار خلفاء
سے بیعت کرنے کو جائز نہ سمجھتے۔ ان روایتوں سے صاف ثابت ہے۔
کہ بیعت توبہ اور بیعت خلافت کوئی بھی خاصۂ آنحضرت نہیں۔

مغالطہ ۸۲ - باقی رہی حدیث مجاشع بن مسعود وسلمی قال تیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابایعہ علی الہجرۃ فقال البیعۃ قد مضت لاھلہا ولکن علی الاسلام والجہاد والخیر- اول تو یہ حدیث مختلف ہے

جواب - مجاشع کی حدیث نے منکر کا کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا- اگر کہے بعد ہجرت کے آنحضرت نے مردوں سے بیعت نہیں کی تو یہ بھی رد ہوتا ہے- اور اگر خاص بیعت توبہ کا انکار کرے- تو وہ بھی غلط ٹھہرتا ہے- بالآخر الامر اس نے نیا عذر اور بہانہ ایجاد کیا- ناظرین انصاف پسند غور کریں- مغالطہ (۸۰) میں مصنف نے مسئلہ بیعت کو جو آیت وحدیث سے ثابت ہے- اس عذر سے رد کیا تھا- کہ اجماع نے اس کو منسوخ کر دیا ہے- حالانکہ وہ اجماع بھی ان کا خیالی پلاؤ ہے- یہاں حدیث مجاشع کو جو باتفاق واجماع ائمہ حدیث صحیح ہے- صرف اپنی رائے سے رد کرتے ہیں- یا اجماع کے ایسے معتقد تھے- کہ نصوص کو اس سے منسوخ کرتے تھے- اب ایسے منکر ہوئے- کہ امام بخاری اور مسلم کی احادیث کو جن کی صحت پر اجماع امت ہے- آپ ادھر ادھر کی باتیں بنا کر خلاف اجماع ضعیف بتلاتے ہیں- سچ خوش یا باید شورا شوری یا باید بے نمکی اب ہم مصنف کے اعتراضات اور ان کے جوابات مفصل لکھتے ہیں- اول اس حدیث میں یہ اختلاف ثابت کیا ہے- کہ ایک روایت میں راوی کا بیان ہے- میں آنحضرت کے پاس آیا تھا- کہ ہجرت پر بیعت کروں اور دوسری روایت میں ہے- کہ میں اپنے بھائی کو آنحضرت کی خدمت میں لایا تھا-

تاکہ ہجرت پر بیعت کرے۔ اور تیسری روایت میں ہے۔ کہ میں اپنے بھتیجے کو لے کر آیا۔ دوم یہ اختلاف کیا ہے۔ کہ ایک جگہ اسلام اور جہاد اور خیر تینوں کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مقام میں لفظ علی الخیر نہیں کہا۔ اور بعض موقعہ پر لفظ (علی الایمان) بڑھایا گیا ہے۔ پہلے اعتراض کا یہ جواب ہے۔ کہ اگر حدیث صحیح الاسناد میں ایسا اختلاف ہو۔ کہ اس میں تطبیق کر سکیں۔ تو اس اختلاف کو کالعدم سمجھا جائے گا۔ اور اس حدیث کو پایۂ صحت اور اعتبار سے ساقط نہ کریں گے۔ یہ قاعدہ تمام محدثوں کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر احادیث مختلفہ میں تطبیق ممکن ہو۔ تو دونوں روایتوں پر عمل واجب ہوگا۔ اور حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر اور اس کی شرح میں لکھا ہے۔ کہ حدیث مختلف ممکن الجمع مقبول ہوتی ہے۔ اور جو شخص صحیح بخاری کے الفاظ پر غور کرے۔ وہ ان روایات کی جمع اور تطبیق بخوبی کر سکتا ہے۔ مگر مصنف تحقیق الکلام قصور فہم کے سبب معذور ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ عن مجاشع اتیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم باخی بعد الفتح فقلت بایعنا علی الھجرۃ الحدیث۔ مجاشع کہتے ہیں۔ اپنے بھائی کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ پس میں نے عرض کیا۔ کہ آپ ہم دونوں سے بیعت کیجئے۔ ہجرت پر دراصل مجاشع رضی اللہ عنہ

اور آن کا بھائی دونوں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ اور دونوں
بیعت کے واسطے آئے تھے۔ مگر آپ جب قصہ بیان کرتے۔ تو
کبھی فقط اپنا ذکر کرتے۔ اور کبھی صرف اپنے بھائی کا حال
بیان کرتے۔ اور کبھی اپنا اور اپنے بھائی کا اکٹھے ذکر فرماتے۔
چنانچہ اِس روایت میں لفظ بایعنا سے دونوں کی بیعت
صاف ظاہر ہوتی ہے۔ اب تین اختلاف تو نکل گئے۔ صرف
ایک اختلاف باقی رہا۔ یعنی (ابن اخی) کا نسخہ ہم کہتے ہیں۔ یہ نسخہ
صحیح نہیں۔ بلکہ نسخہ صحیحہ (انا واخی) ہے۔ اور اِسی سبب سے
شارحین نے اِس نسخہ پر صح لکھا ہے۔ جو کل روایات صحیحین کے
مطابق یہی نسخہ ہے۔ اعتراضِ ثانی کا یہ جواب ہے کہ اگر ثقہ اور معتبر
راوی اپنی روایت میں ایسا لفظ زیادہ بیان کرے۔ جو دوسری
روایتوں میں نہ ہو۔ اور وہ زیادتی باعث خلاف بھی نہ ہو۔ تو وہ روایت ائمہ
حدیث کے نزدیک مقبول ہوگی۔ جس کو شک ہو۔ وہ مقدمہ نووی
شرح صحیح مسلم اور شرح نخبتہ الفکر حافظ ابنِ حجر کا مطالعہ
کرے۔

مغالطہ ۳۸۔ دوم یہ کہ پہلی حدیث سے صریح معلوم ہوتا
ہے۔ لکن علی الجہاد والاسلام والخیر۔ یہ جملہ مستانفہ
ہے۔ اور علی کا متعلق استقم نکلے گا۔ معنے یہ ہوئے۔ کہ اب بیعت
نہیں رہی۔ لیکن قائم رہو۔ تم اوپر اسلام اور جہاد اور خیر کے اور یہ

بھی احتمال ہے۔ کہ علی کا متعلق ابایعات علی الاسلام والجہاد نکلے جیسا کہ نووی نے لکالا ہے۔ لیکن اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مشہور ہے۔ مصنف صاحب آپ مولوی اور موحد کہلاتے ہیں آپ کو ایسی جرأت مناسب نہیں۔ اس کو احتمال نہیں کہتے۔ اس کا نام تحریف ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کیا معنی ہیں۔ آپ بنا دی متعلق کون مانے گا۔ متعلق علی صحیح بخاری میں ابایعہ لفظ موجود ہے۔ جب حدیث میں شارع کی طرف سے صراحت آچکی۔ تو دوسری روایتوں کے بحکم یفسر بعضہ بعضاً کی وہی تشریح سمجھنی چاہیئے۔ اگر آیات و احادیث کی ایک دوسرے سے تفسیر نہ کریں۔ اور ایسے مقدرات اور متعلقات نکالنے کی اجازت دیں۔ تو تمام کارخانہ دین برباد ہو جائے گا۔ مثلاً:۔

فرعون نے کہا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ اگر یہاں لفظ عبد مضاف مقدر نکالیں۔ تو معنی یہ ہوں گے۔ تمہارے بڑے رب کا بندہ ہوں۔ پروردگار ہم سب کو تحریف سے بچا دے۔

مغالطہ ۲۲۔ بعد تسلیم یہ نہیں صریح معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بیعت کی ہو۔ اور دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے بیعت نہیں کی۔ الی قولہ کیوں کہ اگر بیعت کرتے۔ تو راوی کو چاہیئے تھا۔ بیان کرتا۔

ھدایہ۔ کیوں صاحب وہ دوسری روایات کہاں ہیں۔
شاید ان کو کتب خانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ کاش
آپ نقل کر دیتے۔ تو ہمیں بھی زیارت نصیب ہو جاتی۔ اچھا
یہ تو فرمایئے۔ کہ ایک وقت کے تمام وقائع کا بیان کرنا راوی کے
ذمہ کیوں واجب تھا۔ اور کس نے فرض کر دیا تھا۔ ہاں
جب مطلب کے اظہار کے واسطے کلام شروع کی جائے۔
اس کا پورا کرنا البتہ لازم ہوتا ہے۔ اس راوی کا مقصود
یہ ہے۔ کہ بعد فتح مکہ ہجرت کا حکم منسوخ ہو گیا تھا اتنا
ہی بیان کر دیا۔ اگر بیعت کا ذکر مقصود بالذات ہوتا۔ تو
بے شک اس کے وقوع کی خبر بھی دیتا۔ اور واضح رہے
کہ لفظ ابایعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بیعت کی تھی۔ مجاشع اور اس کے بھائی نے درخواست
کی۔ اور آپ نے ان کی عرض کو پذیرا فرمایا۔ کیا یہ ممکن ہے۔
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے وعدہ فرماویں۔ اور وفا
نہ کریں۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی یار جاں نثار سے بیعت
چاہیں۔ اور وہ ٹلا جاوے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ لفظ ابایعہ
کا ایسے موقعہ پر لانا۔ (یعنی مجاشع اور اس کے بھائی نے درخواست
کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے بیعت کریں) انعقاد
بیعت کے لئے کافی ہے۔ جو شخص ایسے ظاہر واقعہ کا انکار کرے

سوائے تکذیب نصوص کے اس کے پاس اور کیا دلیل ہو گی۔
بالفرض اس روایت سے ہم منکر کا عذر مان لیں۔ تو روایت صحیحین
اور روایت نسائی سن کر کیا عذر کرے گا۔

مغالطہ ۳۳۔ جواب اس کا کئی طرح پر ہے۔
ہدایہ۔ پہلے ہم اصل قصہ کو نقل کرتے ہیں۔ پھر
مصنف کی بے اصل توجیہات کا ذکر کریں گے۔ صحیح بخاری
میں ہے۔ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے۔ جنہوں نے تخلف
کیا تھا۔ اور شامل غزوہ نہ ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر کرنے لگے۔ اور اظہار
صداقت کے لئے حلف کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
کے ظاہری عذر قبول فرما کر ان سے بیعت کی۔ اور دعائے مغفرت
فرمائی۔ اور معاملہ باطنی ان کا خدا کے سپرد کیا۔ چونکہ اس
قصہ سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے بعد ہجرت فتح مکہ لوگوں سے بیعت تو لی۔ اسی لئے مصنف
نے دو وجہ سے اس بیعت کے بیعت التوبہ ہونے سے انکار
کیا ہے۔ وجہ اول یہ بیان کی ہے۔ کہ جن کا عذر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ ان کے ذمہ گناہ ثابت

نہ ہُوا۔ اور جس نے خطا نہیں کی۔ اس کی توبہ کیسی۔ پس یہ بیعت، بیعت توبہ نہ تھی۔ بلکہ ان کی تالیف قلوب کے لئے اور ان لوگوں میں ان کی برأت ثابت کرنے کے واسطے اور ان کے سمجھانے کے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ظاہراً باطناً راضی ہیں۔ بیعت کی تھی۔ اور یہ آیت

یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم (وہ تمہارے سامنے عذر کریں گے۔ جب تم لوٹ کر جاؤ گے تو کہہ بہانے مت بناؤ۔ ہم ہرگز تمہارا اعتبار نہ کریں گے۔

(جس سے ان کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے) کا یہ تاویل کی ہے۔ کہ وہ اور ہی لوگ تھے۔ منافق اور مجاہر جن کا نہ عذر قبول ہُوا۔ اور نہ عذر کرنا ان کا ثابت ہے۔ جو خود اپنا نفاق ظاہر کیا کرتے تھے۔ پس جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ وہ گنہگار تھے۔ مگر انہوں نے توبہ نہیں کی۔ اور جو لوگ تائب ہوئے۔ وہ گنہگار نہ تھے۔

دوسری وجہ لکھتے وقت ایسی ٹھوکر کھائی ہے۔ جو سر پاؤں کی تمیز نہیں رہی۔ پہلے ایک بات کو لکھ

کر آگے جا کر جھٹلا دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

کہ اس بیعت کو بیعت توبہ نہیں کہہ سکتے۔ توبہ کا یہاں کیا ذکر ہے۔ اگر کہیں تو اس کو بیعت اسلام کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ مخلفین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کفر جاری کر کے زمرہ اہل اسلام کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ اور پھر کہتے ہیں۔

"کہ یہ لوگ عذر اور سوگند سے بری الذمہ ہو گئے تھے۔ ان سے بیعت توبہ اور بیعت اسلام کا لینا بے موقع ہے۔"

واہ اب بیعت اسلام کہنے کو بے موقع کہتے ہو۔ اس کا نام بیعت اسلام کس نے رکھا تھا۔ اچھا اس کا قصور معاف ہم تشدد تصنیف کا نام نہ لینا۔ تصنیف بڑا مشکل کام ہے۔ الغرض یہ ایک ایسا کلام ہے۔ کہ اس کے معنی در بطن قائل بھی نہیں۔ وجہ اول کا جواب یہ ہے۔ کہ:-

"مخلفین چار قسم کے لوگ تھے۔

ایک وہ لوگ جو قبل روانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے۔ اور عذر بیں سنا کر اجازت چاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر کے اجازت دی۔ آیہ :۔

وجاء المعذرون من الاعراب و لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی

میں اُن کا ذکر ہے۔ دوسرے دغا باز منافق جنہوں نے لڑائی کے وقت ساتھ نہ دیا۔ اور جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میدان سے لوٹ کر آئے۔ تو جھوٹے حیلے بہانے بنا کر اور قسم سوگند کھا کر اپنی صفائی کا اظہار کیا۔ چنانچہ آیت یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم اور آیت سیحلفون باللّٰہ لکم اذا نقلبتم الیھم اور آیت یحلفون لکم لترضوا عنھم میں ان کا بیان ہے۔ تیسرے لوگ جو دل کے سچے اور مخلص تھے۔ مگر کوچ کے وقت تیاری نہ کی۔ اور آج کل کہتے ہوئے وقت کھو بیٹھے۔ جب آنحضرت تشریف لائے۔ تو مارے ندامت کے سامنے نہ آسکے۔ اور آپ نے آپکو ستون سے جکڑ دیا۔ اس طائفہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملا صالحا واٰخر سیئا۔ چوتھے وہ لوگ جو اخلاص میں تیسرے گروہ جیسے تھے۔ فقط سستی کے باعث شامل نہ ہوئے۔ اور جناب رسالتمآب کے روبرو حاضر ہو کر قصور کا اقرار کیا۔ آنحضرت نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ کلام کرنے سے منع کر دیا۔ اور حکم الٰہی کے منتظر رہے چنانچہ آیت واٰخرون مرجون لامر اللّٰہ ان کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ایک فرقہ بروقت روانگی عذر کر کے آنحضرت کی اجازت سے پیچھے رہ جانے والا جنکو معذرون

کہا گیا ہے ۔ اور تین گروہ بے اذن رہ جانے والوں میں جو بھی قسم سوم مصنف نے نکالی ہے ۔ اس کا قرآن و حدیث میں بلکہ کسی تفسیر میں بھی ذکر نہیں ۔ مخلفوں میں سے وہ لوگ جن کا قسم دوم میں ذکر کیا ہے منافق تھے ۔ انہوں نے آنحضرت کے روبرو جھوٹے عذر بنا کر معافی چاہی اور بیعت کی ۔ اہل نفاق کے ظاہر حال پر حکم کیا جاتا ہے ۔ باطن سے کچھ تعرض نہیں ہوتا ۔ اس لئے ظاہر ان کا عذر پذیر ہوا ۔ ہمارے بھولے مصنف کو یہ وہم گذرا ۔ کہ اگر وہ منافق ہوتے ۔ تو آنحضرت ان کو بیعت نہ کرتے ۔ اور نہ ان کا عذر قبول کرتے ۔ کیوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔ قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم ای نبی تو کہدے عذر مت کرو ۔ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے ۔ پس باوجود اس حکم کے کسطرح ان کا عذر قبول کیا ۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ لن نؤمن لکم کا معنی تو یہ ہے ۔ کہ ہم تصدیق اور یقین نہ کریں گے ۔ تمہارے عذر کی اور ظاہر ان کا قبول کرنا اور باطن ان کا سپرد خدا کر دینا یہ تو اعراض اور درگذر ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تصدیق اور سچا جاننے ان کے سے منع ہوئے ۔ نہ اعراض اور درگذر سے بلکہ اعراض پر تو امر آیا تھا ۔ چنانچہ آیت سیحلفون لکم اذا انقلبتم الیہم لتعرضوا عنہم فاعرضوا عنہم انہم رجس میں یہی اشارہ ہے ۔ اس واسطے

ان سے درگذر کیا۔ اور حسب ترحم و عادت اپنی کے ان کیلئے مغفرت مانگی اور ان سے بیعت توبہ لی۔ مصنف بمقتضائے نفسانیت یا سفاہت کہتا ہے۔ (کہ آیت یعتذرون الیکم سے مراد منافق مجاہر ہیں جن کا عذر کرنا بھی ثابت نہیں۔) استغفر اللہ العظیم تاویلات سے تکذیب آیات تک نوبت پہنچتی ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔ اللہ تو فرماوے۔ کہ یہ لوگ عذر کریں گے۔ قسمیں کھاویں گے۔ اور آپ کہتے ہیں۔ اس آیت سے مراد منافق مجاہر ہیں جن کا عذر کرنا بھی ثابت نہیں۔ پہلی حدیث مجاشع بن بھی اس قسم کی توجیہیں کرکے سنت صحیحہ کا انکار کیا تھا۔ یہاں آیت کو جھٹلا دیا۔ اور کج فہمی کا یہ حال ہے۔ کہ نقیضین کو جمع کر دیا ہے۔ منافق کبھی مجاہر نہیں ہوسکتا۔ منافق ہمیشہ اپنا حال چھپایا کرتے ہیں۔ اور بظاہر حال مومن دکھلائی دیتے ہیں۔ مصنف کا ایک اعتراض یہ بھی ہے۔ کہ اگر یہ لوگ جن کا عذر بظاہر رسول اللہ نے قبول کیا۔ منافق ہوتے تو ان پر تو حکم کفر اور جہنم کا ہے۔ ان کے لئے استغفار اور ترحم کیا معنے میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ہمیشہ ان کا نفاق دیکھتے تھے۔ اور آیتیں بھی ان کے حق میں اتری تھیں۔ مگر آنحضرت بمقتضائے کرم ان کیلئے دعائے مغفرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ پروردگار نے فرمایا۔ اگر تو ستر بار ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ تو بھی پروردگار ان

کو نہ بخشے گا۔ پھر بھی آپ دعا کرتے رہے۔ عمر فاروق نے منافقوں کی شرارتیں دیکھ کر عرض کیا۔ کہ آپ ان کے لئے دعا نہ کریں آپ نے ارشاد کیا۔ ہم ستر دفعہ سے زیادہ دعا کریں گے۔ کل مفسرین و شارحین حدیث سلف سے لیکر خلف تک ان لوگوں کو (جن کا عذر بظاہر قبول کر لیا۔ اور باطن ان کا سپرد خدا کیا۔) منافق کہتے ہیں۔ مصنف سب سے برخلاف بلا دلیل ان کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ وجہ ثانی آپ اپنا رد اور جواب ہے۔ البتہ ایک بات یہاں قابل ذکر ہے۔ ہم سنا کرتے تھے۔ کہ قصوری صاحب مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں۔ اس حکم کفر سے جو آپ نے مخلفین کے حق میں لگایا ہے۔ اور خاص کر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین تک جس کا اثر پہنچتا ہے۔ ہمیں یقین آگیا۔ اور اس فتوے پر دلیل کیا لائے ہیں۔ کہ آنحضرت نے لوگوں کو ان کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا تھا۔ یہ عجب دلیری ہے۔ اگر انصاف مد نظر ہوتا۔ تو اس بات کی طرف بھی خیال کرتا کہ حضرت نے ان کو طلاق کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہلال بن امیہ کی بیوی کو پاس رہنے کی اور خدمت کرنیکی اجازت دی۔ معاذ اللہ مومنہ اور کافر میں کیا علاقہ تھا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم بیعت کی بحث کرتے کرتے منافقوں کو مومن اور مومنوں کو کافر بنا دیا۔ مولوی صاحب آپ اس بیعت کو بیعت تالیف کہہ۔

یا کچھ اور بہر تقدیر یہ حدیث آپ پر رد ہے۔ کیوں کہ آپ نے صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۲۲ میں تصریح کی ہے۔ کہ مطلق بیعت تا فتح مکہ آنحضرت نے چھوڑی نہیں۔ اور بیعت توبہ بزمان ہجرت یعنی بیعت توبہ بعد ہجرت ترک ہوئی۔ اور بیعت متعلقہ بعد فتح مکہ اور یہ بیعت جسکا اس حدیث میں ذکر ہے ایک سال بعد فتح مکہ سے وقوع میں آئی۔

مغالطہ ۵۷۔ اور نواب صدیق حسن خان صاحب تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں۔ والتی احدثتہا الصوفیۃ و المشایخ وجملۃ المتصوفۃ فلم یثبت بدلیل شرعی ولا اعتد ادب بانل ھی متصادفۃ لما ثبت من الکتاب والسنۃ کما تری۔

جواب۔ افسوس مصنف نے نقل عبارت میں خیانت کی۔ زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے۔ کہ بیچارہ چیلہ کہلایا۔ بدنام ہوا۔ اور مطلب کچھ نہ نکلا۔ جتنی عبارت چھانٹ کر نقل کی ہے۔ اس کے آخیر میں ایک ایسا فقرہ ہے۔ جس میں سب کیا کرایا برباد ہوتا ہے۔ نواب صاحب نے اول آنحضرت کی بیعت کا طریقہ نقل کیا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ وھذا ھو البیعۃ الثابتۃ بالسنۃ فی دین الاسلام والتی حدثتھا الصوفیۃ والمشایخ وجملۃ المتصوفیۃ فلم یثبت بدلیل شرعی ولا

اعتقادیہا بل ہی متصادفة لما ثبت من الکتاب والسنۃ۔ ترجمہ۔ اسی طرح کی بیعت دین اسلام میں سنت نبوی سے ثابت ہے۔ اور جو کچھ کہ صوفیوں اور مشائخ اور زاہدان خشک نے ایجاد کیا ہے۔ پس وہ دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ اور نہ کچھ اس کا اعتبار ہے۔ بلکہ ان کی بیعتیں مقابل ہیں۔ اس بیعت کی جو کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ اس عبارت میں جو کہ مصنف نے اپنا مفید مطلب سمجھ کر سند میں پیش کی ہے۔ ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ اس میں بیعت کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک بیعت مسنونہ اور دوسری بدعی اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اور سورہ فتح کی تفسیر میں نواب صاحب فرماتے ہیں۔ وھذہ الآیۃ فیہا دلالۃ علی ۔۔۔۔۔۔۔۔ وما خالفہا فہو المخطاء التباب۔

اس میں مشروط بیعت کا ثبوت ہے۔ اور آنحضرت نے بہت بار بیعتیں کی ہیں۔ جن کا بخاری مسلم وغیرہ کتب حدیث کی روایتوں سے ثبوت ملتا ہے۔ بے شبہ یہ قاعدہ ٹھیک ہے۔ کہ جب آنحضرت سے کسی فعل کا صدور بطریق عادت اور اہتمام ثابت ہو جائے۔ تو کم از کم وہ فعل سنت فی الدین ضرور سمجھا جائے گا۔ اور جو صوفیوں میں رواج ہے۔ کہ صوفیوں کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے بعض اقسام مقبول ہیں۔ اور بعض مردود

اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تطبیق سے یہ فرق
معلوم ہو سکتا ہے۔ پس جو مطابق سنت کے ہو وہ بیعت سنت
اور صحیح ہے۔ اور جو برخلاف ہے۔ وہ خطا اور ہلاکت ہے۔
مصنف نے ایسی کتاب کا حوالہ دیا اور ایسی عبارت نقل
کی جس سے ہمیں اس مشہور مثل کا مصداق مل گیا۔ چہ
دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مغالطہ ۸۷۔ اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ
علماء محققین جو اس بلا سے متنفر رہے ہیں تشنیع اس طریق
کی کرتے رہے ہیں۔ ھدایہ۔ بیعت کی بحث ختم
ہونے پر آئی۔ اور آپ نے کسی عالم کا نام نہ لیا۔ اب تک بھی
سننے میں آتا ہے۔ کہ اکثر آئمہ پیری سے سابقہ ہیں۔ اجماع امت سے
بیعت منسوخ ہے ہم بھی اس کی سند اور حوالہ کا شوق رکھتے
ہیں۔ اگر ہو تو بتا دیجئے۔

مغالطہ ۸۸۔ آیا تم نے مثل نہیں سنی۔ ملاں اور فقیر
کی ہمیشہ سے جنگ چلی آئی ہے۔

ھدایہ۔ کیا جناب نے یہ نہیں سنا۔ وکذالک جعلنا
لکل نبی عدوا من المجرمین وکفی بربک ھادیا
ونصیرا۔ مغالطہ ۸۹۔ پانچواں استدلال بہت
بڑا استدلال حرمت بیعت پر یہ ہے کہ بیعت مروجہ یعنی پیری

مریدی سے اتنے فتور اسلام میں پڑے ہیں۔ جن کا تعدد حصر امکان میں نہیں۔ الی قولہ جس قدر اقسام شرک کی ہیں اسی سے پیدا ہوئی۔ **ھذا بہ** ۔ یک نہ شد دو شد۔ بیعت کو اس دلیل سے کہ وسیلہ شرک کا ہے۔ خاصہ نبوی اور حرام بتلانا معاذ اللہ سب موجب اور تخفیف رسول اللہ کا ہے۔ کیا خاصہ رسول اللہ کا ایسی چیز بھی ہے۔ جو ذریعہ شرک کا ہو۔ ملا صاحب جیسا شرک اور بدعت سے بچنا ضروری ہے۔ ویسا ہی کتاب و سنت کی پیروی بھی فرض ہے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جاہلوں کی پیری مریدی میں بہت سی قباحتیں ہیں مگر برائی سے بچنے کے لئے سنت سے انکار کرنا اور اس کو حرام اور بدعت کہنا ہرگز جائز نہیں۔ بیعت سدباب شرک کا ذریعہ ہے۔ اور اس واسطے شروع ہوئی ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے۔ اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا جس وقت آویں تیرے پاس عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ وہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہراویں گی۔ پس بیعت کر تو ان سے اور رسول اللہ فرماتے تھے۔ بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا بلکہ رضوان آلہی اور اخلاص عمل اور اطمینان خاطر اور فتح اور اجر عظیم آخرت اس سے حاصل ہوتا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم

فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً رضامند ہوا پروردگار ان لوگوں سے جنہوں نے تجھ سے بیعت کی۔ درخت کے نیچے پھر جانا جو ان کے جی میں تھا۔ پس اُتاری تسکین اوپر ان کے اور انعام دی ان کو فتح نزدیک اور فرمایا۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ الیٰ قولہ فسیوتیہ اجراً عظیماً جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللّٰہ سے۔ آخر آیت یہ ہے۔ اللّٰہ دے گا۔ اس کو ثواب بڑا خدا پاک نے تو بیعت کی یہ خوبیاں ذکر فرمائیں۔ اور مصنف اس کو اعظم وسایل شرک سے شمار کرتے ہیں۔ راقم اس مقام پر بفحوای کل الخطاب لا یستحق الجواب عامل آیت کریمہ فاصفح الصفح الجمیل کا ہوتا ہے۔ اور دعائے ہدایت اپنے رب سے اپنے واسطے اور مصنف کے لئے مانگتا ہے۔

مغالطہ ۹۰ ۔ اور ہاتھ سے ہاتھ کسی عورت سے نہیں ملائے اور یہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا زاید بات ہے بیعت کے معنوں میں داخل نہیں۔

ھدایہ ۔ بیشک عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا منع ہے۔ تمام اہلِ حق اس کو برا جانتے ہیں۔ مگر یہ جو آپ لکھتے ہیں۔ ہاتھ ملانا زاید بات ہے۔ یہ بات فضول ہے۔ عقد بیعت کے دو جزو ہیں۔ ایک عہد لسانی دوسرا عہد فعلی۔ جب الک دونوں

اجزا جمع نہ ہوں گے۔ بیعت کا انعقاد نہ ہوگا۔ آنحضرت بیعت کے وقت مردوں کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑتے۔ اگر بیعت کرنے والا حاضر نہ ہوتا۔ تو جناب رسالت اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر مار کر فرماتے یہ فلاں شخص بیعت کرنے والے کا ہاتھ ہے۔ معاذ اللہ فضول امر کے لئے آنحضرت اتنا اہتمام کرتے تھے۔

ایسے ہی جب عورتوں سے بیعت لیتے تو واسطے اتمام عقد بیعت کے ان کی طرف ہاتھ پھیلاتے اور بیعت کرنے والیاں آنحضرت کی طرف ہاتھ بڑھاتیں چونکہ نامحرم کے بدن کو مس نہ کر سکتے تھے۔ اشارہ پر اکتفا کرتے اس کی مثال یہ ہے جیسے حاجی لوگ انبوہی کے وقت حجر اسود تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو دور سے اشارہ کرتے ہیں۔ اب وہ حدیثیں سنو۔ جن میں ہاتھ پھیلانے اور اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔ بخاری اور مسلم میں ام عطیہ سے روایت ہے۔ قالت بایعنا رسول اللہ صلعم فقرا علینا ان لا یشرکن باللہ شیئا ونہانا عن النیاحۃ فقبضت منا امراۃ یدھا الحدیث ہم نے آنحضرت سے بیعت کی۔ پس آپ نے ہمیں یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (ان لا یشرکن باللہ شیئا) اور بین کرنے سے منع کیا پس ایک عورت نے اپنا ہاتھ بند کر لیا اور عرض کیا کہ فلانی عورت نے میرے مردہ پر بین

کی تھی۔ میں اس کا بدلہ دینا چاہتی ہوں اور ابوداؤد میں ہے۔
ان ہند بنت عتبة قالت یا نبی اللہ بایعنی فقال لا
ابایعک حتی تغیر کفیک فکانہما کفا سبع ہند بنت
عتبہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھ سے بیعت کریں پس فرمایا ہم
تجھ سے بیعت نہیں کرتے جب تک تو ان کا رنگ نہ بدلے
تیرے ہاتھ ایسے ہیں۔ جیسے درندے کے پنجے اور ابوداؤد
اور نسائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔
اومت امرأة من وراء الستر بیدہا کتاب الی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یدہ فقال ما ادری اید رجل ام ید امرأة الحدیث
ایک عورت نے پردہ میں سے (بیعت کے لئے) آنحضرت کی طرف
اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور مکتوب اس کے ہاتھ میں تھا۔ آپ
نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے
یا عورت کا اور عبد بن حمید ابوداؤد ابویعلی طبرانی ابن مردویہ بیہقی
ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عمر فاروق نے ہم سے بیعت
لی۔ اور عمر نے ہماری طرف ہاتھ پھیلایا۔ اور ہم نے اس کی طرف
حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں حدیث ہاتھ
پھیلانے رسول اللہ اور عورتوں کی حالت بیعت میں صحیح ابن
خزیمہ اور ابن حبان سے نقل کی ہے۔ ان روایات کی شرح میں

علماء کے دو قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ فقط زور کا اشارہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ عورتیں آپ کی آستین پکڑتی تھیں اور سعید بن منصور اور ابن سعد اور ابوداؤد مراسیل میں اور عبدالرزاق بھی مرسلا شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر عورتوں سے بیعت کیا کرتے تھے۔ ایسے ضروری کام کو زاید کہنا زیادتی عقل کا مقتضاء ہے۔

مغالطہ ۹۱۔ مگر معالم التنزیل میں نقل بلا سند ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے اوپر تھے اور عمرؓ صفا کے نیچے حضرت نے امر کیا۔ عورتوں سے بیعت کرنے والے جب میرے شبہ کا کہ یہ امر معمولی بجا لائے نہیں پایا تو ناچار ناواقفوں کو اس قصہ مجہول بے اسناد سے شبہ ڈالتے ہیں۔ علاوہ بریں اوّل اس حدیث کا معارض ہے۔ اس کے آخر کا۔

ھدایہ۔ مصنف اگر بیعت کو غیر معمولی یہ اپنا بتلاتا ہے تو سچ ہے ہم بھی جانتے ہیں کہ اس کو توفیق اس سعادت کی نصیب نہیں ہوئی اور اگر اس کی یہ نیت ہے۔ کہ امت محمدیہ میں کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ تو ہدایت نمبر دلم ۲، کا ملاحظہ کرے۔ صحابہ و دیگر مقبولان امت کا تعامل ہم نے بخوبی ثابت کر دکھایا ہے۔ اور معالم التنزیل کی روایت اگر قابل اعتماد نہیں۔ تو چشم انصاف سے روایت ابن جریر و ابن کثیر و ابن ابی حاتم

اور روایت ابن سعد اور عبد بن حمید اور ابو داؤد اور ابو یعلی اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی کی طرف نظر کرے۔

مغالطہ ۹۷ - اور ایک آدمی کو گدی پر بٹھانا اور اسی کو بیعت کے واسطے مقرر کرنا اور اس کا حق موروثی سمجھنا یہ سنت ہنود مہنتوں کی ہے۔ کیا معنی کہ ایک آدمی کو بلا ترجیح مرجح کر لینا اور وہ خود تو معصوم نہیں گنہگار ہے الی قولہ شرعی بات نہیں محض سنت ہنود ہے جس کے پاس کوئی دلیل ہو پیش کرے۔

ھدایہ - جس کو آپ ہنود کی رسم کہتے ہو۔ وہ سنت انبیاء ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو جانے لگے۔ تو ہارون علیہ السلام سے فرمایا۔ اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین تو میرا نائب رہیو میری قوم میں اور لوگوں میں اصلاح رکھنا اور مفسدین کی پیروی نہ کرنا حضرت خاتم المرسلین نے جب غزوہ تبوک کی تیاری کی تو علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد کیا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ تو مدینہ میں رہ تو ہمارا جانشین ہے۔ جیسا ہارون اپنے بھائی موسیٰ کا (بحالت سفر) جانشین تھا۔ انبیاء عظام دعا کرتے کہ اے پروردگار ایسی اولاد دے جو ہماری نائب اور لوگوں کے پیشوا ہوویں۔ فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب زکریا علیہ السلام نے دعا کی تو مجھے کام سنبھالنے والا دے۔ جو وارث ہو۔ میرا اور خاندان

یعقوب کا اور اللہ جلشانہ خبر دیتا ہے۔ وورث سلیمان داؤد سلیمان علیہ السلام اپنے باپ داؤد کے وارث ہوئے۔ واضح رہے کہ مراد اس وراثت سے نبوت اور امامت ہے۔ کہیں روافض کیطرح مال و متاع سے تاویل نہ کرنا اور صحابہ کرام نے بعد انتقال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر صدیق کو گدی پر بٹھلایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زندگانی میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے ایسے ہی عثمان رض و علی رض باتفاق صحابہ جانشین ہو گئے۔ ایسے ہی مشائخ کرام کی اولاد یا مریدوں میں سے جو تقوی اور دیانت سے موصوف ہوتا ہے۔ وہ بزرگوں کا جانشین اور نائب قرار پاتا ہے۔ اور لوگ اس کی خدا داد خوبیوں کے سبب اس کو ہمعصروں میں سے ممتاز جانکر پیشوا پکڑتے ہیں۔ کہو یہ انبیاء اور صدیقین سے مشابہت ہے، یا مہنتوں کی۔ متابعت اور بندگان خدا ہیں سے کچھ ایک ایسے بھی گذرے ہیں، نہ ان کو کسی نے گدی پہ بٹھلایا اور نہ انہوں نے لوگوں کو اپنے طرف بلایا غیب الغیب سے خلعت امامت ان کو عطا ہوا۔ خلق اللہ کے دلوں میں ان کی ارادت اور محبت بھری گئی۔ ہزاروں آدمی دور دور ملکوں سے آکر ان کی صحبت اختیار کرتے رہے۔ اور علی رغم الحاسدین اون کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ چنانچہ ہمارے مرشد اور امام عبداللہ صاحب غزنوی تغمدہ اللہ بغفرانہ واسکنہ بحبوحۃ جناتہ ابھی گذرے ہیں۔ جب تک جیتے ۔ مجمع الخلایق تھے۔ کیا

یہاں ترجیح بلا مرجح کا اعتراض خدا پر کروگے اور یہ جو آپ لکھتے ہیں (وہ خود معصوم نہیں گنہگار ہے) کیا آپ کے نزدیک عصمت (گناہوں سے پاک ہونا) امامت کی شرط ہے کوئی اہل سنت ان سے اس شرط کا قایل نہیں۔ البتہ رافضیوں کا مذہب ہے۔ معلوم ہوا کہ مجادلہ کی خاطر آپ طریقہ روافض بھی اختیار کر لیا کرتے ہیں قلاّ صاحب ایسے خبط میں پڑ گئے تو امامت انبیاء کا انکار لازم آئے گا۔ بھول چوک سے پیغمبر بھی معصوم نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللھم اغفرلی جدّی وھزلی وخطائی وعمدی وکلّ ذالک عندی متفق علیہ اے خدا تو مجھے معاف کر جو میں نے کوشش سے کام کیا یا ہنسی سے اور جو بھول چوک سے کیا یا ارادہ سے اور یہ سب باتیں مجھ میں ہیں۔ یہ اعتراض خاص مشائخ پر نہیں بلکہ خاتم النبیین پر بھی ہے۔ مصنف کے یہ دعوی سن کر جب اس کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ تو مقام عبرت نظر آتا ہے۔ دعوی تو یہ کہ خلافت حرام ہے گدّی پر بٹھلانا ہنتوں کی سنت ہے۔ اور خود اپنے لڑکے کو واسطے قیام گدّی کے نماز جمعہ اور عید میں اُن لوگوں کے ہوتے ہوئے امام کرتا ہے۔ جو اس سے علم اور عمر میں زیادہ ہوتے ہیں۔ اور یہ صریح خلاف سنت ہے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

مغالطہ ۹۳ علاوہ یہ کہ جس کو ترجیح دی ہے۔ وہ بھی گناہ کرتا ہے۔ وہ کیوں نہیں اپنے گناہوں سے کسی کے ہاتھ پر توبہ کرتا۔

ھدایہ مشائخ میں سے ایسا کوئی نہیں جس نے دوسرے کے ہاتھ پر توبہ نہ کی ہو اپنے شیخ کے ہاتھ پر سب توبہ کیا کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہی اعتراض کا شوق ہے تو یہ کہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے بیعت کرائی اور خود کسی کے ہاتھ پر توبہ کیوں نہ کی دیکھو ترک اور انکار سنت کا یہ نتیجہ ہے۔ جو آپ کے مونہہ سے ایسے کلمات نکلتے ہیں۔ جن سے انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی لازم آتی ہے۔ لئن لم یھدنا ربنا لنکونن من القوم الضالین۔

مغالطہ ۹۴ صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مسنون ہے۔ باقی لوازمات کل بدعت ہیں۔ **ھدایہ** صفحہ ۲۹ میں آپ لکھتے ہیں (ہاتھ سے ہاتھ ملانا امر زائد ہے بیعت کے معنوں میں داخل نہیں) یہاں اقرار کرتے ہیں کہ ہاتھ سے ہاتھ ملانا مسنون ہے۔ اور اکثر مقامات میں کہیں بیعت کو خاصہ اور کہیں منسوخ بتلایا ہے اب کہو ہم بیعت کو کیا سمجھیں سنت یا بدعت خاصہ یا منسوخ الحق یعلوا و لا یعلی خدا نے منکروں سے بھی اقرار کرا دیا والحمد للہ علی ذلک مگر افسوس آپ نے حق کے ساتھ ایسا باطل ملایا ہے جس کا بطلان بدیہی ہے آپ فرماتے ہیں۔ (صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانا مسنون ہے باقی لوازمات کل بدعت ہیں) لوازم کیا ہیں شرک۔ زنا۔ سرقہ۔ قتل۔ بہتان عصیان۔ تہمت سے تائب ہونا۔

گویا ان سب باتوں سے توبہ کرنا ملا صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ حالانکہ ہاتھ میں ہاتھ ملانا اور گناہوں سے توبہ کرنا یہ دونوں امر آیات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ واللہ اعلم مصنف اپنے آپ کو اس آیت (نؤمن ببعض ونکفر ببعض) کا مصداق کیوں بناتا ہے۔ اور خدا جانے اختلال عقل ابتدا عمر سے ہی یا اب بڑھاپے میں شروع ہوا ہے۔ ہمیں خیال آتا ہے۔ شاید کوئی کلام مصنف کی یوں تاویل کرے کہ (کل لوازمات بدعت ہیں) اس فقرہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ ملحدون اور جاہلوں کی بیعت کے لوازم مراد ہیں۔ ہم ان کو پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں۔ کہ یہاں بیعت توبہ کی بحث ہے۔ اور اس کے لوازم بھی ہیں۔ جو ہم نے ذکر کئے۔ اور خاص کر لفظ کل تو جملہ لوازم کو شامل ہے۔ بیعت مسنونہ کے ہوں یا بدعیہ کے

مغالطہ ۹۵ - اور بعض طریق بیعت مروجہ قریب کفر کے ہیں۔ **ھدایہ** - صاف صاف کہو کون سی بیعت قریب کفر کے ہے۔ ملحدون کی بیعت یا سنت طریق کی طریقہ سنت کو کفر کہنا شان اسلام کے خلاف ہے اور ملحدون کے طریق سے یہاں کچھ بحث نہیں۔ اس کے ذکر سے فائدہ کیا۔ شاید کوئی شخص ہر دو قسم بیعت پر یہی فتویٰ جاری کر دے۔ کیونکہ آپ کل لوازم کو بدعات کہہ چکے ہیں

اور اس کا بوجھ آپ کے ذمہ ہو۔

مغالطہ ۹۶۔ بیعت مروجہ توبہ نہیں ہے توبہ استغفار ہو کراتے ہیں۔ یہ صرف رسم ہے جس میں مرید اور معتقد ہونا باذات طریقہ میں داخل کرنا ہے۔ اور اپنا طرفدار اور مرید بنانا۔ ہدایہ۔ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ اے اہل ایمان والو بچو کثرت ظن سے بیشک کہیں نہ کہیں گمان کرنے سے گناہ لازم آتا ہے۔ اور آنحضرت فرماتے ہیں۔ فان الظن اکذب الحدیث۔ اٹکل سے بات کہنا بڑے سے بڑا جھوٹ ہے۔ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو طریق مسنونہ کے موافق بیعت کرتے ہیں ان کی غرض اشاعت اور رواج سنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ تم ناحق نیکوں پر بدگمانی کر کے عوام کو راہِ حق سے روکتے ہو۔ اور ان کو عمل و سنت سے محروم رکھتے ہو۔ لم تصدون عن سبیل اللہ پر غور کرو اور اللہ کے وعید سے ڈرو۔ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ جب بندہ اپنے پروردگار اس پر مہربان ہوتا ہے۔ اور ملأ اعلیٰ اور اہل السموات والارضین میں منادی کی جاتی ہے کہ فلاں شخص سے رب العالمین محبت رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو۔ لوگوں کے دلوں میں خود بخود عقیدت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ گھر بار اہل عیال کو چھوڑ کر ان کی صحبت

اختیار کرتے ہیں اور محبانِ خدا کی ہمنشینی سے رفتہ رفتہ انابت اور خشیت اور استقامت کو پہنچتے ہیں۔ اسی حالت کا نام احسان ہے۔ جو اعلیٰ مرتبہ ایمان کا ہے۔ اور ایسے باہرکات لوگ ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ اور ہوتے رہینگے ہمیں چاہیئے کہ ان کی صحبت میں رہیں اور ان کی خدمت اور ان کی بیعت کو غنیمت سمجھیں نہ ایسا مصنف جو بیعت سے منع کرتا ہے۔ اور اہلِ بیعت کو طالب دنیا بتاتا ہے۔ کیا اس کے نزدیک اہلِ احسان اور صحابہ کرام کا خاتمہ ہو چکا۔ یا سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا اس رتبہ کو نہیں پہنچا۔

مغالطہ ۹۷ - توبہ کرنی کسی کے ہاتھ پر واجب نہیں ہے۔ کیوں کہ کلام اللہ شریف میں جہاں حکم توبہ کا ہے۔ مطلق ہے جیسا کہ تصریح کرتے ہیں۔ اختیار کر دہ فلاں طریق را اور حدیثوں میں بھی یہ کہیں ذکر نہیں کہ کسی کے ہاتھ پر توبہ کریں۔

ھدایہ - دوسرے کے ہاتھ پر توبہ کرنے کا قرآن اور حدیث میں حکم ہے۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما پروردگار فرماتا ہے۔ اگر یہ لوگ جس وقت ظلم کرنے والے ہوئے تھے تیرے پاس آتے اور اللہ سے معافی مانگتے۔ اور پیغمبر خدا بھی ان کے لئے دعا مغفرت کرتا پاتے وہ

اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اس آیت میں گنہگاروں کو
ارشاد ہے۔ کہ نبی کے پاس حاضر ہو توبہ کرو تمہاری توبہ منظور
ہوگی۔ اور جو لوگ آنحضرت کے ہاتھ پر تائب نہ ہوئے تھے
پروردگار نے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ واذا قیل لهم تعا
لوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رؤسہم جس وقت
کہا جاتا ہے ان کو پیغمبر خدا تمہارے لئے دعا مغفرت کریں
وہ تکبر سے اعراض کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ مغفرت سے محروم
رہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ کہ جو عورت
تمہارے پاس بیعت کے لئے آوے۔ اس سے بیعت کر
اور بخشش مانگ ان کے لئے فبایعهن واستغفر لهن
اللہ۔ اور بہت احادیث ہیں جن سے آنحضرت کا رغبت دلانا
اور امر کرنا ثابت ہے۔ غرض آیات اور احادیث سے یہ بات
بخوبی ثابت ہے۔ کہ لوگوں کو آنحضرت کے ہاتھ پر توبہ کرنے کا
حکم تھا۔ حدیث صحیح بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا
الحدیث اس بات کی دلیل ہے۔ اور بحکم آنحضرت عورتوں
نے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور آپ کے خلفاء کے
ہاتھ پر بیعت کرتے رہے۔ پس قصوری کا یہ کہنا (کہیں کو نہیں
کسی کے ہاتھ پر توبہ کرتا) محض نادانی کی بات ہے۔ اور قول
مصنف کا (جیسا کہ تصریح کرتے ہیں اختیار کردم طلب طریقت را)

سابق لاحق سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ مثال اور ممثل لہ میں کسی نوع کی مناسبت نہیں۔ بالکل لغو و بے ربط کلام ہے۔

مغالطہ ۹۸ - اگر بیعت کے بعد پھر مرتکب صغائر و کبائر کا ہو۔ تو عند اللہ ماخوذ ہوگا۔ کیوں کہ آیات اور احادیث میں ایفاء عہد کی نسبت بہت تاکید ہے۔

ھدایہ - جو شخص بغیر بیعت کے توبہ کرے۔ اور پھر مرتکب گناہ کا ہو وہ بھی ماخوذ ہوگا توبہ کرنے والا آئندہ کے واسطے خدا سے عہد کرتا ہے۔ کہ پھر گناہ نہ کرونگا۔ جب کریگا تو ضرور باز پرس ہوگی اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ واوفوا العہد ان العہد کان مسئولا۔ اگر اس دلیل سے بیعت کی رد کرتے ہو۔ پس واعظوں کو چاہیے کہ لوگوں کو توبہ سے بھی منع کر دیں۔ **مغالطہ ۹۹** - جس امر کی صحابہ نے رسول اللہ سے بیعت کی ہے پھر اسکو نہیں توڑا۔ **ھدایہ** - یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے۔ حدیث کا علم نہیں۔ یوں چلتے ہوئے کہتے ہو۔ اکثر اصحاب آنحضرت کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور پھر ان سے خلاف عہد وقوع میں آتا۔ چنانچہ صحیحین میں ثابت ہے کہ بیعت الرضوان کے دن اصحاب نے اس بات پر بیعت کی تھی۔ کہ ہم معرکہ سے نہ بھاگیں گے۔ اور بعد غزوہ حنین انہیں میں سے اکثر بھاگ نکلے اور صحیحین میں اُم عطیہ سے روایت ہے۔ بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان لا ننوح فما وفت امرأۃ منا الا خمس نسوۃ ام سلیم وام العلاء وبنت ابی سبرۃ امرأۃ معاذ او بنت ابی سبرۃ

وامرأۃ معاذ ہم نے رسول خدا سے بیعت کی۔ کہ ہم مردہ پر بین نہ کریں گی۔ پس ہم میں سے کسی نے وعدہ پورا نہ کیا۔ سوائے امّ سلیم اور ام علا اور ابو سبرہ کی بیٹی کے جو معاذ کی بیوی ہے۔ یا شاید یوں کہا ایک ابو سبرہ کی بیٹی دوسرے معاذ کی بیوی نے۔ راوی کو شک ہے۔ کہ ابو سبرہ کی بیٹی اور معاذ کی بیوی ایک ہے یا دو عورتیں ہیں۔ جو شخص بے علم ہو کر اپنے آپ کو مجتہد سمجھے اس کا خدا حافظ۔

مغالطہ ۱۰۔ تتبع سے دریافت ہوتا ہے۔ کہ کل گناہ صغائر و کبائر سے ترک کرنے کی بیعت کسی صحابی نے کبھی رسول اللہ صلعم سے نہیں کی۔ بعض خاص کاموں میں بیعت کی ہے۔

ھدایہ۔ تمہاری ایسی تلاش کو کیا کہوں۔ حدیث تو درکنار قرآن سے بھی واقفیت نہیں۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ ولا یعصینک فی معروف فبایعھن جب عورتیں تجھ سے عہد کریں۔ جو ہم کسی حکم شرعی میں مخالفت نہ کریں گی۔ پس تو ان سے بیعت کر۔ لفظ معروف عام ہے۔ کوئی امر شرعی خارج نہیں رہتا۔ کیونکہ لفظ معروف نکرہ ہے نفی کے اخیر میں واقع ہوا۔ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ کما لایخفی فتدبر۔

مغالطہ ۱۱۔ اور یہ لوگ کل کا عہد لیتے ہیں۔ اور تکلیف مالایطاق محال ہے۔ **ھدایہ**۔ جناب رسول خدا نے حق

فرمایا۔ کہ اس اُمت کے لوگ یہود کی روش اختیار کریں گے۔ جب یہودیوں نے احکام الٰہی جو توراۃ میں نازل ہوئے تھے سُنے۔ تو گھبرا کر انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ سمعنا و عصینا ہم نے سنا اور اطاعت نہیں کرتے۔ ایسے ہی منکرین بیعت لوگوں کو تعلیم کرتے ہیں۔ جو کہیں ہر امر کی اطاعت کا عہد نہ کرنا۔ مبادہ کہیں فرمانبرداری میں قصور ہو جائے۔ اور تم بگڑ جاؤ۔ یہ سنت یہود اب تک جاری نہ ہوئی تھی ہمارے بہادروں نے آج اس کو بھی جاری کر دیا۔ مصنف کی تقریر سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ استغفر اللہ من کل ذنب و اتوب الیہ یعنی معافی چاہتا ہوں میں اللہ سے تمام گناہوں کی اور توبہ کرتا ہوں میں علی الخصوص اس کے کہنا درست نہیں۔ کیونکہ تکلیف مالا یطاق ہے۔ آنحضرت کا بیعت لینا اور ولا یعصینک فی معروف بھی معاذ اللہ ظلم اور افراط ہے۔ عامل کا راستہ یہ ہے۔ کہ سب امر و نہی تسلیم کر لے یوں نہیں۔ نؤمن ببعض و نکفر ببعض ہم کچھ تھوڑا مانتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانتے۔ اگرچہ مُلّا صاحب نے عہد کلی کی ممانعت خاص کر بیعت میں کی ہے۔ مگر چونکہ بیعت اور توبہ میں سوائے ہاتھ پکڑ لینے کے کوئی فرق نہیں۔ اس واسطے توبہ میں بھی قباحت پائی جائے گی۔

مغالطہ ۱۰۱۔ ایسی بیعت مصداق آیۂ کریمہ ہے۔ والذین تخذوا آیات اللہ ھزواالی قولہ توبہ کنندہ اور جس کے ہاتھ پر ایسی توبہ کی جاتی ہے مستہزئے بآیات اللہ ہیں۔ **ھدایہ۔** بیعت کرنے والا تین حال سے خالی نہیں ہوتا۔ یا بقصد چھوڑ دینے گناہ کے بیعت کرتا ہے یا اس ارادہ سے کہ شاید اس شخص کی بیعت کی برکت سے گناہوں سے ہٹ جاؤں گا۔ یا خوف حاکم سے۔ حاکم کا خوف تو اس زمانہ میں نہیں بغیر ان دونوں باتوں اول کہ اس پر کوئی باعث نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کو کوئی فائدہ ملتا ہے۔ اگر مصنف کو بیعت کرنے والے کا دلی حال معلوم ہے۔ کہ اس کو کسی اور ہی فائدہ کا لحاظ ہے۔ تو ہمیں بھی بتلادے۔ کہ وہ فائدہ دینی ہے۔ یا دنیوی۔ اگر دینی ہے۔ مصنف کا اعتراض اس پر بیجا ہے۔ اور اگر دنیوی ہے تو بیعت کرنیوالا مستہزی بآیات اللہ ہوگا۔ شیخ کا کیا قصور۔ علم قلوب کے مدعی تو آپ ہو۔ شیخ کو حالت بیعت میں کیا خبر ہے۔ کہ مخلص ہے۔ یا منافق اگرچہ بیعت کے بعد معلوم ہوتا اس سے معلوم کرے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نظر کرو۔ آپ کے پاس منافق آتے اور اخلاص ظاہر کرتے۔ آنحضرتؐ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے توبہ کراتے اور بیعت لیتے پھر وحی

سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ان کا محض فریب تھا۔ مصنف کے نزدیک معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مستہزی ٹھہرے۔ دراصل ایمان اور اسلام بھی ایک عہد مابین خالق اور مخلوق کے ہے۔ پس جو شخص صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے بچنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ بحکم مصنف اسلام نہ لاوے۔ کیوں کہ عہد شکنی کے سبب استہزا لازم آئے گا۔ گویا مولانا قصوری بمقتضائے قصور علم و فہم یہ فتویٰ دیتا ہے۔ کہ مسلمان ہو کر گناہ کرنے سے یہی بہتر ہے۔ کہ آدمی بحالت کفر مر جاوے۔

مغالطہ ۱۰۴۔ اور یہی آدمی عورت کو طلاق دیتا تھا۔ اور غلام کو آزاد کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ میں نے ٹھٹھے سے کیا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

ھل اتبیانہ۔ مصنف نے وعدہ کیا تھا۔ جو ہم ہر مسئلہ کی سند میں حدیث صحیح یا حسن ضرور لاویں گے۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول جو اس نے بیان کیا ہے حسب وعدہ حدیث صحیح یا حسن سے ثابت کیجئے۔ ورنہ بہ سبب وعدہ خلافی کے خود اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا۔

مغالطہ ۱۰۵۔ کچھ شک نہیں کہ جو اوراد منصوص ہیں مروج ہیں۔ بعض شرعی بعض اختراعی ہیں۔ جو اختراعی ہیں۔ ان کی حرمت کا کسی کو شک نہیں۔

ھدایہ - درود وظیفہ اور دعائیں جن میں کلمات شرک ہوں یا مہمل الفاظ جن کے معانی معلوم نہ ہوں - یا اپنی شان اور مرتبہ سے بڑھ کر درخواست کرے - اس قسم کے اذکار اور دعائیں سب ناجائز ہیں - اور اگر اس قسم کی کوئی قباحت نہ پائی جاوے - تو اوراد غیر ماثورہ بے شبہ جائز ہیں اللہ فرماتا ہے - یا ایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اے ایمان والو یاد کرو اللہ کی بہت سی یادگاری سے - اور فرمایا ادعونی استجب لکم - مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا - اور فرمایا - فاذکرونی اذکرکم - تم مجھے یاد کرو - میں تمہیں یاد کروں گا - یہ حکم عام ہے - کوئی جس طرح کی دعا چاہے کرے - کیفیت خاص نہیں فرمائی - بلکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے - کہ دعا کرنے والے کو اختیار ہے - جو نسی دعا اس کو خوش آوے - اور جو وہ چاہے مانگے - صحیحین میں ہے - ثم لیتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ نمازی سلام پھیرنے سے پہلے وہ دعا پڑھے جو اس کو زیادہ پسند ہو - اور تسلیم میں ہے - لیختر من الکلام ماشاء قبل از سلام پسند کرے جو بات کہ چاہے - حسب حاجت اور موافق اوقات کے آدمی دعا کرنی چاہتا ہے - اگر بقول ملا صاحب دعائیں توقیفی ہوں - (یعنی بجز ان الفاظ کے جو حدیث میں آچکے ہیں اور الفاظ سے دعا جائز نہ ہو) تو سوا خاص حاجتوں اور خاص

دقتوں سے مانگنا حرام ہوگا۔ جاہل تو کیا بڑے بڑے عالم بھی
اگر ہر ہر حاجت کے لئے دعا ماثورہ تلاش کریں۔ تو ملنا ممکن
نہیں۔ ملاؔ صاحب کا یہ قاعدہ بالکل غلط اور خلاف کتاب اور
سنت کے ہے۔ حضرت رسالت مآبؐ تو نماز میں اجازت
دیتے ہیں۔ کہ جو چاہو سو مانگو۔ یہ شخص (امت مرحومہ پر تنگی
کرنے والا اور مشقت ڈالنے والا) منع کرتا ہے۔ اور یہ طرفہ بات
ہے کہ آپ خطابات عید و جمعہ اور اپنے اور رسائل میں الفاظ
غیر ماثورہ سے دعا اور حمد اور ثنا لکھتے ہیں۔ اور اس وعید کا
مصداق بنتے ہیں۔ لم تقولون ما لا تفعلون الآیہ اور یقولون
ما لا یفعلون و یفعلون ما لا یؤمرون۔ سلف صالحین کی
تصنیفات کو ملاحظہ کرو۔ دیباچہ کتاب میں حمد و ثنا اور دعا نئے
نئے ڈھنگ سے لکھتے ہیں۔ دعا اور ثنا سے مقصود صرف اپنی
حاجت مندی اور عاجزی اور اس کی بزرگی اور نعمت کا اظہار
ہے وقت اور زبان کی خصوصیت نہیں صحابہ کرام بحالت نماز
و دیگر اوقات نئی نئی طرز کی دعائیں پڑھتے۔ آنحضرتؐ ان
کا اعتراض نہ کرتے بلکہ بعض اوقات پسند فرماتے۔ سنن ابوداؤد
میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (ان رجلا
جاء فدخل الصف وقد .... فیہا العم بیر
فعہا) ایک شخص آیا۔ اور صف میں شامل ہوا۔ اور اس وقت

اس کا دم ٹھکانے نہ تھا۔ پس اس نے کہا الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکا فیہ۔ جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے یہ کلمات کہے تھے۔ پس سب لوگ خاموش رہے۔ پھر فرمایا کون تھا کہنے والا اس نے کچھ بیجا نہیں کہا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں آیا اور میرا دم ٹھکانے نہ تھا۔ اسی وقت میں نے یہ کلمات کہے تھے۔ پس فرمایا ہم نے دیکھے بارہ فرشتے جھپٹے تھے جو اُن کو پہلے کون اٹھاتا ہے۔ اور ابو داؤد میں عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال عطس شاب من الانصار خلف رسول اللہ ... قال ماتناھت دون عرش الرحمٰن کہا ابو عامر نے ایک جوان انصاری نے چھینکا آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے۔ پس کہا اس انصاری نے الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکا فیہ آخر تک۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کس نے کہی تھی یہ بات۔ ابو عامر کہتے ہیں۔ پس چپکا ہو رہا وہ جوان، پھر فرمایا کون تھا کہنے والا اس بات کا اس نے کچھ بری بات نہیں کی۔ پس اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے کہا تھا وہ کلمہ اور سوائے خیر کے میرا کچھ مقصود نہ تھا۔ فرمایا اس کلمہ نے عرش پر پہنچ کر دم لیا ہے اور بخاری وغیرہ میں ہے۔ عن رفاعۃ قال کنا نصلی وراء ....

..... ملکا بیتا روننا الیھم یکتبہا اول روایت ہے رفاعہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک روز ہم آنحضرت کے مقتدی تھے پس جب آنجناب نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ ایک شخص نے پیچھے کھڑے کہہ دیا۔ ربنا ولک الحمد اکثیرا طیبا مبارکا فیہ پس جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا کون تھا کہنے والا۔ اس شخص نے عرض کیا۔ میں ہوں یا رسول اللہ فرمایا ہم نے دیکھے کچھ اوپر تیس فرشتے جھپٹتے تھے۔ کہ کون ان کو پہلے لکھتا ہے اور ابوداؤد اور ترمذی میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے سنا کہ ایک شخص اپنی دعا میں کہتا۔ اللھم انی اسالک بانک انت اللہ لا الہ الا انت ....

اعطی واذا دعی بہ اجاب اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ بسبب اس کے جو تو ہی معبود ہے نہیں ہے کوئی معبود مگر تو جو اکیلا اور پاک ہے۔ وہ ذات ہے تیری جس نے نہ جنا۔ نہ خود جنا گیا۔ اور جس کے برابر کا کوئی نہیں پس فرمایا اس نے پکارا ہے اللہ کو ساتھ ایسے اسم عظمت والے کے جس وقت سوال کیا جاتا ہے۔ اس کے واسطے سے عطا کرتا ہے اور جس وقت پکارا جاتا ہے۔ ساتھ اس کے اجابت کرتا ہے۔ اور رزین کی روایت میں ہے۔ عن بریدۃ قال دخلت المسجد عشاء ....

فی اخ صدیق حدثنی بحدیث رسول اللہ صلعم کہا

بریدہ رضی اللہ عنہ نے میں عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دعا مانگ رہے ہیں۔ پس کہا ابوموسیٰ نے اللھم انی اشہد کفوا احد تک پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا۔ بے شک اس نے پروردگار کو اس کے ایسے اسم اعظم کے ساتھ پکارا ہے جس وقت سوال کیا جاتا ہے۔ اس اسم کے ساتھ عطا کرتا ہے۔ اور جس وقت پکارا جاتا ہے۔ ساتھ اس کے قبول فرماتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں ابوموسیٰ کو بتلا دوں جو آپ سے سنا ہے۔ فرمایا ہاں پس میں نے ابوموسیٰ کو خبر دی۔ آنحضرت کے ارشاد سے۔ پس انہوں نے مجھ سے کہا۔ تو آج سے میرا مہربان بھائی ہے۔ تو نے مجھے رسول اللہ صلعم کی حدیث سنائی اور موطا مالک میں ہے۔ کہ جب ابوالدرداء رضی اللہ عنہ تہجد کے لئے اٹھتے تو کہتے نامت العیون وھدات الجفون ولم یبق الا انت یاحی یاقیوم آنکھیں سو گئیں اور پلکوں نے آرام کیا۔ اور کوئی باقی نہیں مگر تو اے زندہ رہنے والے قائم رہنے والے۔ ناظرین ان روائتوں کو مشتی نمونہ از خروارہ سمجھیں ورنہ اس قسم کی صدہا روائتیں ہیں اور واضح ہو کہ یہ دعائیں اور اذکار جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ صحابہ کرام اپنے دل سے بنا کر پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ احتمال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ صحابہ آنحضرت سے سنکر

اور سب کچھ کر پڑھتے ہوں گے۔ کیوں کہ ان روایتوں میں تصریح
ہے کہ آنحضرت نے کہنے والوں کا نام دریافت فرمایا اور کہنے والا
مارے خوف کے دب کر چپ ہو رہا جب آپ نے تسلی فرمائی۔
تب اقرار کیا۔ اور بریدہ ابو موسیٰ کو مژدہ سنانے کے لئے دوڑے
ان چار قرائن سے صاف ثابت ہے۔ کہ صحابہ نے وقت اور حاجت
کے موافق جن الفاظ سے چاہا اپنے نبی کو پکارا۔ اور اگر یہ کہیں
کہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ سے وقوع میں آئے ہیں، سب
آنحضرت سے دیکھ کر اور سن کر انہوں نے کئے ہیں۔ تو حدیث
موقوفہ کی نفی لازم آئے گی۔ حالانکہ جملہ محدثین حدیث کے دو
قسم کرتے ہیں۔ ایک مرفوع (جس کا ثبوت صراحتہ یا حکما آنحضرت
سے ہو) دوئم موقوف (جس کا ثبوت صحابی سے ہو) غرض تعلیم
نبوی کے سوا صحابہ کرام سے ادعیہ اور اذکار ثابت ہیں۔ البتہ
اس بات میں شک نہیں کہ دعائے غیر ماثورہ دعائے
ماثورہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

مغالطہ ۱۰۵۔ اور جو شرعی ہیں۔ ان کو تغیر اوقات
تغیر اوضاع تغیر عادات تغیر تقدیم و تاخیر اور تغیر التزام
وغیر ذلک سے عمل میں لاتے ہیں۔ اور تغیر مردیات کا بدعت
ہے۔ کل بدعۃ ضلالۃ۔

جواب۔ بیشک دعائے ماثورہ کے لفظوں کو بدلنا منع

ہے۔ چنانچہ ثابت ہے کہ ایک شخص دُعا میں بجائے لفظ نبی
کے رسول پڑھتا تھا۔ آپ نے اس کو منع فرمایا۔ اور اگر ایک امر
آنحضرت سے ثابت ہو جائے۔ مگر اس کی مداومت اور اس کا
شمار اور اس کے وقتوں کی خصوصیت ہمیں ثابت نہ ہو۔ تو
اُس کو خاص اوقات میں معین عدد کے موافق ہمیشہ عمل میں
لانا بدعت نہ ہوگا۔ آنحضرت فرماتے ہیں۔ احب الاعمال
الی اللہ ادومہا پروردگار کے نزدیک زیادہ پسندیدہ وہ کام
ہے۔ جس پر ہمیشگی کی جاوے۔ بموجب اس حدیث کے یہ
سب التزام جائز ہیں۔ صحیح بخاری میں روایت ہے۔ کہ ایک
صحابی (جو اپنی قوم میں امام تھا) اوقات پنجگانہ میں ہر رکعت
کے اندر (جب فاتحہ سے سورت ضم کرتا) تو پہلے قل ھو اللہ پڑھتا۔
پھر اور سورت ملاتا۔ مقتدیوں نے کہا۔ آپ ہمیشہ قل ھو اللہ
احد کیوں پڑھتے ہیں۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ امام
نے کہا۔ اگر تم میری امامت پر راضی ہو۔ تو میں قل ھو اللہ
ضرور پڑھوں گا۔ ورنہ تمہارا اختیار ہے۔ کسی دوسرے شخص
کو امام مقرر کرو۔ مقتدیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں اس بات کی شکایت کی۔ آنحضرت نے فرمایا۔
اسے شخص بتلا کیا باعث ہے۔ جو تو اس سورہ کو ہمیشہ
پڑھتا ہے۔ اور اس کے ترک سے تجھے کون مانع ہے اُس

نے عرض کیا مجھے اس سورت سے محبت ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔ اور صحیحین میں ہے۔ کہ بلال رضی اللہ عنہ ہر ایک وضو کے بعد دوگانہ پڑھتے جب آنحضرت کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے کچھ اعتراض اور انکار نہ کیا۔ اور ابوداؤد میں ہے کہ اذان فجر سے پہلے ہمیشہ بلال رضی اللہ عنہ یہ دعا پڑھتے۔ (اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک۔ اے اللہ میں تیری حمد کیا ہوں اور تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ قریش پر اس بات کی کہ دین قائم کریں۔ دین تیرا امور ثلثہ کی مداومت تو کیا ان کا ایک دفعہ کا وقوع بھی آنحضرت سے ثابت نہیں۔ اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا چاشت کی نماز ہمیشہ پڑھتیں۔ اور فرماتیں۔ اگر میرے ماں اور باپ دونوں زندہ ہو جاویں۔ تو اس نماز کو نہ چھوڑوں (یعنی نماز چھوڑ کر ان کی زیارت کو نہ جاؤں۔) چاشت کی نماز باتفاق علماء آنحضرت سے ثابت نہیں ہوئی مختلف فیہ ہے۔ مداومت کا تو ذکر کیا ہے۔ اور بعض اوقات کی فضیلت شارع سے ثابت ہے اگر کوئی شخص واسطے ذکر اور حمد اور تسبیح کے ان وقتوں کو مقرر کرے۔ تو بیشک افضل ہوگا۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب یعنی تسبیح کر ساتھ حمد رب اپنے کے پہلے سورج کے نکلنے سے اور پہلے چھپنے

کے۔ ومن اللیل فسبحہ وادبار السجود اذکار اور تسبیح کو مانع کہ اس کی اور بعد نمازوں کے اس قسم کی بہت آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اگر کوئی شخص ان وقتوں کو افضل اوقات سمجھ کر کوئی ورد یا ذکر پڑھنے گا۔ تو کہو اس نے کون سی برائی کی۔ شارع کیطرف سے مطلق ذکر الہٰی کی ہدایت ہے۔ اور یہ شخص بھی ذکر کرتا ہے۔

صفا الطہارت - اور ایک اصحاب کا بیٹا وضو میں دعا پڑھ رہا تھا۔ اللھم انی اسالک قصر الابیض فی یمین الجنۃ اصحاب نے کہا اے بیٹا زیادتی مت کر۔ کیوں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ ادعیات میں زیادتیاں کریں گے۔ ہم کو رسول اللہ صلعم اتنی دعا سکھاتے تھے۔ اللھم انی اسالک الجنۃ اس سے معلوم ہوا کہ سب ادعیات و اذکار توقیفی ہیں۔

ھدایہ - ملا صاحب نے اس حدیث میں اس قدر الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔ کہ جس سے افترا کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ان عبد اللہ بن مغفل سمع ابنہ یقول .... قوم یعتدون فی الطھور والدعا

عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے اللہ تحقیق میں مانگتا ہوں تجھ سے سفید محل جو جنت کے بائیں طرف ہو۔ عبد اللہ نے کہا اے لڑکے میرے مانگ

اللہ سے بہشت اور اس کی پناہ لے دوزخ سے۔ پس تحقیق میں نے سنا ہے۔ رسول خدا فرماتے تھے قریب ہی ہوگی۔ بیچ اس امت کے ایک قوم جو زیادتی کریں گے وضو اور دعا بہ دو جبار ملا صاحب نے گھر سے ملا دیئے ہیں۔ (وضو میں دعا پڑھ رہا تھا۔ (اور ہم کو رسول اللہ نے اتنی دعا سکھائی ہے۔ اللہم انی اسالک الجنۃ) اگرچہ احتمال ہے کہ ملا صاحب نے دانستہ یہ الفاظ نہ پڑھائے بلکہ بھولا دی اور پڑھاپے کے باعث کچھ کمی بیشی ہوگئی ہو۔ مگر بظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ عمداً واسطے اس بات ما دعا کے (کہ ماثور پر زیادتی جائز نہیں) اس امر ناجائز کا ارتکاب کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ دعا میں غلو اور افراط نہ کرو۔ یعنی اپنے منصب سے بڑھ کر سوال نہ کرو۔ قصر ابیض عن یمین الجنۃ انبیاء کا مقام ہے ملا نے اتنا جملہ (ہم کو رسول اللہ نے اتنی دعا سکھائی ہے۔ اللھم انی اسالک الجنۃ) بڑھا کر تحریف کا حق ادا کر دیا۔ اور مطلب کو بالکل بدل دیا۔ اب ماحصل کیا ٹھہرا۔ کہ دعا ماثورہ میں اور الفاظ نہ ملاؤ۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ دعا کی کمی بیشی سے تو آپ منع کرتے ہیں۔ اور روایت میں خیانت کرنے سے اور تحریف مضامین اور پیغمبر پر بہتان باندھنے سے کیوں نہیں ڈرتے آپ نے یہ وعید نہیں سنا۔ من کذب علی

متعمد فلیتبوا مقعدہ من النار صحابہ کرام دعائے ماثورہ میں الفاظ بڑھا کر پڑھا کرتے۔ اور حضرت کچھ انکار نہ فرماتے تھے صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم اس طرح لبیک پکارتے تھے۔ لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ اور خود جناب عبداللہ مسنون تلبیہ پر یہ الفاظ زیادہ کرتے۔ لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک والرغباء الیک اور ابو داؤد میں ہے۔ کہ لوگ آنحضرت کی تلبیہ پر لفظ ذالمعارج وامثال ذلک زیادہ کرتے اور آپ سنتے اور کچھ نہ فرماتے صحابی کی جگہ اصحاب کہنا اور دعا کی جمع جو دعوات اور ادعیہ ہیں۔ ادعیات بنانا مصنف کی لیاقت کی دلیل ہے۔

مغالطہ ۱۰۱۔ فقہا بھی والدرجۃ الرفیعۃ سے جو دعا اذان میں داخل ہے۔ منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ رد المختار میں ہے۔ اور رانت السلام ومنک السلام میں جو زیادہ بڑھائی گئی ہے۔ علماء نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے رسالہ مصنوع فی الحدیث الموضوع میں لکھا ہے۔

ضد اصیلہ۔ ملا صاحب نے فقہا کی عبارتوں کو نقل نہیں کیا۔ ہم بغیر دیکھے آپ کی روایت اور درایت کا اعتبار نہیں کر سکتے۔ غالباً فقہائے اس طرح لکھا ہوگا۔ جو یہ الفاظ ماثور نہیں

ہیں۔ آپ نے اس کا ترجمہ کیا۔ ان الفاظ سے منع کرتے ہیں۔ اور
بالفرض اگر کسی عالم نے ایسا کہا ہو۔ تو کیا ہم اس کے مقلد
ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریق چھوڑ دیں گے۔ میں کہتا
ہوں۔ کہ کوئی اہل علم سنت صحابہ چھوڑ کر ایسی بیجا تقلید نہ
کرے گا۔ صاحب رد المختار نے والدرجة الرفیعة پڑھنے سے
منع نہیں کیا۔ بلکہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ سے صرف یہ بات نقل
کی ہے۔ کہ یہ الفاظ بے اصل ہیں۔ چنانچہ ان کی عبارت یہ
ہے۔ قال ابن حجر وزیادۃ والدرجة الرفیعة وختمہ بیا
ارحم الراحمین لا اصل لھما کہا ابن حجر نے زیادتی والد
رجة الرفیعة کی۔ اور اس دعا کو ختم کرنا ساتھ (یا ارحم الراحمین)
کے ان دونوں کا کچھ اصل نہیں۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ شیخ جزری
سے نقل کرتے ہیں۔ واما یزاد بعد قولہ اللھم انت السلام
من نحو والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا
دار السلام فلا اصل لہ بل ہو مختلق بعض القصاص اور
جو کچھ بڑھا دیتے ہیں۔ اللھم انت السلام کے پیچھے مثلاً کہتے
ہیں۔ (والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام)
اس کا کچھ اصل نہیں یہ بعض قصہ خوانوں کی ایجاد ہے۔ ان عالموں
نے تو الفاظ ماثورہ اور غیر ماثورہ کو علیحدہ کر کے بتلایا ہے ان
کے پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ اور ملا صاحب نے عدم ثبوت

اور حرمت کو ایک ٹھہرا کر ممانعت کا فتویٰ جاری کر دیا طرفہ تو یہ ہے۔ کہ سلام کا ترجمہ اسلام کے ساتھ ہے۔

مغالطہ ۱۲۸ - اگر اذکار عبادات اور اذکار توقیفی نہ ہوتے تو صحابہ کو صلوات کی کیفیت دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ہدایہ - اگر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم سے نماز کا طریقہ سیکھا۔ تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ سب اذکار آنحضرت کی تعلیم پر موقوف ہیں۔ البتہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ذکر ماثور غیر ماثور سے افضل ہے۔ اسی واسطے تشہد میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور جن کلمات کو جس نے ماثور جانا انہیں کے پڑھنے کا فتویٰ دیا۔ اور افضل سمجھا۔ تمام علما اور محدثین بلکہ تمام امت محمدیہ کا قاعدہ ہے۔ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک زبان پر لاتے ہیں۔ تو یہ درود (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں جابجا لکھتے ہیں۔ اور ملا صاحب نے بھی اپنے اس رسالہ میں جہاں آنحضرت کا ذکر آیا ہے۔ وہیں یہ درود لکھا ہے۔ بلکہ اس رسالہ کے آخیر میں جہاں ہنڈوی کا مسئلہ لکھا ہے۔ لکھتے ہیں وصلی اللہ علی رسولہ وآلہ واصحابہ اجمعین حالانکہ یہ الفاظ آنحضرت سے منقول نہیں۔ پس آپ بھی اہل بدعت ٹھہرے اور تمام بزرگان امت کو بھی معاذ اللہ بدعتی ٹھہرایا درود

اور دعا جس میں کلمہ شرک نہ ہو اگرچہ غیر ماثور ہو اس کا پڑھنا بے شبہ جائز ہے۔

مغالطہ ۱۰۹۔ تشہد جو صحابہ کرام اپنے طور سے پڑھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اور ایک التحیات اُن کے واسطے خاص فرمایا۔

ھدایہ۔ اس تشہد میں ناجائز الفاظ اور غیر جامعہ دعائیں پڑھتے تھے۔ مثلاً کہتے تھے۔ السلام علی اللہ آنحضرت نے فرمایا۔ اللہ خود سلام ہے۔ اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی۔ اور کہتے السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل السلام علی فلاں وفلاں آپ نے بجائے اس کے کلام جامع تلقین فرمائی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اس میں تمام بندگان خدا اہل السموٰت والارض سب آگئے غرض پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تشہد میں قباحت اور نقصان دیکھ کر اصلاح فرمائی۔ یہ نہیں کہ سوائے ادعیہ ماثورہ کے اور دعاؤں سے منع فرمادیا اور اماموں کا اختلاف بھی بعض الفاظ کی فضیلت میں ہے۔ اور جائز وناجائز ہونے کی بات نہیں۔ چنانچہ شیخ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے اس بات کو بصراحت بیان کیا ہے۔

مغالطہ ۱۱۰۔ ابن ماجہ میں حدیث ہے۔ جس کے راوی سب صحیح ہیں۔

جواب ۔ مصنف کا یہ منصب نہیں ۔ کہ روایات پر ضعف اور صحت کا حکم لگا دے ۔ ملا صاحب کو چاہیے ۔ کہ حکم صحت کسی محدث سے نقل کریں ۔ بلکہ یہ روایت مجروح ہے ۔ اس کے راویوں میں اعمش ہے ۔ جو مدلس ہے ۔ اور عن کہہ کر روایات کرتا ہے ۔ اور محدثین کے نزدیک مدلس جو عن کہہ کر روایت کرے ۔ اس کی روایت صحیح نہیں سمجھی جاتی ۔ اور جو اس کے سوا راوی ہیں ۔ اُن کا تپہ پہچاننا ہمارا کام نہیں ۔ آئمہ حدیث ان کی شناخت کر سکتے ہیں ۔ ہمارے ملا صاحب شاید راویوں کی مزاج پرسی کو گئے تھے ۔ اگر خبر دیتے ہیں ۔ الحمد للہ تعالیٰ سب راوی صحیح و سلامت تندرست ہیں ۔ محدثین کی اصطلاح میں تو صحت اور ضعف روایت کی صفت ہے ۔ راویوں کی صفت نہیں ۔

مغالطہ ۱۱۱ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا ۔ کہ اذکار نماز کے توقیفی ہیں ۔ ھدایہ ۔ ہم اس حدیث کو بالفاظ نقل کرتے ہیں ۔ تاکہ طالبانِ حق بنظر انصاف دیکھیں ۔ جو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔ جو اذکار آنحضرت کی تعلیم پر موقوف ہیں ۔ یا اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے ۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لرجل ما تقول فی صلوتک قال اتشھد ثم اسال اللّٰہ جنۃ واعوذ بہ من النار وانا واللّٰہ ما احسن دندنتک و لا

دندنۃ معاذ فقال حولھما ندندن روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ کہتے ہیں۔ رسول خدا صلعم نے ایک شخص کو فرمایا۔ تو اپنی نماز میں کیا کہا کرتا ہے۔ اس نے کہا میں تشہد پڑھتا ہوں پھر (التحیات کے بعد) سوال کرتا ہوں۔ اللہ سے جنت کا اور اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ دوزخ سے اور قسم ہے پروردگار کی۔ آپ کی غنغناہٹ (جو آپ ہلکی آواز سے چپکے چپکے پڑھتے ہیں) اور معاذ کی غنغناہٹ اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا ان دو کلمات سوال جنت اور پناہ از دوزخ کے گرد میں ہم غنغناہٹ کیا کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے۔ جو کوئی دعا نماز میں پڑھی جائے یا خارج از نماز تعلیم نبوی پر موقوف نہیں۔ آنحضرت کی جناب میں اس نے شکایتا بھی کی کہ میں آپ کی دعا نہیں سمجھتا تاہم آپ نے اس کو کچھ نہیں سکھلایا۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو نے اپنے دل سے دعا بنا کر پڑھنے کے سبب بدعتی ہو گیا ہے۔ اگر دعا اور ذکر توقیفی ہوتے تو آپ اس کے یہ کلمات سن کر (ثم اسال اللہ الجنۃ واعوذ بہ من النار) ضرور فرماتے کہ اس طرح جنت کا سوال کر اور ان الفاظ کے ساتھ جہنم سے خدا کی پناہ مانگ حق ظاہر ہے۔ مگر جن کو بصیرت نہ ہو۔ وہ نہیں دیکھ سکتے۔

مغالطہ ۱۱۷۔ اور ان کی آواز اپنے کانوں تک بھی نہیں

پہنچتی۔ ان کی نماز جائز نہیں حقیقۃ الفقہا۔

ھدایہ۔ آپ نماز کے ناجائز ہونے کی کیا اچھی دلیل لائے ہیں۔ وعدہ تو کیا تھا کہ ہم آیت اور حدیث سے سند لاویں گے۔ جب آیت و حدیث سے کوئی سند نہ ملی تو فقہاء کے مقلد بن گئے۔ عدۃ المومن کاخذ الکف۔ مگر خدا جانے ملّا صاحب کیسے مومن ہیں جن کو ایفاء وعدہ کا کچھ خیال نہیں۔ یہ ہیں کتاب اور سنت کہیں ثابت کرو۔ کہ جس کی آواز کانوں تک نہ پہنچے۔ اس کی نماز جائز نہیں۔

مغالطہ ۱۱۳۔ یہ دلائل صحیحہ شرعیہ ذکر کے توقیفی ہونے پر اور ذکر معمولہ صوفیہ کے بدعت ہونے پر لکھ چکا ہوں۔

ھدایہ۔ آپ نے ایک حدیث بھی مفید مدعا نہیں لکھی۔ اور جو بزعم خود لکھا ہے۔ وہ بالکل نسج عنکبوت (مکڑی کا جالا) ہے۔ چنانچہ ہم ہر ایک بات کا جواب جس سے ملّا صاحب کی غلط فہمی ظاہر ہوتی ہے۔ بہ تفصیل لکھ چکے ہیں۔

مغالطہ ۱۱۴۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے وصیت نامہ میں بیعت سے منع کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ دریں زمان دست بدست کسے نباید داد اور قول جمیل میں سنت لکھا ہے۔ اور مولوی اسمعیل شہید نے تقویۃ الایمان اور ایضاح الحق میں کیسی کیسی خوبی سے رد بدعت و شرک کیا ہے۔ اور صراط مستقیم

اور رسالہ امامت میں اسکے مناقض اور خلاف لکھا ہے۔

ھدایہ - شاہ صاحب کی کلام میں کچھ تناقض نہیں جو انہوں نے لکھا ہے۔ سب حق ہے۔ قول الجمیل میں لکھتے ہیں۔ کہ بیعت سنت ہے۔ اور وصیت نامہ میں فرماتے ہیں۔ (دست در دست مشائخ این زمان نباید داد) اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ سوچ سمجھ کر بیعت کرنی چاہیئے۔ اس وقت کے پیر اکثر مکار اور بدعتی ہیں۔ اگر کوئی متبع سنت اور اہل حق پیشوا مل جائے تو سبحان اللہ نعمت عظمی ہے۔ غنیمت سمجھے اور بیعت کرے۔ کہو اس میں کیا تناقض ہے۔ تعصب کا اندھیرا آپ کے راستہ میں چھا گیا ہے۔ نشیب و فراز کچھ نہیں سوجھتا۔ ناحق بزرگوں پر اعتراض کرتے ہو۔ اور جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی تحریر کو آپ متناقض بتلاتے ہیں۔ غالباً وہ بھی آپ کی کج فہمی کا نتیجہ ہوگا۔ اگر آپ عبارت نقل کر دیتے تو البتہ ناظرین کو حال معلوم ہو جاتا۔

مغالطہ ۱۱۱ - اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔ و کلام شارع ہرگز برین معنے محمول نیست نہ صریحاً نہ اشارۃً آرے قومی این مطالب را از کلام شارع فہمیدہ اند مثل آنکہ کسے نیست قصہ لیلی مجنون شنود و ہر معنی را بر سر گذشت خود حمل کند د آنرا در عرف ایشان اعتبار گویند۔

ھدایہ - شاہ صاحب کی غرض یہ ہے۔ کہ صوفیوں کے

اعتبارات اور اشارات جو وہ آیات اور حدیثوں سے نکالتے ہیں۔ دراصل فن تفسیر نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک جداگانہ فن ہے جس کا نام اعتبار ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فن اعتبار کو معتبر قرار دیا ہے۔ اور خود اس روش کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فوز الکبیر میں لکھتے ہیں۔ واما اشارات الصوفیۃ واعتبارا تہم .... فلیس من باب وانما هو من العلوم الخ۔ ان صوفیوں کے اشارے اور ان کے اعتبارات دراصل فن تفسیر سے نہیں ہیں۔ آخر لکھتے ہیں۔ کہ اس مقام میں ایک ضروری فائدہ ہے۔ جس کی آگاہی مناسب ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فن اعتبار کو معتبر ٹھہرایا ہے۔ اور خود اس روش کو اختیار فرمایا ہے۔ تاکہ علمائے امت کے لئے سنت ہو جاوے اور جو علم ان کو عطا ہوئے ہیں۔ ان علموں کا دروازہ کھل جاوے۔ ملا صاحب کو اظہار حق منظور نہیں تلبیس عوام کے لئے طرح طرح کے فریب کرتے۔ صریح اور مفصل بات کو چھوڑ کر ایک مجمل قول لکھتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ شاہ صاحب جیسے عالم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ بالفرض والتقدیر اگر مرزا صاحب اور شاہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب اس طائفہ عالیہ کے منکر ہو جائیں۔ تو کیا ان کا قول ہم پر حجت

ہوگا۔ اور کیا اقوال علماء آپ کے نزدیک نصوص شرعی ہیں۔ چہ جائیکہ یہ بزرگوار خود اس طائفہ میں داخل ہیں۔

مغالطہ ۱۱۶ ۔ راقم کہتا ہے۔ کہ مولوی محمد اسمٰعیل نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ اشغال صوفیہ بشرعیہ نہیں یہ آلہ احسان کے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ آلہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ یا مروی شارع سے یا غیر مروی مروی جیسا کہ وضو واسطے نماز کے۔ اور ہر قسم کے ہتھیار واسطے جنگ کے۔

ہدایہ ۔ مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ان قبول کے اشغال کو امور اصل اور مقصود بالذات نہ سمجھنا چاہئیے بلکہ یہ اخلاص اور احسان کا آلہ اور وسیلہ ہیں اور وسیلہ کا وہی حکم ہوتا ہے۔ جو اصل شے کا حکم ہو۔ ملّا صاحب نے مختصر عبارت نقل کر کے اصل مطلب کو چھپایا ہے۔ خدا ان کو ہدایت کرے۔ آپ لکھتے ہیں۔ وضو نماز کا آلہ ہے۔ چہ خوش خوب سمجھے۔ ایسی عقل تھی۔ جو بیعت کے منکر ہوئے وضو شرط نماز ہے۔ نماز کا آلہ نہیں۔ شرط شے اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سوا دوسری چیز پائی نہ جاوے۔ جیسے وضو واسطے نماز کے۔ جب تک وضو نہ کیا جائے گا۔ تب تک نماز نہ ہوگی۔ اور آلہ کہتے ہیں اوزار کو جیسے درخت کا اوزار سوئی اور کوٹھے پر چڑھنے کا اوزار سیڑھی۔ نماز کا آلہ تو خود نماز

ہی ہے۔ اور وضو اس کے لئے شرط اور خوبی دیکھئے۔ آپ فرماتے ہیں۔ آلہ مردی (جس کی سنہ پیغمبر خدا سے ہو) کی مثال جیسے ہر قسم کی لڑائی کے ہتھیار۔ شائد بندوق اور توپ بھی آپ کے نزدیک خیر القرون میں بنی ہو گی۔ یہ بات بالکل غلاف ہے۔ مغالطہ ۱۱۷۔ اور یہ اذکار و اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے کیوں کہ آلہ غیر ذی آلہ کا ہوتا ہے۔

جواب۔ ذکر جو آلہ احسان ہے۔ ذی آلہ کا عین کس طرح ہو گیا۔ ذکر آلہی سے تو اخلاص اور انابت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی اخلاص کا نام احسان ہے۔ آپ کس عقل سے کہتے ہیں۔ اشغال تو آلہ ہی نہیں بن سکتے۔ کیوں آلہ غیر ذی آلہ کا ہوتا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک ذکر اور رتبہ احسان کا ایک ہی چیز ہیں۔ خدا کے لئے آپ ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ لوگ سنیں گے۔ تو آپ کو جنون کی طرف نسبت کریں گے۔

مغالطہ ۱۱۸۔ اور جو خوارق و اعمال ایسے لوگوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کہ جو سنت کے خلاف سے ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ سب شیطانی ہے۔ پس یہ خوارق شیطانی ہیں۔ جیسا کہ تطہیر الاعتقاد میں ہے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔ اور ابن تیمیہ فرقان میں کہتا ہے۔

جواب۔ بیشک جو لوگ اسماء الہی کو تغیر دے کر پڑھتے

ہیں۔ یا مشائخ کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔
اور ان کے اقوال اور خوارق سب شیطانی ہیں۔ تطہیر الاعتقاد
اور شرح فقہ اکبر قرآن میں اُن صوفیوں کا ذکر ہے۔ جو اقسام
شرک میں مبتلا ہیں۔ اور جن کا عقیدہ ہے۔ حلول، اتحاد، اتصال
اور ذات باری تعالیٰ کو وجود مطلق سمجھتے ہیں۔ ایسے گندے
اعتقاد والوں کے حق میں انہوں نے یہ فتوے لگائے ہیں مصنف
نے کمال بے انصافی کی۔ عوام الناس کو دھوکا دیا۔ فقط اتنا
لکھ دیا کہ یہ لوگ بُرے ہیں۔ اس کو چاہیے تھا مفصلاً لکھتا۔
کہ جو اہل شرع اور اہل حق ہیں۔ وہ ملکی صفات رکھتے ہیں اور
ان کی خوارق کرامات ہیں۔ اور جو مشرک اور گمراہ ہیں۔ ان کے
حالات اور خوارق شیطانی ہیں۔ مُلّا علی قاری نے بعد زندیقوں
کے اہل حق صوفیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کی بڑی تعریف لکھی
ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وھذہ طریقۃ السابقین الاولین
وھی .... بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ و
اتبعوا الشھوات ترجمہ۔ یہ طریقہ ہے۔ آگے بڑھنے والے اوّل
درجہ کے لوگوں کا اور طریقہ ہے تابعین اور ایمہ مجتہدین اور
اکابر مفسرین اور محدثین اور اگلے زمانہ کے برگزیدہ صوفیوں
کا اور جیسے داؤد طائی اور محاسبی اور سری سقطی اور معروف
کرخی اور جنید بغدادی رحمہم اللہ اور پچھلے زمانہ کے اہل تصوف

کا مانند ابو نجیب سہروردی اور عبد القادر جیلانی صاحب عوارف اور ابو القاسم قشیری کی آخر یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ اُن کے پیچھے رہے۔ ناخلف جنہوں نے نماز کو ضائع کیا۔ اور شہوتوں کے پیچھے لگے۔ اور محمد بن اسمٰعیل نے بھی انہیں کو برا کہا ہے۔ جن کو تصوف کا دعوےٰ ہے۔ اور ذکر الٰہی اور عبادات چھوڑ لذات نفسانی کے درپے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ او تزعم ان بعض من کرامات لهولاء .... احوال شیطانیۃ الی آخر ما نقلہ المصنف کیا تو گمان کرتا ہے تحقیق یہ شعبدہ اِن نجدیوں گمراہوں مشرکون کی کرامتیں ہیں۔ جو لوگ اللہ کو کبھی سجدہ نہیں کرتے۔ اور اللہ واحد کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ تو ایسا اعتقاد رکھتا ہے۔ پس گویا تو نے مشرکوں کے لئے کرامات کا درجہ ثابت کیا۔ اور ایسے اعتقاد سے دین کے قواعد کو برباد کر دیا۔ اور جس وقت تو نے پہچان لیا۔ باطل ہونا دونوں امر کا تو نے جان لیا۔ اِس بات کو تحقیق یہ حالات شیطانی ہیں۔ اور شیخ ابن تیمیہ فرقان میں لکھتے ہیں۔ فان ابن عربی وامثالہ وان ادعوا .... اکثر جی والجنید ابن محمد وسهل بن عبد اللہ التستری وامثالہ تحقیق ابن عربی اور اس کی امثال اگرچہ دعوےٰ کریں۔ کہ وہ لوگ صوفی ہیں۔ پس وہ ہیں ملحد فلسفی صوفی نہیں ہیں۔ اہلِ کلام صوفیوں میں چہ جائے کہ وہ ہوویں

اُن مشائخ میں سے جو صاحب کتاب اور سنت ہیں۔ جیسے فضیل بیٹے عیاض کے اور ابراہیم ادھم اور ابو سلیمان دارانی اور معروف کرخی اور جنید بن محمد اور سہل بن عبداللہ تستری اور امثال ان کے اور پھر اس کے قریب فرماتے ہیں۔ فان الجنید کان من ائمۃ الھدیٰ بے شک جنید تھے۔ پیشوایان ہدایت میں سے ملا صاحب نے ان عبارتوں کو (جن میں طریقہ تصوف کا اقرار ہے۔ اور صوفیہ کی خوبیوں کا تمام بنام ذکر ہے) حذف کر دیا۔ اور خلق خدا کے بہکانے کو ناقص عبارتیں جن میں ملحدوں کا ذکر ہے نقل کر دیں۔ یہ انکار سنت کا وبال ہے۔ جو تم خیانت اور تحریف کرنے لگے۔ یاد رہے کہ پروردگار دغا بازوں کو کامیاب نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یھدی کید الخائنین ہم کہتے ہیں کہ جب بیعت کا سنت ہونا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ پس بالفرض اگر ابن تیمیہ اور ملا علی قاری صوفیوں کے منکر ہو جائیں۔ تو ان کے کہنے سے سنت منسوخ ہو جائے گی۔ اور آپ کیلئے تو ان کا قول حجت نہ ہو۔ مگر لوگوں کے حق میں حجت ہو جائیگا۔

مغالطہ ۱۱۹ - جیسا کہ تطہیر الاعتقاد میں ہے۔ فان قلت قد یتفق من ھولاء الذین یلوکون الجلالۃ و یفیقون الیہ اھل الخلاعۃ والبطالۃ و[illegible] پس اگر تو کہے۔ کبھی اتفاق ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے جو لیتے ہیں اسم اللہ

کو اور نسبت کرتے ہیں طرف اُن کی صاحب فریب اور بطال کراستوں کو۔ ھدایہ۔ واہ کیا ہی ترجمہ کیا ہے۔ یتیفق فعل اس کا فاعل نار اردیا۔ یصنیفون جو کہ مع معطوف علیہ اپنے کے صلہ ہے رموصول کا موصول صلہ مل کر مجرور ہو کر عبادہ کا تیفق سے متعلق تھا۔ سید اجملہ بنا دیا خوارق (جو دراصل تیفق کا فاعل ہے) یصنیفون کا مفعول ٹھہرا دیا۔ اہل الاحتیال والبطالۃ جو یصنیفون کا مفعول تھا۔ فاعل اس کا بنا دیا۔ اور یلوکون جس کے معنے ہیں چبانا آپ اس کا ترجمہ کرتے ہیں بولنا۔ اور یصنفون جس کے معنی اس جگہ ملا نا ہے۔ آپ اس کا ترجمہ نسبت کرنا بتلاتے ہیں۔ کہیں فعل کو لیکے فاعل کر دیا۔ اور کہیں فاعل کو مفعول اور مفعول کو فاعل بنایا۔ ترکیب اور معنے اور ترجمہ الفاظ سب کا ناس کر دیا۔ اور سب سے عجیبہ یہ ہے۔ کہ عباد (جو بمعنے بندوں کے ہے) کا ترجمہ اخراج سے کیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اگر تو کہے کبھی اتفاقاً وقوع میں آتے ہیں۔ ان لوگوں سے جو چبا کر (لگاتار کر پڑھتے ہیں) اسماء الہیٰ کو اور ملاتے ہیں ساتھ اس کو (اسماء ہبلے وہیدن اور گمراہوں کے امور خوارق عادت (جو کرامات سے مشابہ ہوتے ہیں) مجھے اس وقت یہ مثال یاد آئی اونٹ کی کون سی کل سیدھی ملا صاحب کے مسائل اجتہادی اور عبارتوں کے ترجمے اور انشاء اور املا بجائے خود سب عجیب ہیں۔

مغالطہ ۱۲۱۔ اسی مقام میں لکھا ہے۔ کہ ذکر اللہ کا (جو مروج طریقہ نقشبندی ہے) ذکر نہیں ہے۔ جو اس ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ سب شیطانی ہے۔

ھدایہ۔ ملّا صاحب تطہیر الاعتقاد کے حوالہ سے بیان کرتے کہ طریقہ نقشبندی کے ذکر اور شغل اور ان کے حالات سب شیطانی ہیں۔ یہ رسالہ دو دفعہ چھپ چکا ہے۔ غالباً اکثر لوگوں کے پاس موجود ہوگا۔ دیکھیں اور ملّا صاحب کی راست گوئی کا اندازہ کریں۔ صاحب الاعتقاد فرماتے ہیں۔ فان قلت۔ قد یتفق من ھؤلاء الذین........ سجدۃ ولا یذکرون اللہ وحدہ پس اگر تو کہے کبھی اتفاقاً وقوع میں آتی ہیں ان لوگوں سے جو چبا کر پڑھتے ہیں۔ اسماء الٰہی کو اور غلاتے ہیں ان کے ساتھ بے دینوں اور گمراہوں کے ناموں کو کام خرق عادت جیسا کہ اپنے جسم میں نیزہ مارنا اور حشرات الارض اور سانپ کو اٹھا لینا اور آگ کو کھا جانا میں جواب میں کہوں گا۔ یہ حالات شیطانی ہیں۔ اور اگر تو ان کو مردوں کی کرامات سمجھے تو (امر دین) تجھ پر پوشیدہ ہے۔ جب کہ یہ گمراہ ان کے نام لے کر پکارتا ہے۔ ان کو خدا کا مثل اور شریک ٹھہراتا ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ کیا تو گمان کرتا ہے۔ کہ یہ افعال کرامتیں ہیں۔ ان مجذوب لوگوں کے جو گمراہ شرک کرنے والے ہر باطل کام سے پیروی کرنے والے۔

بدعادتوں کے دریاؤں میں غوطہ کھانے والے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ کو ایک سجدہ نہیں کرتے۔ اور اس اکیلے کا نام نہیں لیتے ناظرین غور کریں۔ جو اس عبارت اور مضمون کا (جو ذکر نقشبندی سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ سب شیطانی ہے۔) کہیں پتہ نہیں۔ ملا صاحب نے ایک مشہور رسالہ پر افترا کر کے اپنے آپ کو اس مثل کا مصداق بنایا ہے۔ دروغ گو یم برروئے تو۔ اور واضح ہو کہ مصنف رسالہ تطہیر الاعتقاد نے اس مقام میں ایک بڑی بھاری غلطی کھائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بغیر طلب اور دعا کے صرف اللہ اللہ کرنا داخل ذکر نہیں۔ ہم کہتے ہیں یہ محض غلط ہے۔ قرآن اور حدیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ کہہ تو پکارو تم اللہ کو یا پکارو تم رحمٰن کو۔ جس کو تم پکارو (سو بہتر ہے) پس اسی کے واسطے ہیں۔ اچھے نام اور فرمایا فاذکرونی اذکرکم پس تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ ان ایتوں میں ارشاد ہے کہ خدا کو یاد کرو۔ یا اللہ یا رحمٰن اور اللہ اللہ رحمٰن رحمٰن کہو۔ غرض اسماء حسنیٰ سے یاد کرو اور پکارو یاد الٰہی کے سبب رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہ مستقل عبادت ہے۔ اور دعا و استغفار علیحدہ چیز ہے حدیث شریف میں ہے۔ کہ خدا کے ایک کم سو نام ہیں۔ جو شخص ان کو یاد کرے گا۔ داخل ہوگا جنت

میں اور صحیح مسلم میں ہے۔ (لاتقوم الساعة علی احد یقول اللہ اللہ، اُن لوگوں پر قیامت نہ آئے گی۔ حجۃ اللہ البالغہ کہتے ہیں۔ اگر مخلص خدا کا نام لینا اور اس کو یاد کرنا ذکر نہ ہوتا تو اس پر جنت کا وعدہ کیوں ملتا۔ اور قیامت جو عذاب الٰہی ہے ان پر سے کیوں ٹلائی جاتی۔ وصاحب البیت ادری بما فیہ والحق احب الینا منہ۔

صفا الطالب ۱۲۱ - اور دوسری جگہ رسالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جو شخص یہ اعتقاد کرے۔ کہ اولیاء اللہ کے طریق ہیں۔ سوائے طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (جیسے کہ نقشبندیہ وغیرہ کہتے ہیں۔) وہ کافر ہے اور اولیاء شیطان سے ہے۔

ھدایہ - بے شک ایسے اعتقاد والا شخص گمراہ ہے۔ مگر صوفیہ کرام کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں۔ ان کے محققین کی تصانیف کو دیکھو کہ کس قدر اتباع سنت میں تاکید فرماتے ہیں۔ اور مخالفین طریقہ نبویہ کو گمراہ بتلاتے ہیں۔ مرزا مظہر صاحب اور مجدد صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولینا محمد اسمٰعیل صاحب اسی زمرہ کے ہیں۔ ان بزرگوں نے طریقہ خلاف سنت کو کیسا رد کیا ہے۔ اور ملا صاحب نے خود ان کی عبارتوں کو بطور سند ذکر کیا ہے۔ بالفرض اگر ایسا کلمہ کسی جاہل یا ملحد نے منہ سے نکالا ہو۔ تو کیا ایک شخص کے گناہ کے بدلے ہم سب کو برا

کہیں گے۔ اور تمام قوم پر مواخذہ کریں گے۔ یہ انصاف سے بعید ہے۔ **مغالطہ ۱۲۲** اور جگہ فرماتے ہیں اور کرامات میں استعانت لے جاتے ہیں۔ ذکر اللہ اور قراءت قرآن سے اور صلوٰۃ اور دعا سے اور یہ لوگ استعانت پکڑتے ہیں سماع اور تالیاں بجانے سے۔

ھدایہ۔ رسالہ فرقان کی عبارت جس کا مُلّا صاحب نے حوالہ دیا ہے۔ ہم یہاں لفظ بلفظ نقل کر کے مُلّا صاحب کی لیاقت اور دیانت کا ایک نیا نمونہ دکھلاتے ہیں۔ صاحب فرقان لکھتے ہیں۔ فاذا کانت لا تحصل بالصلوٰۃ والذکر وقراءۃ القرآن والدعاء بل تحصل بما یحبہ الشیطان کالاستغاثۃ بالمخلوقات اوکانت مما یستعان بھا علی ظلم الخلق وفعل الفواحش فھی من احوال الشیطانیۃ لا من الکرامات الرحمانیۃ پس جب کہ خوارق عادت کسی شخص کو نماز اور ذکر اور تلاوت قرآن اور دعا سے حاصل نہ ہو۔ بلکہ ایسی چیزوں سے حاصل ہو جن کو شیطان پسند کرتا ہے جیسے کہ مخلوقات کو پکارنا۔ یا اس قسم کی چیز ہو جس کے ذریعہ سے خلق اللہ پر ظلم کیا جائے۔ اور بے حیائی وقوع میں آئے۔ پس یہ خرق عادت حالات شیطانی سے ہے کرامات رحمانی سے نہیں ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ رد بدعت کے لئے مُلّا صاحب

ہر خیر و شر کے ارتکاب کے واسطے تیار ہیں۔ کسی چیز سے پرہیز نہیں۔ نوبت باینجا رسید کہ تحریف اور افترا جو سنت الیہود ہے اختیار کی۔ شاید اس ہدایہ کے مطالعہ سے کوئی وہم کرے کہ راقم کے نزدیک سماع اور تالیاں بجانے سے استعانت حالات اور کرامات پر جائز ہے۔ لا واللہ ہرگز ہرگز یہ بات نہیں بلکہ فقط مصنف کی تحریف اور افترا ظاہر کرنا مراد ہے۔ در اصل مجوزہ سماع اور راگ تو خود ہی مصنف ہے۔ جیسا کہ صفحہ میں حافظ ابن قیم پر حرمت راگ میں طعن کیا ہے۔

مغالطہ ۱۲۳ اور اپنی جان اور مال اس پر قربان کیجئے۔ اور مال و جان سے اس کا تقرب حاصل کرے اور اس کی خفگی کو خدا کی خفگی خیال کرے۔ الی قولہ اور کوس ول سے اس کی زیارت کو آوے۔ الی ان قال یہ محبت بے شک شرک جلی ہے۔ **ھداية** جان اور مال سے نیکوں کی خدمت کرنی اور بہ نیت رضامندی الٰہی کے ان کی رضا جوئی کرنی اور ان کی ایذا رسانی کو باعث غضب الٰہی سمجھنا عین ایمان ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ من عادی لی ولیا فقد بارزنی بالمحرب جس نے میرے دوست سے دشمنی کی پس تحقیق نکلا وہ میری لڑائی کو اور آنحضرت فرماتے تھے۔ ان من امن الناس علی فی ماله ونفسه ابابکر تحقیق لوگوں میں سے مجھ پر بہت احسان

کرنے والا اپنے مال اور جان سے ابوبکر ہے۔ اور دارمی میں ہے۔ کہ ابوبکر صدیق نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا بل نفدیک بآبائنا وامہاتنا وانفسنا واموالنا ہم اپنا مال وجان باپ دادے آپ پر قربان کرتے ہیں۔ اور ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت سلیمان فارسی اور صہیب اور بلال رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان ملا صحابیوں نے اس کو دیکھ کر کہا۔ کیا خدا کی تلواروں نے نہیں لیا۔ دشمنان خدا کی گردنوں کو ابوبکر صدیق نے یہ بات سُن کر کہا تم قریش کے سردار کو ایسی سخت بات کہتے ہو۔ پھر ابوبکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب قصہ سنایا۔ آنحضرت نے سُنکر فرمایا۔ لعلک اغضبتہم لئن کنت اغضبتہم لقد اغضبت ربک شاید تونے ان کو غصہ دلایا ہے۔ اگر تونے ان کو غصہ دلایا ہے بتحقیق تونے اپنے پروردگار کو غصہ دلایا ہے۔ پس ابوبکر ان کے پاس آئے۔ اور کہا اے بھائیو کیا میں تم پر خفا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ خدا تجھ کو مغفرت کرے۔ ان روایتوں سے صاف ثابت ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی خدمت میں سعادت ہے۔ اور اُن کے رنج کرنے میں دین اور دنیا کی بربادی مصنف صاحب اب کہو صحابہ کرام کے حق میں (جو مال وجان رسول اللہ پر قربان کرتے تھے) کیا فتویٰ دوگے اور رسول اللہ کے باب میں

(جو فقراء صحابہ کے حق میں فرماتے تھے۔ ان کو غصہ دلانا پروردگار کو غصہ دلانا ہے) کیا حکم جاری کر دگے۔ آپ کی تحریر کی رو سے تو معاذ اللہ وہ بھی مشرک ٹھہرے۔ کاش آپ یہ رسالہ نہ بناتے اور اہلِ بصیرت جو صدہا کوس سے اہلِ اللہ کی خدمت میں آتے ہیں۔ ان کی یہ غرض ہے۔ کہ طریقۂ انابت اور خشیت اور احسان کا سیکھیں۔ اور علم باللہ حاصل کریں۔ اور طلب علم کے لئے سفر کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

مغالطہ ۱۳۷ ۔ ظاہر یہی ہے کہ شدرحال کسی جگہ تین مکانوں کے سوا نہ کرو۔ مگر جو شدرحال صریح مجاز ہے۔ اور شریعت نے اجازت دی ہے۔ جیسا سفر حج و تجارت و طلب علم۔

ھدایہ ۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کہ علم دو قسم پر ہے۔ علم باللہ۔ اور علم بالاحکام۔ علم باللہ (معرفت و خشیت الٰہی) انسان کو فائدہ بخشتا ہے۔ اور محض علم احکام (فرض واجب حرام و حلال کی واقفی بغیر پہچاننے عظمت الٰہی کے) خدا کی حجت ہے بنی آدم پر انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء خدا کے بندوں میں سے خدا کا خوف وہی کرتے ہیں۔ جو علم والے (معرفت والے) ہیں۔ من ھو قانت آناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الاخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ بھلا جو بندگی میں لگا ہے۔ اوقات شب میں سجدے

کرتا ہے۔ اور کھڑا رہتا ہے۔ خوف کرتا ہے۔ آخرت کا اور امیدوار
ہے۔ اپنے رب کی رحمت کا تو کہہ بھلا برابر ہو جائیں گے سمجھ والے
اور بے سمجھ پروردگار نے ان لوگوں کو عالم اور سمجھ والے کہا ہے۔
جو شب خیز عابد متقی ہیں۔ اور جن میں یہ صفتیں نہیں۔ وہ اس زمرہ میں
شمار نہیں ہوتے ان کے حق میں فرمایا وہ گدھے ہیں۔ کتابوں
سے لدے ہوئے کمثل الحمار یحمل اسفارا چارپائے برو
کتابے چند۔ گدھا کتابوں کا بوجھ اٹھا کر عالم نہیں بنتا ایسے ہی
عالم بےعمل جس کو پڑھ گن کر خوف و خشیت نصیب نہ ہو وہ
عند اللہ عالم نہیں کہلاتا۔ احکام شریعت سے واقف ہو کر جو سگ
کی طرح نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ اُن کے حق میں دہ کتے کی
مانند ہیں جیسا کتا اپنی مقتضائے طبیعت کے سبب ہر وقت
ہانپتا ہے۔ ایسے ہی یہ لوگ اپنی بدعادت کے سبب ہردم نافرمانی
کرتے ہیں۔ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او
تترکہ یلھث اصل علم معرفت خوف خشیت الہی ہے۔ جو اس
میں کامل ہیں۔ وہ اس فن کے استاد اور معلم ہیں۔ جیسا علم احکام
حدیث و فقہ پڑھنے کے لئے سفر کرنا ضروری ہے۔ ویسے تحصیل
معرفت اور خشیت کے واسطے سفر کرنا لازم ہے۔ ابوالدرداء رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ آپ نے آسمان
کی طرف نظر کی اور فرمایا ایسا وقت آنے والا ہے۔ جو لوگوں میں

سے علم اٹھایا جائے گا۔ یہاں تک کہ کچھ بھی ان کے قبضہ میں نہ رہے گا۔ زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس طرح علم جاتا رہے گا۔ ہم نے قرآن پڑھا ہے اور آئندہ اپنے بال بچوں کو پڑھائیں گے۔ (یہ سلسلہ جاری رہے گا) آپ نے فرمایا تجھ کو روئے تیری ماں، اے زیاد ہم تجھے مدینہ والوں میں سے دانشمند جانتے تھے۔ (پھر تو ہماری بات نہ سمجھا) یہ ہیں توریت و انجیل یہود اور نصاریٰ کے پاس۔ پس ان کو ان کتابوں سے کیا نفع ہے حدیث کا راوی کہتا ہے۔ پھر مجھے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ اُن سے میں نے ذکر کیا۔ ابوالدردا ایسا فرماتے ہیں۔ عبادہ نے کہا ابوالدردا سچ کہتے ہیں۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے بتلا دوں۔ وہ علم جو لوگوں میں سے پہلے پہل اٹھایا جائے گا۔ وہ خشوع (خوف الہٰی) ہے۔ اور قریب ہے۔ وہ حالت کہ تو جامع مسجد میں جائے اور کسی شخص کو حالت خشوع میں نہ دیکھے۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہے۔ کہ الفاظ اور معنی کی واقفیت علم نہیں خوف خدا و معرفت الہٰی کو علم مقبول کہا جاتا ہے مُلّا صاحب اس واسطے فرماتے ہیں۔ کہ بزرگوں کے پاس جانے سے (جو کچھ ہم سے زیادہ پڑھے ہوئے نہیں) کیا فائدہ بلکہ یہ کفر اور شرک ہے۔ میں کہتا ہوں اگر آپ ظاہر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ

سے بھی خبردار ہوتے۔ تو اس علم کے منکر ہو کر آیات اور احادیث کا مقابلہ نہ کرتے۔

مغالطہ ۱۲۵۔ اور موطا میں جو حدیث ہے ابوہریرہ سعید خدری کو ملا۔ **ھدایہ۔** ملا صاحب کے حواس خمسہ میں خلل آگیا ہے۔ ایک چھوٹا سا فقرہ اور اس میں بھی غلطی کھائی۔ آپ فرماتے ہیں۔ ابوہریرہ ابوسعید کو ملا۔ اور حوالہ موطا پر کرتے ہیں۔ حالانکہ موطا میں یوں ہے۔ کہ ابوہریرۃ بصرۃ بن ابی بصرہ کو ملا۔ ابوسعید کا نام ونشان اس جگہ میں نہیں مصنف کا عجب حال ہے۔ نقل اور حوالہ اور نسبت اور املا چاروں غلط اور اس لیاقت پر اجتہاد کا دعوی۔

مغالطہ ۱۲۶۔ وفی الاحیاء ذھب بعض اھل العلم الی الاستدلال بہ علی المنع من الرحلۃ الزیارۃ المشاھد وقبور العلماء والصالحین میرے مطلب کو اتنی عبارت ہی کفایت کرتی ہے۔ کہ بعض علماء میرے موافق ہیں۔ اور اس حدیث سے استدلال پکڑتے ہیں۔ اوپر سفر کرنے زیارت قبور اور زیارت صلحا کے کہ مشاہد کے لفظ میں جو جمع ہے مشہدہ کی۔ اور قاموس میں مشھدہ کے معنے محضر الناس لکھا ہے۔ اس میں داخل ہے۔

ھدایہ۔ ہم نے تسلیم کیا۔ جو صاحب قاموس نے لفظ

مشاہدہ کے معنے محضر الناس لکھے ہیں۔ اور محضر ظرف مکان ہے
یعنے ایسی جگہ جہاں لوگ جمع ہوں۔ پس جس مکان کو لوگ
متبرک سمجھ کر زیارت کو آویں۔ جیسے کسی پیر کی درگاہ یا کسی
شیخ کا چلہ وغیرہ وہاں سفر کرنا بے شک بعض علما منع لکھتے
ہیں۔ مگر کسی عالم یا شیخ کی ملاقات کے واسطے سفر کرنا کسی کے
نزدیک ناجائز نہیں شیخ اور صوفی کوئی مکان نہیں ہے۔ جن
کی زیارت کی ممانعت لفظ مشاہد سے آپ نکالتے ہیں۔ دیکھو
شہر طوس بہ سبب قبر امام علی رضا کے مشہد کہلاتا ہے آج
تک کسی زندہ شخص کو کسی نے مشہد نہیں کہا واللہ اعلم آپ
تعصب سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ یا مقتضائے اجتہاد یہی ہے۔
اور علاوہ یہ بات ہے۔ کہ جن کے قول سے آپ سند پکڑتے
ہیں۔ انہوں نے بصراحت تمام قبور اور مواضع فاضلہ کی زیارت
کو مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار اور فتح الباری میں ہے۔ و
اختلف فی شدھا الی قبور الصالحین والی المواضع الفاضلۃ
فمحرم ومبیح قال الشیخ ابو محمد الجوینی یحرم عملا بظاہر الحدیث
واشار القاضی حسین الی اختیارہ وبہ قال عیاض وطائفۃ
قبور صالحین اور مواضع فاضلہ کی طرف سفر کرنے میں اختلاف
ہے۔ بعض علماء اس کو حرام بتلاتے ہیں۔ اور بعض مباح ابو محمد
کہتے ہیں۔ کہ بنظر بظاہر حدیث کے یہ سفر حرام معلوم ہوتا ہے۔ اور

قاضی حسین نے اسی مذہب کے پسند ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور قاضی عیاض اور ایک طائفہ علما کا اسی مذہب کا قائل ہے۔ اس عبارت سے امام غزالی رحمتہ اللہ کے قول کا مقصود صاف ظاہر ہوا کہ مراد مشاہد سے مکانات متبرکہ ہیں۔ یعنے کسی مکان کو متبرک سمجھ کر وہاں جانا منع ہے۔ علماء اور صلحاء کی زیارت کا وہاں ذکر نہیں۔ مانعین سفر کے امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ ھذا الحدیث لا یتناول السفر الی الامکنۃ التی فیھا الوالدان والعلماء والمشائخ والاخوان او لعض المقاصد من الامور الدنیویۃ المباحۃ۔ اس حدیث میں وہ سفر داخل نہیں۔ جہاں اپنے والدین یا علماء اور مشائخ اور اپنے بھائی ہوں۔ یا جس جگہ اپنی دنیاوی غرضیں ہوں۔ جن کا حاصل کرنا مباح ہے۔ دیکھئے یہ بزرگ تو زیارت علماء اور صلحاء کے واسطے سفر کی اجازت دیتے ہیں۔ اور آپ لفظ مشاہد کے غلط معنی بتلا کر لوگوں کو روکتے ہیں۔ اور ناحق ان آئمہ دین پر افترا کرتے ہیں۔ ستکتب شھادتھم ویسئلون۔

مغالطہ ۱۲ ۔ اور وہ حدیث جو مسلم میں مروی ہے۔ کہ ایک شخص دوسرے قریہ میں اپنے بھائی کی ملاقات کو گیا تھا۔ فرشتہ نے اس کو کہا۔ کہ اللہ تجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اس حدیث سے تو اول سفر ہے۔ نہیں معلوم ہوتا

جائز ہے۔ کہ قریہ قریب قریب ہوں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔

هدایہ ۔ بالفرض بستیاں قریب قریب ہوں۔ تاہم اس آمد و رفت کو سفر کہیں گے۔ کیوں کہ آپ کے نزدیک تو سفر کی حد مقرر نہیں۔ قریب بعید یکساں ہے۔ اور امام ابن قیم کہتے ہیں۔ کہ بہت سلف کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور صحیح حدیثوں سے بھی کوئی حد ثابت نہیں ہوتی۔ پس آپ کا یہ عذر بالکل فضول ہے۔

مغالطہ ۱۲۸ ۔ دوم یہ کہ بھائی اس کا حقیقی ظاہر بھی ہے۔ ظاہر ہے عدول کیوں کیا جاوے۔ اور صلہ رحم کا واجب ہے۔ اگرچہ شد الرحال سے بھی ہو۔

هدایہ ۔ اگر وہ شخص حقیقی بھائی کی ملاقات کو جانا تو (اصلہ) کہتا یعنی میں صلہ رحم کے لئے جاتا ہوں۔ حالانکہ اس نے (احبتہ فی اللہ) کہا یعنی میں اس سے حب اللہ رکھتا ہوں۔ اس لئے زیارت کو جاتا ہوں۔ اور فرشتہ اس کو اس عمل کی خوشخبری دینے نہ آتا۔ انسان کو اپنے رشتہ داروں سے طبعی محبت ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر فاسق و فاجر اپنے اقربا سے محبت طبعی رکھتے ہیں۔ اس جہت سے وہ ایسی جزا کے مستحق نہیں ہوتے بالفرض ہم نے تسلیم کیا۔ کہ وہ دونوں حقیقی بھائی تھے۔ مگر ملاقات کی علت تو صلہ رحم بیان نہیں کی بلکہ

حُبّ اللہ سنایا۔ اور فرشتہ نے بھی جب خوشخبری دی۔ تو یہ وجہ بتلائی کہ حُبّ اللہ کے سبب خدا راضی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی وجہ بیان نہیں کی اور حب للہ میں خویش اور بیگانہ سب برابر ہیں۔ غرض بہر طور اس حدیث سے بھائی مسلمان کی ملاقات کے واسطے سفر کر کے جانا ثابت ہوتا ہے۔ اپنے بیگانے کا کچھ فرق نہیں۔

مغالطہ ۱۲۹۔ اور بعض لوگ جو حدیث شد الرحال پر کلام کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ قاعدہ نحو کا ہے۔ کہ مستثنیٰ منہ جنس قریب نکالنی چاہیے۔ اور جنس قریب سیاق کلام میں مسجد ہے یعنی حدیث کے معنے یہ ہوئے کہ کسی مسجد کی طرف شد رحال نہ کرو الا ان تین مسجدوں کی طرف اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قاعدہ غلط ہے۔

ہدایہ۔ قاعدہ کو غلط بتلا کر فارغ ہو بیٹھے۔ دیکھئے اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں۔ جس میں مستثنیٰ منہ لفظ مسجد موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل باسناد حسن اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں۔ لا ینبغی للمطی ان تشد رحالہ الی مسجد یبتغی فیہ الصلوۃ غیر المسجد الحرام والاقصی ومسجدی ھذا۔ نہیں لائق سواریوں کے زین کسے جائیں طرف کسی مسجد کے اس غرض سے کہ اس میں جا کر نماز پڑھیں سوائے مسجد حرام

اور مسجد اقصیٰ اور اس میری مسجد کے۔ بالفرض اگر ہم مُلّا صاحب کا طریقہ اختیار کریں۔ اور مستثنیٰ منہ لفظ مکان نکالیں تاہم علماء اور مشایخ اس میں داخل نہ ہوں گے۔ اور بموجب قاعدہ نحویوں کے جنس بعید اگر مراد لیں۔ تو بھی لفظ مکان مستثنیٰ منہ ہوگا۔ اور لفظ شیا ہرگز نہ ہوگا۔ کیوں کہ رعایت جنس کی واجب ہے۔ مطلب بر تقدیریں علما اور مشایخ داخل نہ ہوں گے۔ کیوں کہ وہ غیر ہیں مسجد اور مکان سے۔

مغالطہ ۱۳۲ - کئی مکانوں میں کلام اللہ میں مستثنیٰ منہ اگر جنس قریب نکالیں۔ تو معنی صحیح نہیں ہوتے۔ جیسا کہ لا یعلم الغیب الا اللہ۔

ھدایہ - مُلّا صاحب آیت قرآنی تو اس طرح پڑھیں کچھ تو اللہ سے خوف کرو۔ روہیت کے واسطے کس قدر بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہو گئے۔ کبھی غلط حوالہ علماء پر دیتے ہو۔ اس پر بھی قناعت نہیں کی اور خود حدیث بنا کر رسول اللہ کی طرف منسوب کر لیا۔ اس پر بھی آپ سے صبر نہ ہوا۔ قرآن مجید میں کمی وبیشی کرنے لگے۔ اعوذ بلک من علم لا ینفع و قلب لا یخشع و دعاء لا یسمع آیت قرآنی یہ ہے۔ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور یہ آیت اس بحث سے تعلق نہیں رکھتی۔

کیوں کہ اس میں مستثنیٰ منہ مذکور ہے۔ اور ہماری گفتگو مستثنیٰ مفرغ میں ہے۔

مغالطہ ۱۳۱ - دوسری آیت وما ینظر ھولاء الا صیحۃ واحدۃ یہاں جنس قریب صیحہ ہے۔ مگر اس کے معنی کچھ نہیں بنتے۔ ضرور شیئاً ہی مقدر کرنا پڑے گا۔

ھدایہ - اللہ جل شانہٗ نے بہت سے معجزے اور نشانیاں دکھلائیں اور کفار پھر بھی ایمان نہ لائے۔ تب پروردگار نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ما ینظر ھولاء الا صیحۃ واحدۃ یعنی یہ لوگ معجزات اور آیات دیکھ چکے۔ اب اور کچھ باقی نہیں سوائے ایک سخت آواز کے۔ جو بیچ میں دم نہ لے گی۔ (اس سے مراد ہے نفخ صور) پس معلوم ہوا کہ مستثنیٰ منہ آیات ہیں جو جنس قریب ہے اگر آپ بھی نظر انصاف سے دیکھیں تو ایسا سہل مسئلہ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر تعصب نے آپ کو بالکل کودن بنا دیا۔

مغالطہ ۱۳۲ - جو شخص یہ کہے کہ میں کہیں اس شخص کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ اس کی عادت و اخلاق دیکھوں اور اس پر عمل کروں۔ وہ مشرک فی الرسالۃ ہے۔

ھدایہ - ستعلم لیلی ای دین تداینت ؛ وای غریم فی التقاضی غریمہا - اے اہل اسلام اللہ اور رسول ﷺ

کے حکموں کو دیکھو۔ اھدہ مں عنا لطہ کو پڑھ کر نصیری صاحب
کی دیانت اور علم کا اندازہ کرو۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے و اتبع
سبیل من اناب الی تو پیروی کر اس شخص کی جو رجوع ہوا
ہے۔ طرف میری اور جامع ترمذی میں ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔
والھتد وا بھدی عمار روش اختیار کرو۔ تم روش عمارہ کی اور
فرمایا۔ اقتد وبالذین من بعدی ابی بکر وعمر اقتدا کرو
تم اُن دو شخصوں کی جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔ ابوبکر اور عمر
اگر کسی شخص کو صالح اور دیندار جانکر اس کی اقتدا اور پیروی
کرنا شرک ہے۔ تو کیا معاذ اللہ۔ اللہ اور اس کے رسول نے
ہم کو شرک سکھایا ہے۔ تمہارا بڑا اعتراض یہ ہے۔ کہ جس کو ہم
پیغمبر خدا کے سوا پیشوا پکڑیں گے۔ وہ شخص خود معصوم نہیں اور
جب اس کی عصمت کا یقین نہیں۔ تو یہ غالب احتمالی ہے کہ وہ
کسی کام میں خطا کرے اور ہم اس کی پیروی کے باعث ناحق خطاوار
اور گنہگار ٹھہریں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پروردگار بندوں کا
حال خوب جانتا ہے۔ اور پیغمبر خدا تم سے زیادہ شرارت کو سمجھتے
ہیں۔ جب اللہ اور رسول نے سوائے انبیا کے اور نیک بندوں
کی اقتدا کا حکم فرمادیا۔ تو اب عذر کرنا اور شبہ ڈالنا شان
اسلام سے بعید ہے۔ دیکھ تم دیکھ جو خدا کے مقرب بندے
ہیں۔ ان کو اس درجہ تک ترقی نصیب ہوتی ہے کہ پروردگار ان

کے کان اور آنکھیں ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے۔ اور اس سے سنتے ہیں۔ اور اسی سے چلتے ہیں۔ بھلا جن کو یہ رتبہ نصیب ہو تمہیں اُن کی اقتدا سے کیوں انکار ــــــــــــ ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہے۔ وحسن اولئک رفیقا اچھے ہیں یہ لوگ رفاقت کے لئے۔ ایک وہ لوگ کہ سو کام میں سے ان کا ایک کام غلط اور خطا ہوتا ہے۔ اور ایک وہ ہیں کہ سو میں سے ایک بات ان کی ٹھیک ہوتی ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ زیادہ پھسلنے والے ثابت قدموں کی پیروی کر کے اپنا آپ بچا دیں۔ اور (اعتصام عروۃ وثقیٰ) قرآن و حدیث کو نجات کا اصلی ذریعہ سمجھیں اور اگر کوئی کام خلاف شرع بنا پر طبیعت بشری اہل اللہ سے پا دیں۔ تو اس سے اعراض کریں۔ اور اس کام میں ان کی تابعداری نہ کی جاوے۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ان کے باقی سب اخلاق وافعال میں تابعداری کرنی بحکم الٰہی ضروری ہے۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ اکثر کے واسطے حکم کل کا ہوتا ہے۔ اور نادر کے واسطے حکم معدوم کا اس لئے اللہ اور رسول نے کثیر الخطا گنہگاروں کو صالحین کی اقتدا کا ارشاد فرمایا۔ اور ان کی خطا کو جو بر سبیل ندرت ہے۔ کالعدم سمجھا۔ مطلق حکم اتباع فرمایا۔ مگر افسوس کہ بداندیش حاسد کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہ آیا۔

مغالطہ ۱۳۳۔ یہ درجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

نہ مطلق کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کئی جگہ پر اعتراض کئے۔

ھدایہ ۔ ملا قصوری حضرت رسالت مآب کو ہر بات میں پیشوا نہیں سمجھتا۔ کچھ اپنا بھی اختیار رکھتا ہے۔ اور ہم بموجب اس آیت کے ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم آنحضرت کو امام مطلق اور پیشوائے برحق جانتے ہیں۔ اور معاذ اللہ اس بات کو صحابہ کبار کی طرف نسبت کرتا ہے۔ کہ وہ حضرت رسالت پر کئی جگہ اعتراض کیا کرتے تھے۔ پھر جو مثالیں لکھی ہیں۔ سوائے ایک مثال کے جس میں کچھ نمونہ اعتراض کا ہے۔ اور کوئی مطابق نہیں۔ ان مثالوں میں یہ ذکر ہے۔ کہ بعض صحابہ نے بجا آوری حکم میں دیر اور غفلت کی۔ ملا صاحب کہتے ہیں۔ کہ اعتراض کیا معلوم ہوا۔ کہ خود بدولت تخلف اور اعتراض کو ایک سمجھتے ہیں۔ بالفرض جس نے اعتراض کیا۔ اس نے بڑی بھاری خطا کی۔ کسی کا منصب نہیں کہ امتی ہو کر اپنے نبی پر اعتراض کرے۔

مغالطہ ۱۴۴ ۔ جیسا کہ رونے میں بیٹے کے مرنے پر یعنے ابراہیم۔

ھدایہ ۔ کل کرامات اعتراض کی یہ ایک مثال لائے۔ آپ ایمان سے کہو۔ کہ اس اعتراض میں کس کی غلطی تھی معترض کی یا آنحضرت کی صحابی نے غلطی کھائی۔ حضرت کو روتے دیکھ کر آپ کی نسبت بے صبری کا گمان کیا۔ اور جو شبہ دل میں

آیا۔ بے تکلف عرض کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہ بے صبری

نہیں بلکہ (مصیبت زدہ کی

مصیبت، کو دیکھ کر رونا) رحمت ہے جس کو پیدا کرتا ہے اللہ اپنے بندوں کے دلوں میں اور بے شک پروردگار اپنے بندوں میں سے رحم دل بندوں پر رحمت کرتا ہے۔ صحابی کی غلطی سے تسبیل پکڑنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کا فتویٰ دینا کس قدر بھاری غلطی ہے۔

مغالطہ نمبر ۱۳۵۔ اور بے قراری کرنے پر عرض مورت میں۔

جواب۔ یہ آپ کا قول خلاف واقع ہے۔ آنحضرت کو بے قرار دیکھ کر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اگر سچے ہو تو کسی کتاب کا حوالہ دو۔

مغالطہ نمبر ۱۳۶۔ اور زینب نے امر نکاح پر

جواب۔ یہ قصہ مفسرین نے تفاسیر میں نقل کیا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ صحیح ہے یا کیسا اگر صحیح بھی سمجھیں تو یہ پایا جاتا ہے۔ کہ بی بی زینب نے حکم بجا لانے میں سستی کی۔ اور یہ نہیں کہ آنحضرت پر اعتراض کیا۔ اور اس سستی پر پروردگار نے سخت وعید فرمایا۔ اور یہ آیت نازل کی۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم

الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ نہیں لائق کسی ایماندار مرد یا عورت کو جس وقت حکم لگا چکیں اللہ اور رسول یہ کہ ہو ویں لیے ان کا موں میں کچھ اپنا اختیار اور جو شخص نافرمان ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول کا پس تحقیق گمراہ ہوا ظاہر گمراہی۔ پھر مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ بی بی زینب نے بعد نزول اس آیت کے عرض کیا۔ قد اطعتک فاصنع فی ماشئت ترجمہ از بیدا میں آپ کی اطاعت کرتی ہوں۔ پس آپ جو چاہیں سو کریں۔ پس آپ نے زینب کا نکاح زید سے کر دیا۔ ایک گروہ اہل ایمان تھے۔ جنہوں نے اپنا جان و مال سب اللہ اور رسول کے سپرد کر دیا تھا۔ اور ہر وقت ہر معاملہ میں منتظر حکم رہتے تھے۔ ایک آپ بھی ہیں جو لوگوں کو غلط حوالہ دے کر مخالفت رسول کی رغبت دلاتے ہیں۔ مغالطہ ۱۳۷۔ اخبار پڑھنے بھی۔

جواب۔ بریرہ کے معاملہ میں نہ آنحضرت نے حکم فرمایا۔ اور نہ بریرہ نے انکار کیا۔ صحیح بخاری کی روایت میں اس کا صریح ذکر ہے آنحضرت نے بریرہ کو فرمایا۔ لو راجعتہ اگر تو اپنے شوہر کی طرف رجوع کرے۔ (تو مناسب ہے) قالت یارسول اللہ تامرنی اس نے کہا یارسول اللہ کیا آپ مجھ کو اس بات پر حکم کرتے ہیں۔ (اگر حکم ہو تو سر آنکھوں پر مجھے منظور ہے)

قال انما اشفع فرمایا نہیں ہم صرف سفارش کرتے ہیں قالت فلا حاجۃ لی فیہ بریرہ نے عرض کیا۔ تو مجھے اس شوہر کی ضرورت نہیں۔ مغالطہ ۱۳۸۔ اور حدیبیہ میں قربانی پر صلح کرنے پر۔

ھدایہ۔ اس معاملہ میں کسی نے اعتراض اور مخالفت نہیں کی۔ بلکہ معاملہ شوری طلب تھا۔ جیسا کسی کی رائے میں آیا۔ ویسا عرض کیا۔ اور مشورت میں اہل مجلس پر لازم ہے۔ کہ جیسا خیال دل میں آوے۔ ویسا ظاہر کریں۔ ورنہ مشورت سے فائدہ کیا۔ جنگ بدر میں قیدیوں کی بابت آنحضرت نے مشورت کی سب نے یہ رائے دی کہ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جاوے۔ عمر فاروق نے سب کے برخلاف عرض کیا کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جاوے۔ ایسا ہی مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلعم چاہتے تھے۔ مگر عمر فاروق نے ناپسند کیا۔ اور اس مخالفت پر بڑا زور دیا۔ اس امید سے کہ شائد میری رائے کے موافق وحی آوے جیسا کہ بدر کے قیدیوں میں یہاں تک کہ آنحضرت نے دشمنوں سے عہد و پیمان کر لی۔ اور ہدی کو (قربانی کے جانوروں کو جو بیت اللہ پہنچ کر ذبح کئے جاتے ہیں) ذبح کر ڈالا۔ تب اصحاب نے جانا۔ کہ اب حکم نافذ ہو چکا۔ مخالفت اور انکار کی گنجائش نہیں۔ فی الفور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور قربانیاں

کرنے لگے۔ پھر کسی طرح کی مخالفت نہ کی۔ حضرت عمر کو جب اپنی مخالفت اور اصرار کا خیال آتا۔ تو بہت ڈرتے۔ چنانچہ فرماتے۔

ما زلت اتصدق واصوم واصلی واعتق مخافة کلامی

الذی تکلمت یہ میں ہمیشہ صدقہ دیتا رہا ہوں۔ اور روزہ رکھتا ہوں۔ اور نفل پڑھتا ہوں۔ اور بردہ آزاد کرتا ہوں۔ اس بات سے ڈر کر جو میں نے منہ سے نکالی تھی۔ تعجب ہے خود عمر رضی اللہ عنہ اپنے کو گناہ گار سمجھ کر کفارات دیتے رہے۔ اور ملا صاحب اسی بات سے استدلال کر کے آنحضرت پر اعتراض اور ان کی نافرمانی کو جائز بتلاتے ہیں۔ ناظرین اس ہماری تقریر کو غور سے سمجھ لیں۔ ایسے مغالطات سے بچنے کے لئے انشاء اللہ بہت مفید ہے۔

مغالطہ ۱۳۹۔ اور بخاری میں ہے۔ اسلم کی قوم آپس میں تیر اندازی کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بنی اسمٰعیل تیر اندازی کرو۔ اور میں فلانی طرف ہوں۔ فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی۔ آپ نے پوچھا۔ کہ تم نے تیر اندازی کیوں چھوڑ دی۔ کہا یا رسول اللہ کیوں کر تیر اندازی کریں۔ حالانکہ آپ ان کے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو۔ میں دونوں کے ساتھ ہوں۔ امر مطلق وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ ان صحابیوں نے باوجود امر کے تیر اندازی ترک کر دی۔ اور عذر پیش کیا۔ اور آنحضرت

نے ان کے ترک کی تقریر کی۔ تو معلوم ہوا کہ کل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریعی نہیں ہوتا۔

ھداب۔ تم جو کہتے ہو۔ (فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی۔) یہ قول تمہارا سراسر غلط ہے۔ صحیح بخاری میں یہ عبارت موجود ہے۔ فامسك احد الفریقین پس تیر اندازی سے رک گیا۔ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یعنی جب آنحضرت ایک طرف شامل ہو گئے۔ تو دوسری طرف والوں نے دیکھا۔ کہ اب بظاہر صورت آنحضرت سے مقابلہ لازم آئے گا۔ اور یہ شان ادب سے بعید ہے۔ بکمال ادب کے سبب رک گئے۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ آپ گروہ مقابل کے ساتھ ہیں۔ ہم کس طرح تیر چلاویں۔ آپ نے ان کا عذر سن کر (جس کے حرف حرف سے اخلاص ٹپکتا ہے۔ فرمایا تم تیر اندازی کرو میں دونوں کے ساتھ ہوں۔ اصل قصہ اس طرح ہے۔ جیسا ہم نے نقل کیا۔ مولوی صاحب نے اول تو دانستہ یہ جھوٹ بولا۔ (فریقین نے تیر اندازی چھوڑ دی) جن کے ساتھ حضرت شامل ہوئے تھے۔ اُن کو تو کوئی عذر نہ تھا۔ ناحق ان کا نام بھی لے دیا۔ تاکہ صحابہ کا بلا عذر حکم نبی کو رد کرنا ثابت ہو جائے۔ اور یہی اس کا مقصود ہے۔ چنانچہ صاف لکھتا ہے۔ (تو معلوم ہوا کہ کل فعل رسول اللہ صلعم کا تشریعی نہیں ہوتا) دیکھو یہ شخص

اپنی جان کا دشمن کیسا دلیر ہے۔ افترا ہو یا اللہ اور رسولؐ
کی بے ادبی کسی بات سے نہیں چوکتا۔ اور اس مقام میں
جو آپ نے تیر اندازی کا ارشاد کیا۔ اگرچہ یہ امر وجوبی نہ تھا۔
ایک سرسری بات تھی۔ تاہم صحابہ کبار کبھی بجا آوری میں دریغ نہ
کرتے۔ مگر چونکہ آنحضرت خود ایک فریق میں شامل ہو گئے تھے تو
فریق مقابل عذر شرعی کے سبب مجبور ہو گئے۔ یہ ایسا عذر ہے کہ
اگر امر واجب کو ایسے عذر کے سبب چھوڑ دیا جائے۔ تو عین
ایمان ہے۔ صدہا احکام عذر کے باعث ترک کئے جاتے ہیں۔
اور شارع کی طرف سے اجازت ہے۔ مثلاً قیام فی الصلوٰۃ
بیماری کی حالت میں اور روزہ حالت سفر میں کیا۔ اس
سے یہ لازم آئے گا۔ کہ پیغمبر خدا صلعم کے (یہ احکام) یا تمام احکام
مشروع نہیں ہیں۔ معاذ اللہ من ذلک بات اتنی تھی۔ کہ اس
قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ شارع علیہ السلام کے تمام احکام واسطے
وجوب کے نہیں ہوتے۔ بعض حکم استحبابا اور استحسانا ہوتے ہیں۔
یا یوں کہنا کہ عذر شرعی سے ترک کرنا حکم کا جائز معلوم ہوتا
ہے۔ مگر سیدھی بات سے اس کا باطل مدعا حاصل نہ ہوتا تھا اس
لئے ناحق کلام کو طول دیتا چلا گیا۔ اور خبط اور تناقص کلام
میں پڑا۔ ملا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ چھوڑ دینا صحابہ کا تیر اندازی
بہ سبب عذر کے دلیل ہے۔ اس بات کی کہ کل فعل رسول اللہ

کا تشریعی نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ کے نزدیک
چھوڑ دینا امر شرعی کا بہ سبب عذر جائز نہیں تو آپ کا یہ
کہنا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ و کل اہل اسلام سے
برخلاف ہے۔ اور اگر جائز ہے۔ تو آپ کا استدلال غلط اور
لغو ہوا۔ کیوں کہ انہوں نے تو عذر سے چھوڑ دیا تھا۔ طرفہ یہ
ہے۔ کہ آپ نے لکھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ کل
فعل رسول اللہ کا تشریعی نہیں۔ مُلّا صاحب یہاں تو فعل
کا ذکر نہیں۔ اگر یوں کہتے کہ کل امر رسول اللہ کا تشریعی نہیں۔
تو ایک بات تھی۔ شاید مصنف امر اور فعل کے درمیان فرق
نہیں کر سکتے۔ منصف حق پسند اس مثال میں غور سے تامل
کرے۔ کہ یہاں اعتراض صحابہ کون سا ہے۔ اور رسول اللہ کا
نامحمود فعل کون سا۔ فہم نصیب نہیں۔ ناحق پیغمبر پر اعتراض
کرنے کا فتویٰ دے بیٹھا۔

مغالطہ ۱۰۱۔ اور مرض موت میں رسول اللہ صلعم نے
کاغذ مانگا۔ کسی نے نہ دیا۔ اور کہنے لگے حسبنا کتاب اللہ۔

ھدایہ۔ یہاں کسی نے عدول حکمی اور اعتراض نہیں
کیا۔ بلکہ خطا اجتہادی (سمجھ کی غلطی) ہے۔ سرور کائنات
بیمار تھے۔ اور مرض کا غلبہ تھا۔ اس حالت میں آپ نے
ارشاد فرمایا۔ ائتونی اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ ابدا۔

تم میرے پاس لاؤ (کاغذ و قلم) تاکہ میں لکھ دوں تمہیں ایسی نوشت جس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ بعض صحابہ کو خیال آیا۔ کہ دین پورا ہو چکا ہے۔ اور اللہ کریم نے اتمام نعمت کر دیا۔ فقالوا ما شانه اهجر استفهموه فذهبوا يردون عليه فقال دعوني وفي رواية قوموا عني پس لوگ آپس میں کہنے لگے۔ اس وقت جناب کی کیا حالت ہے۔ کہیں عالم بیہوشی میں بھکتے تو نہیں۔ اچھی طرح آپ سے پوچھو اور سمجھو پس لوگ بات کو الٹا الٹا کرنے لگے۔ دریافت کرنے پس آپ نے فرمایا۔ چھوڑ دیجیے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور ان کے اس خیال کا منشاء یہ آیت تھی۔ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔ پروردگار فرماتا ہے۔ آج کے دن میں پورا کر چکا۔ واسطے تمہارے تمہارا دین اور کامل کر چکا تم پر اپنی نعمت اور مذہب اسلام کو تمہارے واسطے دین پسند کر چکا۔ یہ آیت پہلے اتر چکی تھی۔ اگر نظر انصاف سے دیکھیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ لوگ حکم خدا اور رسول پر ایسے ثابت قدم تھے۔ کہ ایک نیا حکم سن کر (جو بادی النظر میں ان کو حکم سابق کے خلاف معلوم ہوا) اپنے دل کی تسلی کے سوا ایک قدم آگے نہ بڑھے۔ اور شبہ مٹانے کی خاطر دوبارہ پوچھنا چاہتے

تھے۔ کہ آنحضرت نے اس حکم کو ملتوی رکھا۔ اور حاضرین کو اُٹھ جانے کا ارشاد کیا۔ چنانچہ عمر فاروق کے دل میں بھی خدشہ پیدا ہوا۔ اور بولے حسبنا کتاب اللہ قرآن مجید ہماری ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ اور حاضرین مجلس میں سے بعض اصحاب اس خیال سے محفوظ رہے۔ اور اس موقعہ کو یاد کرکے (جو دوسروں کے تکرار کے سبب ان کے ہاتھ سے نکلے گا) بہت افسوس کرتے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے۔ ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلعم و بین ان یکتب لھم ذٰلک الکتاب بے شک رنج نہایت درجہ کا رنج اس چیز کا ہے۔ جس نے آنحضرت کو تحریر سے روکا۔ صحابہ کبار سے جب اس قسم کی خطا سرزد ہوتی تو کبھی رب العالمین کی طرف سے اُن کو سخت عتاب ہوتا۔ اور کبھی خود ہی اپنے قصور کو یاد کرکے نادم ہوتے۔ اور مدت العمر نماز و روزہ صدقہ و خیرات سے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرتے۔ تم عجب مسلمان ہو۔ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ پیغمبر خدا صلعم کے کل اخلاق اور افعال پسندیدہ نہیں اور رسول اللہ پر کوئی اعتراض کرے۔ تو جائز ہے۔ بیعت کی بحث میں سنت کے معنی تم نے ایسے بیان کئے تھے۔ جس سے سنت فعلی (جو کام آپ نے کیا ہو) اور سنت تقریری (جو کام کسی نے

آپ کے روبرو کیا۔ اور آپ نے دیکھ کر سکوت فرمایا۔) کا انکار
پایا جاتا تھا۔ یہاں آکر مطلق سنت سے انکار کر دیا۔ جب آپ
کے تمام اخلاق اور افعال پر عمل کا اطمینان نہیں تو اتباع
کیسا۔ اصل میں یہ سب خرافات چکڑالوی کے ہیں۔ مگر اس
تحریر سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ مصنف نے بھی اُن کی شاگردی
کی۔ اس لئے حوالہ بدلدیا۔

صفحہ ۱۷۱۔ رسول اللہ نے خود فرمایا۔ انتم اعلم
بامور دنیاکم اور حدیث تابیر میں ہے انما انا بشر اذا
امرتکم بشیٔ من امر دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشیٔ من
رائی فانما انا بشر۔

ھدایہ۔ ان روایتوں کو تمہارے مدعا سے کچھ تعلق نہیں۔
تمہارا مطلب یہ ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات
کسی امر دینی کا حکم کرتے۔ اور اصحاب رضی اللہ عنہم اس پر
معترض ہوتے۔ دیکھو مقام حدیبیہ میں قربانی پر انکار کیا اور
کاغذ قلم لانے کا حکم نہ مانا۔ جن کو تم بطریق مثال لائے ہو۔
دینی امر کا انکار ہے قربانی اور نصیحت لکھنی کوئی دنیاوی یا طبعی کام
نہیں پس ثابت ہوا۔ معاذ اللہ اصحاب نبی ہر ایک حکم شرعی
میں آپ کے تابعدار نہ تھے۔ اور یہی بات سکھلانی چاہتے ہو حدیث
انتم اعلم بامور دنیاکم اور روایت واذا امرتکم بشیٔ

من مرالي میں صاف ذکر دنیاوی کاموں کا ہے۔ ہاں روایتوں سے
یہ نہیں ثابت ہوتا۔ کہ آپ کے جملہ عادات و اخلاقِ پسندیدہ
نہیں ہیں۔ البتہ یہ پایا جاتا ہے۔ کہ تجارت و زراعت زرگری و
آہن گری اور اسکے سوا جتنے دنیاوی کام ہیں۔ ان کے اہل حرفہ
انبیا علیہم السلام سے زیادہ اپنے کاموں سے واقف ہیں انبیا
ایسے کاموں میں دخل نہیں دیتے۔ اور کبھی دنیا کی طرف توجہ
نہیں فرماتے۔ وہ جس کام کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ رات
دن اسی میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ انجینئر نہ تھے۔ جو ہمیں عمارت
کا ڈھنگ بتلاتے۔ ڈاکٹر نہ تھے جو ہمیں جراحی سکھلاتے۔ ہر فن
میں جو زیادہ مشاق ہے۔ وہی استاد ہے۔ اگر کوئی اس سے
یہ نتیجہ نکالے۔ بلکہ بس دینی معاملات میں بھی لوگ اور انبیا
برابر ہیں۔ تو کفر اور اسلام میں کیا فرق رہا۔

مغالطہ ۱۴۲ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
حال ہے۔ تو اور کون شخص ہے۔ جس کے اقوال و افعال و اطوار
سب محمود ہوں۔ **ھدایہ** جب تمہارا یہ اعتقاد ہے۔ کہ پیغمبر
خدا صلعم کے بعض اقوال و افعال کو اچھا جانتے ہو۔ اور بعض
کو ناپسند رکھتے ہو۔ تو پھر رسولؐ کو رسولؐ کہنے کی کیا حاجت
ہے۔ جس کا تمام عمر میں چال چلن نیک نہ ہو۔ اس کی نبوت
کیا ہے۔ مصنف صاحب آپ ایمان سے کہو۔ کہ یہ بحث آپ

کی مند کی رو سے ہے۔ یا سمجھ ہی اُلٹی ہے۔ ؎

فانکنت لا تدری فتلک مصیبۃ ٭ وانکنت تدری فالمصیبۃ اعظم

مغالطہ ۱۲۲۔ اور کئی برس اور کئی مہینے گھر بار چھوڑ کر اس کے جوار میں رہیں۔

ھدایہ۔ صحابہ کبار میں سے ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے تمام عمر گھر بار نہیں بنایا۔ رسول رب العالمین کی مسجد میں اوقات زندگی بسر کی جو کچھ اچھا کھاتے اچھا پہنتے۔ اور یہ معتکفان بارگاہ عالی بحالیت فاقہ مستی دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر وہیں پڑے رہتے۔ تاکہ پیٹ بھر کر آپ کی صحبت کا فیض حاصل کریں۔ اور معرفت الٰہی سے مستفیض ہوں۔ ایسا ہی اس آخر زمان میں اگر کوئی اس سنت پر عمل کرے۔ اور واسطے تحصیل علم باللہ کے کسی عالم حقانی کی خدمت میں جا رہے۔ تو بے شک عنداللہ مستحق اجر کا ہوگا۔ البتہ جس کے ایمان میں ضعف ہے۔ وہ ہجرت فی سبیل اللہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ رب العالمین نے منافقوں کے حالات نقل کئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں۔ شغلتنا اموالنا واھلونا کبھی عذر کرتے ہیں۔ ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ہمیں مال اور اہل و عیال کا فکر رہتا ہے۔ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ کوئی خبر گیر اور محافظ نہیں۔ افسوس کہ آج کل بعض فرقہ پیروان سنت پر اعتراض کرتا ہے۔ اور روش منافقین کی طرف

رغبت دلاتا ہے۔ **مغالطہ ۱۶۱**۔ اور یہ عذر ان کا کہ ہم مسائل پوچھنے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ بھی علم والے ہیں اور قرب وجوار میں بھی عالم ہیں۔ پھر ان کا یہ کہنا بہانہ ہے۔

هدایہ - یہ عذر ان کا اہل بصیرت کے نزدیک درست ہے۔ جس علم کے وہ طالب ہیں۔ اس علم سے تم اور ہم جیسے عالم بالکل بے خبر ہیں۔ وہ علم ہماری تمہاری صحبت سے ہاتھ نہیں لگتا۔ وہ اہل اللہ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس آخر زمانہ میں علم باللہ یعنی احسان اور اخلاص خلق اللہ میں سے ایسا اٹھایا گیا ہے۔ کہ اگر شاذ و نادر کوئی اس عالی رتبہ کو پہنچتا ہے۔ لوگ اس کو دیوانہ ومجنوں سمجھتے ہیں۔ خاص کر جن کو نیچر سے لگاوٹ ہے۔ وہ تو منہ پھاڑ پھاڑ کر اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اب ہم ناظرین کو اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ کہ مولوی قصوری نے دیباچہ میں وعدہ کیا تھا کہ میں ہر بات میں قرآن اور حدیث صحیح یا حسن سے تمسک کروں گا۔ جوابات عشرہ اس کے ختم ہو چکے۔ اور بجائے قرآن وحدیث کے جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ پروردگار اس کو ہدایت کرے۔ اور ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔

بحث الہام کی

مغالطہ ۱۵۱ - الہام کے معنی لغت میں یہ ہیں۔ الہام چیزے در دل انداختن و آنچہ خدا در دل اندازد۔ صراح۔ ویقال الہمہ اللہ خیر القنہ ایاہ قاموس۔ لغایت میں بعد تفحص کے معلوم ہوا۔ کہ الہام دل کے خیال کو کہتے ہیں۔

ھدایہ - آپ نے صراح اور قاموس کی عبارتیں تو نقل کر دیں، مگر افسوس کہ مطلب نہ سمجھے۔ صراح میں لفظ (چیزے) اور (آنچہ) موجود ہے۔ اِس عبارت کے کیا معنے ہوئے۔ الہام کیا ہے۔ کوئی چیز دل میں ڈالنی۔ اور جو کچھ خداوند کریم کسی کے دل میں ڈالے۔ خواہ وہ خیال ہو یا کلام یا تحدیثا واللہ اعلم آپ نے خیال کی خصوصیت کہاں سے نکالی ہے۔ قاموس کی عبارت کو دیکھو۔ (یقال الہمہ اللہ خیرا) کہا جاتا ہے۔ الہام کیا اللہ نے اُس شخص کو بہتری کا (لقنہ ایاہ) سمجھا دیا یا سکھلا دیا یا کہہ سنایا۔ اُس شخص کو وہ کام۔ صاحب قاموس نے الہام کے معنی کئے ہیں۔ تلقین کے۔ اور غیاث اللغات میں ہے۔ (تفہیم فہمانیدن و تسلیم کردن۔) سمجھانا اور سکھلانا (و ماخوذ از تلقن بمعنے فہمیدن و گرفتن سخن از کسی) اور لفظ تلقین لیا گیا ہے۔ تلقن سے

جس کے معنی ہیں سمجھ لینا۔ اور حاصل کرنا۔ بات کا کسی سے اور قاموس میں ہے۔ التلقین التفہیم تلقین کے معنے ہیں سمجھانا اور مجمع البحار میں ہے۔ لقن ای فہم حسن التلقین لما یسمعہ یعنی سمجھ دار اچھی طرح پا جانے والا جس بات کو سنے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ کہلواؤ تم یا سکھلاؤ تم اپنے قریب الموت لوگوں کو لا الہ الا اللہ اور ایک روایت میں ہے۔ لقنوا موتاکم یٰسین سکھلاؤ تم اپنے مردوں کو سورہ یٰسین اور ابو کبشہ کی حدیث میں ہے۔ فذھبت حسن الحفظ حتی کنت القن فاتحۃ الکتاب۔ پس جاتا رہا میرا حافظہ یہاں تک کہ مجھے سورۃ فاتحہ کہلاتے اور کتب لغت میں لفظ القان کے معنی لکھے ہیں سمجھانا۔ تعلیم کرنا۔ تلفظ کرنا۔ اور ان روایات میں جہاں لفظ لقنوا یا القن کا آیا ہے۔ پڑھانے یا سکھلانے کے معنی بن سکتے ہیں۔ اگر یہاں آپ کی طرح دل کے خیالی معنے کریں۔ تو کیا ترجمہ ہوگا۔ مردہ کو کلمہ لا الہ الا اللہ اور سورہ یٰسین کا خیال کراؤ۔ اور سورۃ فاتحہ کا مجھے خیال کرایا جاتا تھا۔ صاحب آپ نے کون سی کتابوں کا تفحص کیا تھا۔ صراح اور قاموس کی عبارت تو مفید مطلب ہے۔ کوئی اور کتاب بتائیے جس میں الہام کے معنے دل کا خیال لکھے ہوں۔

مغالطہ صفحہ ۱۹۱۔ الہام کے معنے میں دعا اور ندا ماخوذ نہیں۔

ھدایہ۔ آپ نے قاموس کی عبارت کا حوالہ دیا ہے۔ اور صاحب قاموس نے الہام کے معنے کئی لئے ہیں۔ تلقین اور تلقین میں تکلم اور کلام بھی ہوتی ہے۔ اور تکلم اور کلام کو آواز و ندا لازم ہے۔ پس آپ کہاں سے کہتے ہیں۔ کہ الہام کے معنے میں دعا اور ندا ماخوذ نہیں۔) الفاظ کا ترجمہ اجتہادی بات نہیں۔ کہ آپ اپنے اجتہاد سے جو چاہیں۔ رکھ دیں۔ یہاں کتب لغت اور محاورہ عرب کی سند درکار ہے مغالطہ ۱۳۷۔ اور کسی لغت میں نظر نہیں آیا جو شخص یہ کہے۔ کہ مجھ کو الہام ہوا۔ کہ یہ بات کر اور میں نے جواب دیا۔ کہ کس طرح کروں۔

ھدایہ۔ چشم بد دور کیا عجب عبارت ہے۔ ہر چند فکر کیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جملہ اول (اور کسی لغت میں نظر نہیں آیا) اگر اس کو پہلی عبارت سے ربط دیتے ہیں تو اگلی عبارت (جو شخص یہ کہے کہ مجھ کو الہام ہوا۔) ناتمام رہی جاتی ہے۔ لفظ (جو) موصول متضمن معنی شرط چاہتا ہے۔ جزا کو اور یہاں جزا کا پتہ نہیں۔ اور اگر جملہ اول کو عبارت مابعد سے ملا کر کل مغالطہ کی عبارت کو ایک بنا دیں۔ تو یہ معنے ہوتے ہیں۔ اکسی لغت والے نے کسی صاحب الہام کا یہ قصہ نہیں لکھا۔ کہ تو یہ بات کر اس نے کہا میں کس طرح کروں۔ اور تمام عبارت بالکل لغو اور پوچ ہو جاتی ہے۔ اہل لغت معانی الفاظ بیان کیا کرتے ہیں۔ قصہ خوانی

ان کا کام نہیں۔ الہام کی حکائیتیں اور اس کے اقسام اور کیفیتیں وہی لوگ بتلا سکتے ہیں۔ جو صاحب حال ہیں۔ واضح ہو الہام کے چند اقسام ہیں۔ ایک تحدیث یعنے وہ کلام جو پردہ غیب سے نازل ہوتی ہے۔ پس اگر انبیا علیہم السلام پر نازل ہو۔ تو اس کو اصطلاح شرعی میں وحی کہتے ہیں۔ اور اگر اولیاء اللہ پر نازل ہو اس کو تحدیث کہتے ہیں۔ اور ایسے ہی لفظ وہی مورد کے اعتبار سے جداگانہ معنے رکھتا ہے۔ اگر سوائے نبی کے اور کسی طرف وحی کی نسبت کی جاوے۔ تو اس جگہ الہام مراد ہوگا۔ چنانچہ اس آیت میں واذا وحیت الی الحواریین ان امنوا بی وبرسلی جس وقت الہام کیا ہم نے حواریوں کی طرف کہ یقین لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر اور اس آیت میں واوحینا الی ام موسیٰ ہم نے الہام کیا موسیٰ والدہ کو۔ چونکہ یہ لوگ نبی نہ تھے۔ اس واسطے ان آیتوں میں وحی کا ترجمہ الہام کیا جاتا ہے۔ اور ابن عباسؓ کی قرأت میں ہے۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الایۃ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی اور نہ صاحب الہام آخر آیت تک اگرچہ لفظ محدث ہماری قراوت متواتر میں نہیں مگر علماء کے نزدیک قرأت غیر متواتر خبر مشہور کا حکم رکھتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے۔ قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فعمر

بے شک پہلی امتوں میں صاحب الہام تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہوگا۔ اسں امر حدیث میں تحدیث کی قسم کا بیان ہے۔ تحدیث کے معنے ہیں بات کرنی پس ثابت ہوا کہ صاحب کو غیب سے کلام سنائی دیتی ہے۔ ملا صاحب جو الہام کو محض خیال بتاتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔

قسم دوم:۔ زبانی فرشتہ متشکل بشکل بشر سے کلام سننا جیسا کہ مریم علیہا السلام کے حق میں فرمایا فارسلنا الیہا روحنا الخ یعنی پس ہم نے بھیجا مریم کی طرف اپنی روح (جبرئیل ؑ) کو آیت ان کے آخیر تک واذ قالت الملائکۃ یمریم ان اللہ بشرک جس وقت کہا فرشتوں نے تحقیق اللہ خوشخبری دیتا ہے تجھ کو۔ واذ قالت الملائکۃ یمریم ان اللہ اصطفاک اور جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اس قسم کے الہام کو اصطلاح قوم میں خطاب ملکی بھی کہتے ہیں۔

تیسری قسم:۔ الہام کی یہ ہے۔ کہ صاحب الہام کے دل سے خود بخود ایک بات جوش مارتی ہے۔ اور اس کی زبان پر آتی ہے اکثر ایسی بات بھی منہ سے نکلتی ہے کہ پیشتر اس کو یاد نہ تھی۔ بلکہ اس کا علم نہ تھا حقیقت میں وہ کلام غیبی ہوتی ہے۔ خیالات نفسانی نہیں ہوتے۔ قسم سوم کا الہام باعتبار مورد کے دو قسم ہے۔ اور ہر ایک قسم کا جدا جدا نام ہے۔ اس قسم کا الہام اگر

نبی کو ہو۔ تو اس کو نفث فی الروع کہتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔
ان روح القدس نفث فی روح القدوس نفث فی روع
پھونکا جبرئیل نے میرے دل میں اگر کسی اور شخص کو ہو۔ تو اس
کا نام نطق سکینہ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کہتے ہیں۔ ما کنا نبعد ان
السکینۃ تنطق علی لسان عمر وقلبہ ہم بعید نہ سمجھتے اس
بات کو جو سکینہ گویا ہوتا ہے۔ عمر فاروق کی زبان اور دل پر یعنے
عمر کی بات سن کر ہم یوں گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص اپنی طرف
سے نہیں کہتا۔ بلکہ الہام ربانی سے کہتا ہے۔ شارحان حدیث سید
طیبی۔ صاحب لمعات لکھتے ہیں۔ سکینہ اس شے کا نام ہے۔ جو
صاحب الہام کی زبان پر ڈالی جاتی ہے۔ یا فرشتے کا نام ہے جو
الہام لے کر آتا ہے۔

قسم چہارم یہ ہے۔ کہ صاحب الہام کے دل میں محض خیال
آوے۔ جیسا کہ ملا صاحب نے بیان کیا ہے اور ان دو حدیثوں میں
بھی اسی کا ذکر ہے۔ ان للملک لمۃ بقلب ابن آدم وللشیطان
لمۃ فلمۃ الملک ایعاد بالخیر وتصدیق بالوعد ولمۃ الشیطان
ایعاد بالشر وتکذیب بالوعد تحقیق فرشتہ کا لگاؤ ہے۔ انسان
کے دل سے اور شیطان کا بھی لگاؤ ہے فرشتے کی لگاوٹ کیا ہے۔
بہترائی کا وعدہ دینا۔ اور خدا کے وعدوں کو سچ دکھلانا اور شیطان
کی لگاوٹ برائی کا وعدہ دلانا اور خدا کے وعدوں کو جھٹلانا والداعی

فوق الصراط واعظ اللہ فی قلب کل مؤمن اور رستہ پر کھڑا ہو کر پکارنے والا۔ اللہ کا واعظ ہے۔ جو ہر مومن کے دل میں ہے۔ حافظ ابن القیم مدارج میں فرماتے ہیں۔ والالہام ینقسم الی عام وخاص وعامہ قد یقع نادرا انتہی ملخصا اور الہام منقسم ہوتا ہے۔ اور قسم عام اس کا اکثر واقع ہوتا ہے۔ اور قسم خاص کبھی شاذ ونادر وقوع میں آتا ہے۔ یہ چاروں قسم آیات اور احادیث سے ثابت ہیں۔ ملا صاحب نے چوتھی قسم بیان کر کے تین قسموں کی نفی کر دی۔ اور برخلاف کتاب وسنت اور علما امت کے ایک جدا رستہ نکالا۔ ھدا ہا اللہ۔

مغالطہ ۱۲۸۔ لیکن شرع میں یہ بات ثابت نہیں کہ ایک شخص چلا جاتا تھا۔ اور ہاتف نے آواز دیا قرآن میں بھی اس کا ذکر نہیں پس معلوم ہوا کہ الہام صرف خیال دل کو کہتے ہیں۔

ھدایہ۔ ہاتف۔ صارخ۔ منادی تینوں کے معنے ایک ہی ہیں۔ آواز دینے والا۔ چیخنے والا۔ پکارنے والا۔ اب ہم آیتوں اور حدیثوں سے ثابت کرتے ہیں۔ جو کئی شخصوں کو صارخ اور منادی نے پکارا اور آواز دی۔ صحیح بخاری میں ہے۔ لما مات الحسن بن الحسن ضربت امرأته القبة علی قبرہ سنة ثم رفعت فسمعت صائحا یقول الا ھل وجدوا ما فقدوا۔ فاجابه آخر بل یئسوا فانقلبوا جب کہ انتقال کیا حسن بن حسن رضی اللہ عنہما

نے ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال خیمہ لگا رکھا پھر خیمہ اٹھالائی۔ پس اس نے سنا ایک پکارنے والا کہتا ہے۔ کیا انہیں پالیا۔ جو انہوں نے کھویا تھا۔ دوسرے نے جواب دیا نہیں بلکہ نا امید ہو گئے پس لوٹ چلی۔ ملّا علی قاری نے صائح کا ترجمہ ہاتف سے کیا ہے۔ اور حدیث معراج میں ہے۔ فلما جاوزت نادی منادٍ امضیت فریضتی وخففت عن عبادی۔ پس جب میں گزرا۔ ایک پکارنے والی نے پکارا میں نے اپنے فرض کا حکم جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں کے واسطے تخفیف کر دی۔ اور ساریہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ہے۔ فاذا بصائح یصیح یا ساری الجبل اچانک ایک چلانے والے نے چلا کر کہا اے ساریہ پہاڑ کی طرف رہ اور حدیث صحیح میں ہے۔ فسمع صوتاً فی السحابۃ اسق حدیقۃ فلان پس بادل میں سے ایک آواز سنی فلاں شخص کی باغ کو پانی دے مجمع البحار میں ہے۔ اھتفت بالہ نصاری ای نادھم بلا تحاتیوں کو لہتف یصیح دونوں کے ایک معنے ہیں۔ ایسا ہی ھتفت صاحب غرض حدیث کی شرحوں اور لغت کی کتابوں سے ثابت ہوا۔ کہ ہاتف ہاتف اور صائح اور منادی کے ایک معنے ہیں۔ اور نیز صحیح روایتوں سے جن سے انکار کرنا پیروان سنت سے بعید ہے۔ ثابت کیا گیا جو ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور

حسن بن حسن کی بیوی نے اور میدانِ جنگ میں ساریہ رضی اللہ عنہ نے اور جنگل میں کسی مسافر نے ہاتف کی آواز سنی۔ اور سمجھی۔ پس یہ قول مصنف کا (ان معنوں میں جو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں۔ کہیں قرآن وحدیث میں نہیں آیا) یا آواز جبرئیل منادی کہتا ہے۔ کہ بے چارہ بالکل سادہ اور بے علم ہے۔ جس نے مشکوۃ دیکھی ہوگی۔ وہ ان روائیوں سے واقف ہوگا۔ مصنف کو قرآن وحدیث کے تمازشت کا دعوٰے ہے۔ مگر ان روائیوں کی خبر نہیں۔ اور پروردگار فرماتا ہے ونادیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا ہم نے پکارا اس کو اے ابراہیم تو نے بیشک کر دکھلایا خواب اذ ناداہ ربہ بالواد المقدس طوی جس وقت پکارا موسےٰ کو اس کے رب نے پاک جنگل میں جس کا نام طوی ہے۔ ملا صاحب چند سطریں لکھ کر فرماتے ہیں۔ (اور کسی نے آواز سنی) پہلے انکار سے توبہ کرتے ہیں۔ پس ناظرین اسیں نفی کو بھی منسوخ سمجھیں۔ جو انہوں نے فرمایا تھا۔ (پس معلوم ہوا۔ کہ الہام صرف خیالِ دل کو کہتے ہیں۔) بلکہ باقرار ملا صاحب چاروں اقسام صحیح ہیں۔

مغالطہ ۱۸۹ ۔ واوحی ربک الی النحل اور واوحینا الی ام موسیٰ میں مفسرین الہام کے معنے کرتے ہیں۔ لیکن الہام کے معنی درست نہیں ہوتے۔ کیوں کہ الہام میں صرف القاہی

ہوتا ہے۔ وہاں جواب وسوال نہیں ہوتا۔

ھدایہ۔ یہ تو آپ مانتے ہیں۔ کہ کبھی وحی میں کلام اور سوال وجواب ہوتا ہے۔ مگر الہام میں نہیں ہوتا۔ اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ یہ فرق آپ نے کہاں سے نکالا۔ اور اس پر کیا دلیل اور کون سی سند ہے۔ اہل لغت تو وحی کے معنے الہام ہی کرتے ہیں۔ جب اہل لغت کے نزدیک دونوں ایک معنی پر آتے ہیں۔ تو مفسرین کا قول صحیح ہوا۔ قاموس میں ہے۔ الوحی الکتابۃ والاشارۃ والمکتوب والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وحی کے معنے ہیں لکھنا۔ اور اشارہ کرنا۔ اور مکتوب اور رسالہ اور الہام اور پوشیدہ کلام اور مجمع البحار میں ہے۔ الوحی یقع علی الکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی۔ اور مجمع البحار میں ہے۔ الالہامات ملقی اللہ فی النفس امرا یبعثہ علی الفعل والترک وھو نوع من الوحی یختص اللہ بہ من عبادہ لفظ وحی بولا جاتا ہے۔ کتاب اور رسالت اور الہام اور کلام پوشیدہ پر۔ الہام یہ ہے کہ اللہ کسی کے دل میں کسی بات کا القا کرے۔ جو اس شخص کو فعل یا ترک کا باعث ہووے۔ اور الہام ایک قسم ہے وحی کی۔ خاص کرتا ہے اس کے ساتھ پروردگار جس کو چاہتا ہے۔ اپنے بندوں میں سے اور یہ بات ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ الہام بمعنے تحدیث وتلقین

اور تکلیم بھی آتا ہے۔ اور اِس صفت والے شخص کو ملہم اور محدث اور ملقن اور مکلم کہتے ہیں۔ بخاری میں ہے۔ قد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون پہلی امتوں میں غیب سے باتیں سُننے والے لوگ تھے۔ قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر تمہارے سے پہلے امت بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے۔ جن کے ساتھ کلام غیب سے کی جاتی تھی۔ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے۔ پس اگر میری امت میں سے کوئی ویسا ہو تو عمر ہو گا۔ اور صحیحین میں ہے۔ ویلھمنی محامد احمدہ بھا لا تحضرنی الآن وفی روایۃ یعلمنی اور الہام کرے گا۔ پروردگار مجھ کو تعریفیں جن کے ساتھ میں اُس کی حمد کروں گا۔ جو اب مجھ کو یاد نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے تعلیم کرے گا۔ مجھ کو پروردگار آخر حدیث تک۔ اِن سب روایتوں اور سندوں سے ثابت ہوا۔ کہ وحی کے معنی الہام بھی آتا ہے۔ اور الہام میں آواز اور کلام بھی سنائی دیا کرتی ہے۔ اور معلوم ہوا کہ مُلّا صاحب جیسے وضعی مسائل بناتے ہیں۔ ویسے ہی وضع لغت میں بھی دخل رکھتے ہیں۔ خیر تیرھویں صدی کے مجتہد سے یہ بھی غنیمت ہے کیوں صاحب آپ نے صفحہ ۱۸ میں تصریح کیا ہے۔ کہ اگر کسی آدمی سے فرشتہ کلام کرے۔ تو اس کا نام وحی ہے نہ الہام یہ تو بتلا

دیجئے۔ جو کوئی جھوٹا دعوے کرے۔ کہ مجھ کو وحی ہوتی ہے۔ تو
بموجب آیۂ کریمہ کے ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا
او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء وہ شخص سردار
ظالموں کا ہے۔ یا نہیں اگر ہے پس آپ اور آپ کا وزیر مطیع اللہ
صاحب (جو اس رسالہ اور قصیدہ علیا کے آخیر میں لکھتے ہو۔
ـہ سروش از غیب با من کرد ارشاد ؎ سروش گفت زنجیلیم بگوشم
ایں تاریخ ۔) تو پوری اس آیت کے مصداق ہو گئی۔ اور اگر کہو۔ کہ
یہ کلام شاعروں کے طریق پر ہے۔ پس بحکم آیۂ کریمہ والشعراء
یتبعہم الغاوون معاذ اللہ داخل زمرہ غاوین ہو جاؤگے۔ کیا
اچھا کہا جس نے کہا ؎

وزیرے چنیں شہریارے چناں ؎ جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

افسوس آپ ملہمین صادقین پہ طعن کرتے ہو۔ اور خود بدولت ناحق
مدعی وحی۔ مغالطہ نمبر ۱۵۰ ۔ جب یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ
الہام کے معنوں میں کلام اور تکلم ماخوذ نہیں۔

ھدایہ۔ مولا صاحب آپ بار بار یہی کہتے ہیں۔ کہ الہام
میں کلام نہیں ہوتی۔ کیا یہ مسئلہ آپ کو الہام سے معلوم ہوا ہے۔
یا کسی کتاب میں دیکھا ہے۔ قرآن و حدیث اور لغت عرب
سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ الہام میں کبھی کلام بھی ہوا کرتی ہے۔
ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس پروردگار فرمانا

ہے۔ بعض لوگ اپنی اٹکل اور ہوائے نفس کے تابع ہیں۔ ایسا ہی آپ کا حال نظر آتا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔

مغالطہ ۱۵۱۔ اگر کوئی شخص دعوئے کلام تکلم کا کرے۔ اور پھر اس پر اطلاق الہام کا کرے۔ ہم اس کو صادق نہ جانیں گے۔

ھدایہ۔ چونکہ آپ مقرہیں کہ وحی میں کلام ہوا کرتی ہے۔ اور وحی اور الہام کا مرادف ہونا لغت کی کتابوں سے ثابت ہے۔ پس آپ کو اس شخص کا صادق جاننا اپنی تحریر کی رو سے ضرور ماننا پڑے گا۔

مغالطہ ۱۵۲۔ اللہ جل شانہٗ نے صریح فرمایا ہے کہ فالھمہا فجورھا وتقوٰلھا لفظ نفس عام ہے۔ فاسق کا ہو۔ یا صالح کا، کافر کا ہو یا مومن کا تقوی اور فجور کا الہام ہر ایک کو ممکن ہے۔ **ھدایہ**۔ جیسا لفظ نفس عام ہے۔ اسی طرح لفظ الہام بھی عام ہے۔ بعضوں کو بطریق تحدیث غیبی (غیب سے ایک کلام کا سنائی دینا) ہوتا ہے۔ اور کسی کو بطریق خطاب ملکی (فرشتہ کا متشکل بشکل انسان ہو کر کلام کرنا) اور کیوں کہ بطریق تعلیم روحی (خود بخود ایک ایسے کلام کا جو اس کو یاد نہ تھی یا اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ زبان پر جاری ہونا) اور بہتوں کو بطریق القائی القلب (ایک خیال دل میں آنا)

اور جیساکہ الہام تقویٰ میں الہام کا عام معنیٰ لیا جاتا ہے۔ ویسا الہام فجور میں بھی عموم ہے۔ مگر القاء خیر کو الہام رحمانی کہیں گے۔ اور القاء شر کو الہام شیطانی۔ چنانچہ اس حدیث میں (جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔) دونوں طرح کے القاء کا ذکر ہے۔ فرشتہ کا لگاؤ ہے۔ ابنِ آدم کے دل سے اور شیطان کا فرشتہ کی لگاوٹ خیر کی امید دلانی اور خدا کے وعدہ کو سچا دکھلانا اور شیطانی لگاوٹ برائی کا وعدہ دینا اور وعدہ الٰہی کو جھٹلانا۔ الہام خیر کے انواع راقم پہلے کتاب و سنت سے ثابت کر چکا۔ اب الہام شر کے انواع آیات بینہ و احادیث صحیحہ سے بیان کرتا ہے نوع اول تحدیث جو اس متفق علیہ روایات میں ذکر ہے۔ تلک الکلمۃ من الحق یخطفہا الجنی فیقرھا فی اذن ولیہ قر الدجاجۃ (کاہن کوئی سچی بات بھی لوگوں کو بتلا دے۔) آنحضرت نے فرمایا یہ ایک سچی بات ہے۔ جن (فرشتوں سے سن کر) اسے یاد کر لیتا ہے۔ پس مرغی کیسی آواز کے ساتھ بول کر اپنے دوست کے کان میں کہہ دیتا ہے۔ نوع دوم خطاب جو ان آیتوں میں وارد ہے۔ واذ زین لھم الشیطن اعمالھم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی

بری منکم انی اری مالا ترون (ترجمہ:۔ اور جس وقت سنوار نے لگا شیطان ان کی نظر میں ان کے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہو گا تم پر آج کے دن اور میں رفیق ہوں تمہارا پس جب سامنے ہوئیں دو فوجیں الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ شیطان مجسم ہو کر لوگوں کو نظر آیا۔ اور لڑائی کے وقت جب مقابلہ میں فرشتے دیکھے۔ اپنے ساتھیوں کو جواب دے کر بھاگ گیا۔ اور کمثل الشیطن اذقال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک جیسی کہاوت شیطان کی۔ کہ جس وقت کہا اس نے آدمی کو کفر کر پس جب کفر کیا۔ کہا میں الگ ہوں تجھ سے۔ شیطان ایک زاہد کا دوست بنا۔ اور اس کو فسق سکھلایا جب وہ پکڑا گیا تب کہنے لگا تو مجھے سجدہ کر میں تجھے بچا لوں گا۔ جب اس نے سجدہ کر کے ایمان گنوا لیا۔ تو کہنے لگا میں تجھ سے بیزار ہوں۔ جیسے بی بی مریمؑ سے جبرئیلؑ نے بصورت انسانی ظاہر ہو کر کلام کی ایسے ہی ان کافروں سے شیطان نے جسم انسانی میں آ کر فریب دیا۔ نوع سویم تعلیم روحانی جس کا بیان اس حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ فیسمع الکلمۃ فیلقیھا الی من تحتہ ثم یلقیھا الآخر الی من تحتہ حتی یلقیھا علی لسان الساحر —

ترجمہ:۔ پس سنتا ہے شیطان فرشتوں سے ایک کلمہ پس اپنے نیچے جگہ والے کو ڈالتا ہے۔ پھر وہ اپنے سے نیچے درجہ والے کو سکھلاتا ہے۔ یہاں تک کہ جادوگر کی زبان پر (بذریعہ تعلیم روحانی کے) ڈالتا ہے۔ اور ساحر ایک سچے فقرہ کے ساتھ سو جھوٹ ملاکر لوگوں میں فخر سے ظاہر کرتا ہے۔ نبوت کے جھوٹے مدعی اکثر اسی قسم کے الہامات دکھلاکر لوگوں کو فریب دیا کرتے تھے۔ صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں۔ فالروایات اشعار بان الموضع فی اخذ الکلمات تارۃ بلا صوت واخری بہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جو کاہن کے کان میں کبھی آواز سے بات پہنچتی۔ کبھی بدوں آواز کے۔ نوع چہارم وسوسہ اور خطرہ جس کو مصنف خیال دلی لکھتے ہیں۔ الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء شیطان تمہیں ڈراتا ہے۔ محتاجی سے اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا۔ ان للملک لمۃ یقلب ابن ادم وللشیطان لمۃ فلمۃ الملک ایعاد بالخیر وتصدیق بالوعد ولمۃ الشیطان ایعاد بالشر وتکذیب بالوعد۔ اس آیت اور حدیث میں نوع چہارم کا بیان ہے۔ اور جیسا الہام کے معنی آیۂ کریمہ فالھمھا فجورھا وتقوھا میں عام ہے۔ اسی طرح وحی اس آیت میں وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم (تحقیق شیطان وحی کرتا ہے طرف اپنے دوستوں کے)

عموم پر محمول ہے۔ بعضے مختلف طور پر اتفاق کرتا ہے۔ الہام خیر
اور الہام شر میں یہ فرق ہے۔ کہ خیر اللہ عزوجل کی طرف سے
ہے۔ اور شر شیطان کی طرف سے۔ جس کو خیر کا الہام ہوتا ہے۔
اس کو محدث و ملہم و ملقن رحمانی کہتے ہیں۔ اور جس کو برائی کا الہام
ہوتا ہے۔ اس کو محدّث و ملہم و ملقن شیطانی بتلاتے ہیں۔
آیہ کریمہ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا میں الہام کے ایک ہی معنے
لینا اور باقی کو نہ ماننا یا سراسر تعصب ہے۔ یا محض بے علمی
و بے خبری۔ ہم ناظرین کو ایک اور بات بتلاتے ہیں۔ ملا صاحب
نے لفظ الھمھا کا ترجمہ الہام اصطلاحی کیا ہے۔ اور ہم نے
وہی معنے فرض کرکے اسی روش پر یہ جواب دیا ہے۔ ورا صل
آیت فالھمھا فجورھا وتقوٰھا میں الہام کے معنی ہیں تعلیم
اور تفہیم کے پس آیت کے معنی اس طرح کرنے چاہئے (پس
سکھلایا اور سمجھایا نفس کو فجور اور تقوٰے اس کا) یعنی پروردگار
نے کتابیں اتار کر اور رسول بھیج کر گمراہی اور ہدایت کا رستہ
واضح کر دیا۔ اب مصنف کا استدلال بالکل بے جا اور باطل ہوگا۔

مغالطہ ۱۵۳ ۔ پس یہ لوگ جو دعوے الہام کا کرتے
ہیں۔ اور ان کے معتقد لوگ قرآن و حدیث سے زیادہ خیال
کرتے ہیں۔ اور اس کے منکروں پر اشد انکار کرتے ہیں۔ بلکہ
ان کو کافر جانتے ہیں۔ یہ باتیں دین کی نہیں ہیں۔

ھدایہ - جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں - وہ کسی چیز کو قرآن و حدیث پر مقدم نہیں کرتے - بلکہ الہامات کو شواہد اور مبشرات اور ترجیح اور اطمینان کا سبب سمجھتے ہیں - اور جو شخص تاویل کے ساتھ الہام کا انکار کرے - اس کو کافر نہیں کہتے - بلکہ مبتدع کہتے ہیں - چنانچہ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا -

مغالطہ ۱۸۵ - علماء عقائد نے لکھ دیا ہے - والالہام لیس بحجۃ -

ھدایہ - معلوم ہوا ملا صاحب بہت حیران ہیں - ہر طرف ہاتھ مارتے ہیں - کوئی دلیل نہیں ملتی جس سے الہام کی بے اعتباری ثابت کریں - آخر انہیں لوگوں کا قول سند لاتے ہیں - جن کے آپ ہمیشہ سے منکر ہیں - اور اسی رسالہ کے اول و آخر میں جن پر اعتراض کئے ہیں - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا حافظہ اور فہم بالکل جاتا رہا ہے - ورنہ آپ یہ قول اہلِ کلام کا (والالہام لیس بحجۃ) کبھی سند نہ لاتے - آپ وجود الہام کے منکر ہیں - اور اس قول کے یہ معنے ہیں - کہ الہام کا وجود تو ہے - مگر کتاب و سنت کی طرح حجت نہیں - اگر اہلِ کلام آپ کی طرح الہام کے منکر ہوتے - تو یوں لکھتے - الہام کا وجود ہی نہیں - یا کہتے الہام دل کا خیال ہے - جو مومن کافر صالح فاسق چھوٹے بڑے سب کے دل میں آتا ہے - اور اس کی حجیت ہونی نہ ہونی پر بحث نہ کرتے - بلکہ علماء عقائد لکھتے

ہیں۔ الہام کیا ہے۔ القاء ہونا علم کا دل میں جو ایک قسم ہے
وحی کی آپ نے اتنی بات کو مان لیا۔ کہ (حجیت نہیں) مگر حجت
نہ ہونے والی چیز کے وجود کو نہیں مانا۔ ایک جملہ میں خیر کا اقرار
ہے۔ اور مبتدا سے انکار۔ یہ بعینہ ملحدوں کی سی بات ہے۔ جو
کہتے ہیں کلام اللہ میں نماز کی ممانعت آئی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔
لا تقربوا الصلوٰۃ۔

مغالطہ ۱۵۵۔ اور علماء عقائد نے لکھا ہے۔ کہ اس باب
علم کے تین ہیں۔ الی قولہ الہام کو کسی نے اس باب علم
سے نہیں بنایا۔

جواب۔ علم کلام فلسفہ کے مقابلہ میں اسی کی ڈھنگ
پر بنایا گیا تھا۔ اہل کلام کو منقول کی طرف توجہ نہ تھی۔ صرف
علم معقول ان کا مبلغ علم تھا۔ اس لئے سلف صالحین نے
متکلمین کو زمرۂ علمائیں شمار نہیں کیا۔ اور آپ بھی ہمیشہ ان
کے منکر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ عند اور تعصب کے سبب یہاں
ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر متکلمین برخلاف کتاب وسنت کے
کسی مسئلہ کا انکار کریں گے۔ تو بیشک ان کا قول رد کیا
جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ فاذا اوحیت الی الحواریین
ان امنوا بی وبرسولی قالوا امنا۔ اور جس وقت
الہام کیا میں نے طرف حواریوں کے یہ کہ تم ایمان لاؤ۔ ساتھ

میرے اور میرے رسول کے ۔ وہ بولے ہم ایمان لائے۔ عیسیٰ
علیہ السلام کے شاگردوں کو معرفت توحید الٰہی اور حقیقت
عیسیٰ علیہ السلام الہام سے حاصل ہوئی ۔ اور اسی کے موافق
انہوں نے اپنے عقائد کو مضبوط کر کے اللہ اور اس کے رسول
کے برحق ہونے کا اقرار کیا۔ معرفت توحید الٰہی کے برابر کوئی
علم نہیں ۔ سب علوم اس سے ادنیٰ ہیں ۔ جب یہ سب
علموں کا سردار علم بہ سبب الہام کے حاصل ہو سکتا ہے تو
اور علموں کی کیا حقیقت ہے۔ اور فرمایا۔ واوحینا الیٰ ام
موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم
ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا۔ تو اس کو
دودھ پلا ۔ پس جس وقت تجھے اس کی حالت پر خوف ہو۔
پس ڈال اس کو دریا میں۔ دیکھو الہام کے ذریعہ سے کیسی
مشکل حل ہوئی ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس دور از
عقل بات پر کیسا اعتبار کیا۔ کہ زندہ بچے کو بہتے پانی میں
پھینک دیا۔ آخر اللہ جل شانہٗ اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ماں بیٹے کو
ملا دیا۔ لتعلم ان وعد اللہ حق تاکہ وہ جانے بے شک
اللہ کا وعدہ حق ہے اور طالوت نے بذریعہ الہام معلوم کر
کے بتلایا۔ کہ میرے ساتھیوں میں سے جو نہر سے پانی پیئے گا۔
میری رفاقت سے رہ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور عمر فاروق

نے ایک لشکر روانہ کیا۔ اور ساریہ نام شخص کو اس پر امیر
بنایا۔ جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے آپ کو بذریعہ الہام معلوم
ہوا کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے۔ آپ اسی امیر لشکر کو
پکار کر تدبیر بتانے لگے۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جا۔ پس ہوا
نے بھی آواز ان کو پہنچا دی۔ اور وہ پہاڑ کی طرف پشت کر
کے کھڑے ہو گئے۔ دشمنوں کا داؤ نہ چلا۔ آخر کفار مغلوب
ہو کر بھاگ گئے۔ اور ایک شخص سے حضرت عمر نے پوچھا۔
تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا جمرہ۔ آپ نے پوچھا باپ کا نام
بولا شہاب۔ آپ نے دریافت کیا۔ کس قبیلہ سے ؟ کہا حرقہ
سے۔ پوچھا کہاں رہتا ہے۔ کہا حرۃ النار میں۔ پوچھا کون سی
جگہ۔ کہا ذات لظی میں۔ فرمایا جا اپنے گھر والوں کی خبر لے وہ
سب جل گئے۔ جب اس شخص نے جا کر دیکھا۔ تو یہی حال
تھا۔ جو کہ حضرت عمر نے کہا تھا۔ یہ حالات آپ کو الہام سے
معلوم ہوئے۔ اور جیسے بتلائے ویسے ہی دیکھنے میں آئے۔ عمر
فاروق کے ایسے ہی حالات دیکھ کر صحابہ کرام کہا کرتے۔ ان
الملک ینطق علی لسان عمر۔ ملا صاحب کو محدثین کے
عقائد کی خبر نہیں۔ ورنہ متکلمین کی تقلید نہ کرتے۔ علامہ
زمان نواب سید محمد صدیق حسن خان بغیۃ الرائد
فی شرح العقائد میں لکھتے ہیں۔ کہ کثیر از سلف صالحین الہام

کو اسباب علم جانتے ہیں۔ پس یہ بات کہ (الہام علم کا ذریعہ اور سبب ہے۔) کتاب اللہ اور آثار صحابہ سے بخوبی ثابت ہو گئی۔ اور ملا اور متکلمین کا بے سند قول رد ہوا۔

مغالطہ ۱۵۶۔ بلکہ سب یہی کہتے ہیں۔ الالہام لیس من اسباب المعرفۃ لصحۃ الشیٔ عند اہل الحق۔ یعنے الہام اہل سنت جماعت کے نزدیک کسی شئے کی صحت معلوم کرنے کا سبب نہیں ہے۔ ھذا باطل۔ نسفی کی مراد اہل حق سے متکلمین ہے کیوں کہ اہل فن اپنی آئمہ فن کا ہمیشہ حوالہ دیا کرتے ہیں ملا صاحب اگر راست گوئی کرتے۔ عبارت نسفی کا ترجمہ اس طرح فرماتے۔ (یعنے الہام اہل کلام کے نزدیک کسی شئے کی صحت معلوم کرنے کا اسباب نہیں ہے) تو عوام الناس فریب میں نہ آتے۔ اور مخالفت متکلمین کی چنداں پروا نہ کرتے۔ انہوں نے اہل کلام کی جگہہ اہل سنت والجماعت لکھ دیا۔ مگر ایسی ابلہ فریبی سے کیا ہوتا ہے۔ اہل حق وہ ہیں۔ جن کے عقائد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق ہیں۔ نسفی متکلمین میں سے ایک شخص ہے مسائل صفات میں اکثر غلطی کرتا ہے۔ اور پھر انہیں مسائل کو اہل حق کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ان کے نزدیک اہل حق اہل کلام ہیں۔

مغالطہ ۱۵۷۔ اور اس الہام کو اولیاء اللہ کا خاصہ سمجھنا خطا ہے۔ بلکہ ہر ایک مومن اولیاء اللہ ہے اور

الہام کسی کا خاصہ نہیں ہے۔

ھدایہ۔ مومن مفرد اولیاء جمع یہ کون سا محاورہ اور عربیت
ہے۔ نحو میر کے پڑھنے والے بھی جانتے ہیں۔ کہ مطابقت مبتدا اور
خبر میں ضروری ہے۔ مُلّا صاحب بے شک ہر مومن ولی ہے۔ مگر جیسے
عمل ویسا درجہ ایک سابق بالخیرات ہیں۔ اور ایک سیانی روش
والے اور ایک گناہوں کے سبب اپنی جان پر ظلم کرنے والے
مومنوں کے درمیان فرق ہے بعضوں کو بعضوں پر تفضیلت ہے۔
مُلّا صاحب اگر مدعی مساوات ہیں۔ تو اس کا قول بر خلاف قرآن کون
مانے گا۔ آیت و احادیث سے ثابت ہے۔ کہ الہام متنازع فیہ
ہر ایک شخص کو نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خاص لوگ ہیں۔ جو اس عالی
رتبہ کو پہنچتے ہیں۔ چنانچہ پروردگار نے انبیا اور رسل کے ساتھ اہل
الہام کا ذکر فرمایا۔ قراءت ابن عباس میں ہے۔ وما ارسلنا من
قبلک من نبی ولا رسول ولا محدث اور حدیث شریف میں
ہے۔ لقد کان فیمن قبلکم من الامم محدثون اور صاحب مجمع البحار
لکھتا ہے ھو نوع من الوحی یختص اللہ بہ من یشاء من عبادہ۔
عمر فاروق جیسے مومنوں کو الہام ہوتے تھے۔ ہر شخص کا منہ نہیں۔
جو دعوے کرے جب کہ اہل اللہ کے ساتھ الہام کی خصوصیت
نقل اور عقل سے ثابت ہے۔ مُلّا کا بے دلیل قول کون سنے گا۔
دراصل مُلّا صاحب اس کے فہم سے قاصر ہیں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئی۔

اس کی تکذیب کے درپے ہو گئے۔ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ۔ دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ ہم ہر بات کی سند کتاب و سنت سے لائیں گے۔ مگر خاص کر بحث الہام میں سوائے اس بات کے (الہام بمعنے خیال ہے) اور کوئی دلیل نہیں لائے۔ عجب ناطقہ بند ہوا ہے۔ مجتہد صاحب کچھ تو ارشاد کیجئے۔ الہام کا مسئلہ بدیہی الثبوت ہے۔ دیکھو الہام سے اکثر حالات گذشتہ اور آیندہ کھلجاتے ہیں۔ محض خیال سے گو تمام عمر خیالی پلاؤ پکائیں۔ مخفی حالات منکشف نہیں ہوتے۔ پھر دونوں کو ایک کہنا ایسا ہے جیسے کوئی نور اور ظلمت کو ایک کہے۔

مغالطہ ۱۵۶۔ الہام بموجب اصلی معنوں کے خیال ڈالا جانا کسی آیت کا اور دل میں آجانا۔ اور بھولی ہوئی یاد کرائی جانی یا کسی مقدمہ میں بحالت تردد آیت یاد دلائی جانی یہ تو جائز ہے۔ منع نہیں۔

ھدایہ۔ مُلّا صاحب یہاں الہام کے معنے کرتے ہیں (یاد دلانا اور یاد کرانا) غنیمت ہے۔ آپ کی ضد تو ٹل گئی۔ بارہ بارہ یہی کہتے تھے۔ الہام دل کا خیال ہے۔ اب یاد دلانا بھی الہام ہو گیا۔ مگر یہ امر ظاہر نہ ہوا۔ جو کسی انسان کا یاد دلانا مراد ہے۔ یا غیب کی یاد دہانی۔ خیر اگر مُلّا صاحب کسی بشر کی یاد دہانی کو الہام کہیں گے۔ تو غیب کی یاد دہانی بطریق اولیٰ الہام

تصور کی جائے گی۔ امر حق تھا۔ بے اختیار زبان پر آگیا۔ الحق یعلو ولا یعلی۔ **فائدہ**۔ اگر ہم فرض کریں۔ الہام کے ثبوت کی کوئی دلیل نہیں۔ اور کسی صحابی کو کشف حالات نہیں ہوا۔ اور اس وقت ایک شخص صادق متقی خائف من اللہ۔ دعوے کرے جو مجھے بعض اوقات کشف ہوتا ہے۔ اور اس کا نام الہام رکھے۔ تو ہم بے شک اس کو سچا جانیں گے۔ یہ کوئی حل و حرمت کا مسئلہ نہیں ہے۔ جس پر دلیل شرعی کا لانا ضروری ہو۔ مومن کو سچا جاننا اور اس کے قول کو تصدیق کرنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ہمارے رسول کریمؐ کا طریقہ ہے۔ پروردگار فرماتا ہے۔ یؤمن باللہ ویؤمن للمؤمنین۔ رسول خدا اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ اور مومنوں کی بات پر یقین کرتا ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ صحابہ کو جب یہ حالت حاصل نہ تھی۔ تو اس شخص مدعی کو کس طرح حاصل ہوگئی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ علماء امت کے نزدیک بہت سے ایسے قصہ اور واقعات مسلمات سے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ ایک ادنٰے درجہ والے سے ایسا امر صادر ہوا۔ جو اعلیٰ درجہ والے سے کبھی وقوع میں نہیں آیا۔ چنانچہ بعض لوگ خوف خدا سے دفعتاً مر گئے اور انبیاء اور صحابہ کرام میں سے کوئی نہیں مرا۔ اللہ پاک کی عطا ہے۔ اختیاری کام نہیں۔ جو اس پر طعن کیا جاوے۔

کہ تجھ کو کیوں الہام ہوا۔ اور تو کیوں مر گیا۔ یا کیوں مجذوب ہوا۔ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں ہوا۔

مغالطہ ۱۵۹ ۔ لیکن اس طور کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ آیت الہام کی۔ اور اس کے تکلم اور کلام خیال کرنا کہ خدا نے مجھ سے کلام کی۔ اور اس آیت کو مجھے فرمایا۔ ان معنوں سے جائز نہیں۔ **ھدایہ** ۔ المرء عدو لما جھل آدمی جس چیز کو نہیں جانتا۔ اس کا دشمن اور مخالف ہو بیٹھتا ہے آپ ملہمین صادقین کے حالات سے بے خبر ہیں۔ صاحب الہام یہ نہیں کہتے کہ جو ہمیں الہام ہوتا ہے۔ وہ یقیناً پروردگار کی کلام ہے۔ بلکہ متردد رہتے ہیں۔ کہ یہ کلامِ ربانی ہے۔ یا خطابِ ملکی۔ بعض الہامات میں یہ بھی خوف ہوتا ہے۔ مبادا کہیں شیطانی وسوسہ نہ ہو ملہمین صادقین کے امام امیر المومنین عمر رضؓ نے اپنے منشی سے کچھ لکھوانا چاہا۔ کاتب نے لکھا۔ ھذا ما اری اللہ عمر امیر المؤمنین فقال رضی اللہ عنہ امحہ اکتب ھذا ما رای عمر فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطا فمن نفسی واللہ ورسولہ بریئ۔

ترجمہ۔ یہ وہ چیز ہے جو اللہ نے دکھلائی امیر المومنین عمرؓ کو پس آپ نے فرمایا مٹا دے اس کو (جو تو نے اس کو یقیناً اللہ کی طرف منسوب کیا ہے) لکھ یہ وہ چیز ہے۔ جو دیکھی عمرؓ نے پس اگر درست ہے۔ پس خدا کی طرف سے ہے۔ اور اگر ہے خطا

پس میرے نفس سے ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اُس سے پاک ہیں۔ ہمارے امام اور پیشوا عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب کی بابت جس میں بعض مسائل خلاف جمہور امت تھے۔ بطریق الہام یہ دیکھا۔ من شذ شذ فی النار اور فرمایا واللہ اعلم یہ الہام رحمانی ہے۔ یا وسوسہ شیطانی۔ اِس کتاب کے دلائل دیکھنے چاہیئے۔ کیوں کہ دلیل پر اعتبار کر سکتے ہیں۔ دلیل کے مقابلہ میں الہام کا اعتبار نہیں۔ مُلّا صاحب جو فرماتے ہیں۔ کہ صاحب الہام کا یہ کہنا (کہ خدا نے مجھ سے کلام کی۔ اور اِس آیت کو مجھے فرمایا۔ اِن معنوں سے جائز نہیں) ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیوں ناجائز ہے۔ اگر آپ اِنکے معنے کر ہتے ہیں۔ کہ صاحب الہام آیت یا کلام کو سن کر یقیناً جانتا ہے۔ کہ بلا واسطہ خدا نے مجھ سے کلام کی تو بے شک یہ دعویٰ باطل ہوگا۔ اور نہ کسی اہل حق نے آج تک ایسا کہا ہے۔ اور اگر آپ کی یہ مراد ہے۔ جو کوئی شخص پروردگار سے ہم کلام ہو نہیں سکتا۔ اور جو آیت یا کلام صاحب الہام سُنے۔ اس کے منجانب اللہ ہونے کا احتمال وگمان ہی نہیں کر سکتے۔ تو یہ آپ کی خطا ہے پروردگار فرماتا ہے۔ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا اومن وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء نہیں (منصب) واسطے کسی بشر کے (جو بے واسطہ) کلام کرے۔ اس سے اللہ

مگر بطریق وحی کے یا پردہ کی اوٹ سے یا بھیجتا ہے رسول (یعنی فرشتہ) کو پس وہ وحی کرتا ہے۔ اللہ کے حکم سے اِس آیت میں صاف ارشاد ہے۔ کہ پروردگار اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام سے بطریق وحی اور اولیاء اور صلحاء سے بطور الہام کے اور اگر آپ خاص کر آیات قرآنی کے الہام اور القاء سے منکر ہیں اور اس کو ممتنع جانتے ہیں۔ تو کسی دلیل نقلی یا عقلی سے اس کا بطلان ثابت کیجئے۔

مغالطہ ۱۴۰۔ اگر کوئی شخص کسی کام میں متردد ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مجھے یہ حکم ہوا۔ قوموا للہ قانتین پس اگر اس خطاب کو عام خیال کرتا ہے۔ تو اس کے الہام ہونے کی کوئی خصوصیت نہ ہوئی۔ بلکہ یہ آیت اول ہی سے نازل ہے۔

ھدایہ۔ آیتیں بے شک پہلے ہی نازل ہو چکی ہیں۔ اور اُن کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں۔ مگر جب صاحب الہام پردۂ غیب سے سنتے ہیں۔ یا خود بخود اُن کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں۔ اور بہ سبب فہم خداداد کے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک و بد ہونے میں متردد ہوتے ہیں۔ تو مثلاً آیہ والرجز فاھجر سن کر اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں۔ اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ تو قوموا للہ قانتین اور ان اللہ معنا سن کر

اُن کے دِل مطمئن ہوتے ہیں۔ اور اس کو طمانیت اور بشارت منجانب اللہ سمجھتے ہیں۔ سبحان اللہ مبشرات غیبی سے ایسی تسلی اور شوق الی اللہ اور رغبت خیر حاصل ہوتی ہے۔ کہ اسباب ظاہری سے اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ علم اکتسابی علم لدنی کو نہیں پہنچتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل تمام لوگوں میں سے زیادہ مبتلائے تکلیف انبیاء ہوتے ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ۔ انبیاء بہ سبب تائیدات اور بشاراتِ غیبی کے اس حالت میں جب کہ جہاں ان کی عداوت اور مخالفت پر متفق ہوتا ہے۔ مطمئن اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور ایسے ہی اولیاء اللہ جس قدر ایمان اور اسی قدر امتحان ملہمین کا کام ہے۔ جو گھر بار یار و اغیار وطن اور مقام عیش و آرام سب کچھ توکل بر خدا چھوڑ فی سبیل اللہ ہجرت کرتے ہیں۔ علم اکتسابی والے کبھی اتنا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ الا ماشاء اللہ۔

مغالطہ ۱۶۱ - اگر اس دلیل سے اپنے آپ کو مخصوص کرنے تو چاہیے۔ کہ ان آیات کو جن میں مومنین کے واسطے جنت کی بشارت ہے۔ ہر ایک اپنے اوپر خاص کر کے زید کہے کہ میں بہشتی ہوں قطعی اور عمرو بکر بھی یہی کہیں۔

ھدایہ - زید و عمرو جو اپنے قطعی جنتی ہونے کا دعوی نہیں

کر سکتے۔ اس کا سبب وہ نہیں جو آپ سمجھتے ہیں۔ کیا آیت کا عموم زید کو یقین دخول جنت سے مانع ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ آیات کا عموم یہی چاہتا ہے۔ کہ زید اپنے آپ کو بالجزم جنتی سمجھے۔ جب ہم جنس عام پر ایک حکم لگائیں گے۔ تو فرد فرد ہوگا۔ کہ ہر ہر فرد کی نسبت اس کو تسلیم کریں۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ گو زید اس وقت مومن ہے۔ اور مومن کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ آخری وقت تک مومن رہے یا نہ رہے اور اعتبار خاتمہ کا ہے۔ اگر مرتے وقت جبکہ دخول جنت کا موقع ہے، زید ایمان پر ثابت قدم نہ رہا۔ تو گویا یہ کبھی ایمان نہ لایا تھا۔ اس لئے کوئی دعوےٰ نہیں کر سکتا بالفرض اگر کسی مومن یا کافر کی نسبت ہمیں یقین ہو جائے۔ کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ تو ہم بے تامل کہیں گے کہ یہ جنتی ہے۔ ہم مُلّا صاحب کی حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ جو ایسا غیر جی کا مسئلہ سمجھ نہیں سکتے۔ اور اجتہاد کا دعوےٰ ہے۔ خدا سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ بنظر انصاف غور کر کے فرمادیں۔ جو اس فضول بحث سے آن کو کیا حاصل۔ شریعت میں اس کو قیل و قال کہتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیہودہ گفتگو سے منع فرمایا۔ نہی رسول اللہ صلعم عن قیل و قال۔

مغالطہ ۱۶۲۔ اور قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں۔ کہ اُن میں خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہیں۔ ان کے سوائے کوئی مخاطب بن نہیں سکتا؛

ھدایہ۔ اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے تو صاحب الہام اپنے حق میں خیالی کرکے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے اور نصیحت کرے گا۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الا بصار تم عبرت حاصل کرو۔ اے آنکھوں والو۔ لفظ اعتبار لیا گیا ہے۔ عبور سے عبور کے معنے گزر کرنا۔ اور اصطلاحی معنے ہیں۔ ایک امر میں نظر کرنی۔ تاکہ اس کے ساتھ اور امروں کو پہچانیں۔ پروردگار کا حکم ہے۔ جو ہم دوسرے کا حال دیکھ کر یا قصہ سن کر نصیحت پکڑیں۔ اور عبرت حاصل کریں۔ فرمایا۔ ان فی ذالک لعبرۃ لمن یخشیٰ بیشک بیچ اس کے البتہ عبرت ہے ڈرنے والے کو اور فرمایا۔ ان فی ذالک لآیات للمتوسمین بیشک اس میں نشانے ہیں۔ دھیان کرنے والوں کے لئے۔ انبیا علیہم السلام اور ان کی امتوں کے قصے۔ اسی واسطے قرآن مجید میں نازل کئے گئے ہیں۔ کہ ہم اپنے حالات کو حالات سلف کے ساتھ مطابق کرکے دیکھیں۔ اور پھر اپنے پر سعادت اور شقاوت کا حکم لگادیں۔ یہ نہیں کہ بطور دل لگی کے امیر حمزہ کی داستان

سمجھ کر سرسری نظر سے دیکھیں۔ پس اگر کوئی شخص ایک
آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہ صلعم کے حق میں
نازل فرمائی ہے۔ اپنے پر وارد کرے۔ اور اس کے امر اور
نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بیشک
وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر اُن
آیات کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ مثلاً
الم نشرح لک صدرک کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے
سینہ تیرا ولسوف یعطیک ربک فترضی قریب ہے تجھے
دے گا رب تیرا پس تو راضی ہوگا۔ فسیکفیکہم اللہ کفایت ہے
تیری طرف سے ان کو اللہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل
پس تو صبر کر جیسا صبر کیا۔ اولوالعزم رسولوں نے۔ واصبر نفسک
مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ
اور صبر دلا تو اپنے جی کو ان لوگوں کی رفاقت میں جو پکارتے ہیں۔
اپنے رب کو صبح و شام خواہش رکھتے ہیں۔ اس کی ذات کی۔
فصل لربک وانحر پس نماز پڑھ تو اپنے رب کے لئے
اور قربانی کر دلا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع
ھواہ اور نہ کہا مان جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے۔
اور پیچھے لگا ہے۔ اپنی خواہش کے ووجدک ضالا فھدی
اور پایا تجھ کو بھولا ہوا۔ پس راہ دکھلایا۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب

نکالا جائے گا۔ کہ انشراح صدر اور عطا اور رضا اور انعام ہدایت جس لائق ہو ہے علی حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہو گا اور امر و نہی وعدہ میں اس کو آنحضرت کے حال کا شریک سمجھا جائیگا۔ اور ہدایات مذکورہ میں کوئی بات اس قسم کی نہیں۔ جو خاصہ ہو رسول مقبولؐ کا بلکہ اور مومن بھی اس میں شریک ہیں رب العالمین سے ارشاد ہوا لا تحرک به لسانک لتعجل به ورتل القرآن ترتیلا اور ٹھہر کر پڑھ تو قرآن کو اچھی طرح سے ٹھہرا ٹھہرا اس حکم کے آنحضرت سے کچھ خصوصیت نہیں۔ اگرچہ خطاب خاص ہے مگر حکم عام اولیٰک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ اور اسی سبب رسول اللہ صلعم نے فرمایا تین دن سے کم عرصہ میں قرآن مجید کو ختم مت کرو۔ اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ لا تنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا به القلوب ولا یکن ھم احدکم اخر السورۃ ترجمہ قرآن کو ایسے پراگندہ نہ کرو جیسے ردی کھجوروں کو پھینکتے ہیں۔ اور شعر خوانی کی طرح اس میں جلدی نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ اپنے دلوں کو ہلاؤ (اور پڑھتے وقت) تمہارا یہی خیال نہ ہو۔ جو کب سورۃ ختم ہوتی ہے۔ اور واضح رہے کہ انشراح صدر حضرت رسول اللہ صلعم کا خاصہ نہیں۔ ہر مؤمن صادق کو اسی کے

مرتبہ کے موافق انشراح صدر ہوتا ہے۔ اس بارہ میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام۔ پس جس شخص کو چاہتا ہے اللہ جو ہدایت کرے کھول دیتا ہے سینہ اس کا واسطے اسلام کے۔ افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ کیا پس جس شخص کا کھول دیا ہے اللہ نے سینہ واسطے اسلام کے پس وہ اوپر نور کے ہے اپنے رب سے اس مضمون کی آیات و حدیث بہت ہیں۔ اور آخرت میں مومنوں کو نعمتیں عطا ہوں گی۔ اور شفاعت کا اذن دیا جاوے گا پس راضی ہوں گے۔ غرض تمام اہل ایمان کو اللہ کے فضل سے یہ رتبہ نصیب ہوگا۔ اللہ جل شانہٗ اس آیت میں نعمتوں اور رضامندی کا ذکر فرماتا ہے جزاؤھم عند ربھم جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ بدلہ ان کا نزدیک ان کے پروردگار کے باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے۔ اس میں خوش ہوا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے۔ اس مضمون کی اور بہت سی آیتیں ہیں۔ اور شفاعت کے باب میں فرمایا۔ شفعت الملائکۃ وشفع النبیون وشفع المومنون ولم یبق الا ارحم الراحمین۔

شفاعت کر چکے - فرشتے اور شفاعت کر چکے - انبیاء اور شفاعت کر چکے - مومن اور نہیں باقی رہا - مگر ارحم الراحمین اور صحیحین میں ہے - فوالذی نفسی بیدہ ما منکم باشد مناشدۃ فی الحق قد تبین لکم من المؤمنین للہ یوم القیٰمۃ لاخوانہم الذین فی النار - پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہے میری جان نہیں تم میں سے کوئی شخص اپنے ثابت شدہ حق پر ایسا سخت تقاضا کرنے والا جیسے کہ مومن قیامت کے دن اپنے مومن بھائی کی خاطر جو گرفتار دوزخ ہوگا - تقاضا کرے گا - اہل ایمان کے کچے گرے ہوئے بچے قیامت کے روز اپنے والدین کی شفاعت کریں گے - ابن ماجہ میں روایت ہے - ان السقط لیراغم ربہ اذا دخل ابویہ النار فیقال ایہا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ تحقیق کچا بچہ البتہ جھگڑے گا رب اپنے سے جس وقت اس کے ماں باپ دوزخ میں داخل ہوں گے - پس کہا جائے گا - اے کچے بچے اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے والے داخل کر تو اپنے ماں باپ کو جنت میں - وہ احکام جن کے ساتھ پروردگار نے خاص رسول اللہ صلعم کو مخاطب فرمایا ہے - دوسری جگہ قرآن مجید میں اوروں کے واسطے موجود ہیں - جیسا ان چھ آئیتوں میں آنحضرت کو کفایت اور نصیر اور قد اکراین کی

مجالست اور غافلین سے نفرت اور صلوٰۃ اور قربانی وغیرہا کا
ارشاد ہوا ہے۔ ویسا ہی مومنوں کے واسطے ان آیات میں حکم
ہے۔ وکفی اللہ المومنین القتال کافی ہے اللہ مومنوں کو لڑائی
میں انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم
یقوم الاشہاد تحقیق ہم البتہ مدد کریں گے۔ اپنے رسولوں اور
ایمان لانے والے لوگوں کی۔ زندگانی دنیا میں اور جس دن کھڑے ہوں
ہوں گے گواہ یا ایہا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا اے
اہل ایمان صبر کرو۔ اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ اور سنگے رہو۔ یا
ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین اے اہل ایمان
ڈرو اللہ سے اور ساتھ رہو سچے لوگوں کے ولا تتبعوا اھواء قوم
قد ضلوا من قبل اور مت چلو ان لوگوں کی مرضی پہ جو گمراہ ہوئے اس
سے پہلے ولا تطیعوا امر المفسدین اور مت پیروی کرو مفسدوں
کے کام کی واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ قائم کرو تم نماز اور ادا کرو زکوٰۃ
والبدن جعلناھا لکم من شعائر اللہ لکم فیہا خیر اور اونٹ
قربانی کے ٹھہرے ہیں۔ ہم نے تمہارے واسطے نشانی دین کی تمہارا
اس میں بھلا ہے۔ دیکھو جب ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ
رسول اللہ صلعم کے ساتھ اور مومن بھی ان امور میں شامل ہیں،
پس اگر خطاب نبوی کو صاحب الہام بطریق اعتبار نہ انعاظ
اپنے حق میں سمجھے۔ تو کیا برائی ہے۔ مثلاً صاحب اعتبار کے

کے خود قائل ہیں۔ صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں۔ (اگر قرأت پیش آیا ایسا بھی لحاظ کرکے رکھ دیا اللہ میرا بھی یہی حال ہے تو مضائقہ نہیں۔) چونکہ اعتبار قاریوں کے حق میں آپ کے مسلمات سے ہے۔ اس لئے ہم نے ملہمین کے حق میں بھی یہی تاویل کردی۔ ورنہ اگر صاحب الہام یہی سمجھے کہ خاص مجھی کو خطاب ہے۔ تو شرعاً کچھ قباحت نہیں۔ کتاب وسنت اور اقوالِ علماء امت سے کچھ اعتراض پایا نہیں جاتا۔

مغالطہ ۱۶۳ قرآن کے جو خطاب ہیں عام ہیں حاضرین اور غیر حاضرین اور مولود اور غیر مولود پر جب اس آیت کا خاص ایک شخص ہی مخاطب ہوگیا۔ تو بالبداہتہ قرآن سے نکل گئے۔ جب آیت قرآن سے نکل گئی۔ تو تحدی وانکنتم فی ریب مما کی ٹوٹ گئی۔ اور دعوئے اعجاز قرآن کا نعوذ باللہ باطل ہوا۔ کیوں کہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ آیت قرآن سے نہیں۔ اور اسی آیت کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ فتدبر ولا تغفل۔

ھدایہ۔ ملا صاحب نے جہاں ان آیتوں کے الہام سے انکار کیا ہے۔ جن میں خاص رسول اللہ صلعم مخاطب ہیں۔ اور بغیر دلیل نقلی کے اس کو منع فرمایا ہے۔ یہی عقلی دلیل بعینہ پیش کی ہے۔ کہتے ہیں اگر قرآن ہے تو مخاطب قرآن کے رسول اللہ صلعم ہی ہیں۔ نہ اور کوئی

اگر رسول اللہ صلعم مخاطب نہیں۔ تو پھر قرآن ہی نہیں۔ وہی شبہ لازم آئے گا۔ قرآن کی تحدی وان کنتم فی ریب مما الخ ٹوٹ گئی۔ کیونکہ آیت ملفقہ سے جس کے مخاطب رسول اللہ صلعم ہیں۔ قرآن سے اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ آیت اس آیت کی مثل بعینہٖ ہی ہے جس کے مخاطب رسول اللہ صلعم ہیں۔) یہاں بھی بڑے فخر اور ناز سے وہی شبہ وارد کرتے ہیں۔ ایسی برجستہ تقریر پہ کیوں نہ اتر آویں۔ جناب کی دیگ علم کا سرجوش ہے آپ فرماتے ہیں۔ مخاطب کے بدل جانے سے کلام بدل جاتی ہے۔ کیا خوب ہوتا۔ اگر یوں کہتے (چنانچہ متکلم کے بدل جانے سے بھی کلام اور ہو جایا کرتے ہیں۔ اور جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ اور کلام آلہی نہیں پڑھتا۔ بلکہ خود ایک فصیح کلام بنا کر فصاحت قرآنی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور (معاذ اللہ) بجائے استحقاق ثواب کے مستوجب عذاب ہوتا ہے) مولوی صاحب تبدیل مخاطب اور تخصیص عام کے سبب الفاظ قرآنی قرآن سے نہیں نکلتے اور قرآن کا غیر نہیں بنتے۔ اگر مخاطب کے بدلنے سے کلام بدل جاتی۔ تو عرب کے بڑے بڑے فصیح اور بلیغ مقابلہ سے کیوں عاجز ہوتے۔ ان سے ایک سورۃ نہ بن سکی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ سارا قرآن اپنا بنا لیتے۔ مثلاً ایک

عورت مریم بنت عمران کو مخاطب کر کے کہتی یا مریم ان اللہ اصطفاک وطہرک واصطفاک علی نساء العالمین یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعوے کرنے دیکھو۔ ہم نے ویسی ہی آئتیں بنا دی ہیں۔ جیسے تم مریم بنت عمران کی شان میں لائے ہو۔ اور ذرا اسی بات میں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا کے دعوے کو توڑ دیتے۔ یا ایک شخص محمد نام آج نبوت کا دعوے کرے۔ اور اپنی شان میں یہ سراپا اعجاز آئتیں لادے۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل محمد رسول اللہ اور ایک کتاب بنا کر اس کے عنوان میں لکھ دے۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ وھذا الکتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکرا ولوا الباب۔ کتاب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر اور اپنی کتاب کو مشار الیہ ٹھہراوے کیا وہ مدعی نبوت اور اس کی کتاب سچی ہو جائے گی۔ ہرگز نہیں قرآن مجید کے لفظوں میں اعجاز ہے تاوقتیکہ کوئی شخص الفاظ قرانی کے سوا اور الفاظ جمع کر کے ایک سورت یا کتاب مثل اس کے نہ بنا وے۔ دعوے فصاحت واعجاز قرآن کا نہیں ٹوٹتا۔ **مغالطہ ۱۶۴**۔ اور ایک روز دو شخص

ایک کے روبرو لڑ رہے تھے۔ وہ شخص منع کرتا تھا۔ کہ تم لڑو نہیں۔ وہ باز نہ آئے۔ ایک نے دوسرے کا سر پھوڑ دیا۔ وہ شخص کہتا ہے۔ کہ مجھے الہام ہوا۔ فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقیاها فكذبوه فعقروها فدمدم علیهم ربهم بذنبهم فسولها ولا یخاف عقباها پھر کہتا ہے میں تین روز متحیّر رہا۔ کہ یہاں ناقۃ اللہ کون ہے۔ پھر میں نے دیکھی صورت ایک کی الہام ہوا۔ ہذہ ناقۃ اللہ۔

ھدایہ۔ یہاں قاعدہ اعتبار جاری کیا جائے گا۔ گویا صاحب الہام کو ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تو ظالموں کو ظلم سے منع کرنے والا ہے۔ یا تو منع کرے گا۔ جیسا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو عقر ناقہ سے منع فرمایا تھا۔ اور ظالم و مظلوم کا وہی حال ہوگا۔ جیسا انجام کار ناقہ اور اس کے مارنے والوں کا ہوا تھا۔ اب نبوت تو باقی نہیں رہی۔ کہ صاحب الہام اپنے آپ کو نبی سمجھے۔ صرف اعتبار اور الفاظ ہو سکتا ہے۔

مغالطہ۔ علاوہ بریں کسی صحابی یا تابعین سے ثابت نہیں۔ کہ کسی نے دعوے الہام کا کیا ہو۔

ھدایہ۔ مسئلہ الہام کا حلت و حرمت کا مسئلہ نہیں۔ جو اس کا ثبوت صحابہ و تابعین سے ضرور ہونا چاہیئے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک اگر کسی

نے بھی دعوےٰ نہ کیا ہو۔ اور آج ایک شخص متقی صالح صادق دعوےٰ کرے۔ جو مجھے الہام ہوتا ہے۔ اور مجھے غیب سے آواز آتی ہے۔ تو ہم اس کو سچا جانیں گے۔ اور بحکم شریعت تمام اہلِ اسلام پر لازم ہے۔ کہ اُس کو سچا سمجھیں۔ جناب پیغمبر خدا صلعم مومنوں کا اعتبار کرتے تھے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ ویومن للمومنین۔ اگر کروڑ لاکھوں میں سے ایک شخص کسی طرح اِس رتبہ کو پہنچ گیا۔ ہم کہیں گے یہ امداد غیبی ہے۔ صاحب الہام کا اس میں کچھ اختیار نہیں یختص برحمتہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ جزوی فضیلت ادنےٰ کو اعلےٰ پر ہو سکتی ہے۔ اگر ملہمین سے کوئی خاص شخص اپنے کے نزدیک لایق الہام نہیں تو اس شخص پر آپ اعتراض نہ فرما دیے۔ آپ کو چاہیے ایک نالش صاحب ملکوت السموات والارض کے حضور میں اِس مضمون کی دائر کریں۔ اے احکم الحاکمین تو عادل ہے۔ کمترین کی عمر پچاس سے تجاوز کر گئی۔ کبھی دولت الہام سے اس کو حصہ نہیں ملا۔ بلکہ آج تک یہ کیفیت بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ اور اِس آخری زمانہ میں اس غلام کے ہمعصروں میں سے بعضوں کو تو نے مالا مال کر دیا ہے۔ فدوی اپنے دِل کی کیفیت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ تو خود دانا بینا ہے۔ جس طرح ہو سکے میرا انصاف فرما۔ استغفر اللہ

یہ آپ کے کہنے کی بات ہے۔ جو کسی صحابی یا تابعین سے ثابت نہیں۔ کہ کسی نے دعوئے الہام کا کیا ہو۔ صحیح بخاری میں روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ تمہارے سے پہلے امت بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے۔ جو غیب سے اُن کے ساتھ کلام کی جاتی تھی۔ باوجودیکہ وہ نبی نہ تھے۔ پس اگر میری امت سے کوئی ویسا شخص ہو۔ تو عمرؓ ہوگا۔ اور بیہقی میں ہے۔ صحابہ کہتے ان الملک ینطق علی لسان عمر۔ عمر کی زبانی فرشتہ بات کرتا ہے۔ اور فرماتے عمر کی زبانی سکینہ باتیں کرتی ہے۔ اور طبرانی اس روایت کو مرفوعا لایا ہے۔ تتکلم الملائکہ علی لسانہ۔ کلام کرتے ہیں فرشتے صاحب الہام کی زبانی۔ بلکہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔ کہ امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ پر آیات قرآنی کا قبل از نزول الہام ہوا کرتا تھا۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ ہم نیتِ اظہار حق روایات نقل کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ اجتمع نساء النبی صلعم فی الغیرۃ فقلت عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن فنزلتہ کذلک۔ اکٹھے ہو کر زور ڈالا حضرت کی بیویوں نے حضرت پر عمر کہتے ہیں۔ پس میں نے کہا امید ہے۔ پروردگار اس کا اگر وہ تمہیں طلاق دے۔ تمہارے عوض اور عورتیں دے تم سے بہتر۔ پس اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یہی آیت

نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے انسؓ سے روایت کیا ہے۔
قال قال عمرؓ وافقت ربی او وافقنی ربی فی اربع نزلت
ھذہ الآیۃ۔ کہا حضرت انسؓ نے فرمایا عمرؓ نے موافق ہوا
میں اپنے رب سے چار چیزوں میں نازل ہوئی یہ آیت ولقد
خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔ کہا حضرت عمرؓ نے
فلما نزلت پس جب کہ نازل ہوئی یہ آیت۔ قلت میں نے
کہا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین پس پروردگار نے نازل
کیا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین اور روایت کی عبدالرحمٰن
ابن ابی لیلی نے ان یھودیا لقی عمر بن الخطاب فقال
ان جبرئیل ومیکائیل فان اللہ عدو للکافرین قال
فنزلت علی لسان عمر تحقیق بلا۔ ایک یہودی عمر بن الخطاب
سے پس یہودی نے کہا فرشتہ جبرئیل جس کا ذکر کیا کرتے
ہیں۔ تمہارے صاحب ہمارا دشمن ہے۔ پس حضرت عمرؓ نے کہا۔
من کان عدو اللہ وملائکتہ ورسلہ وجبرئیل ومیکائیل
فان اللہ عدو للکافرین پس نازل ہوئی آیت جیسی کہ عمرؓ
کی زبان سے نکلی تھی۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت کی بشارت عمر فاروق
کے حق میں پوری ہوئی۔ اسرارِ غیب ان کی زبان پر جاری ہوگئے۔
ملائکہ اور سکینہ ان کے منہ پر چڑھ کے بولے۔ کیوں کہ بغیر الہام
غیبی کے ایسے کلام بنانا ناممکن و محال شرعی ہے۔ علاوہ بریں

ملا صاحب نے چند وجہ سے ان آیتوں کا عمرؓ کو الہام ہونے سے انکار کیا ہے۔ ہم ہر ایک شبہ کو معہ جواب لکھتے ہیں۔ (وجہ اول)

مغالطہ ۱۶۶ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کہ مجھ کو مطلق الہام آیات کا انکار نہیں کیا معنے کہ الہام چیزے در دل انداختن ہے اگر کسی کے دل میں کوئی آیت یاد آجائے۔ تو مضائقہ نہیں۔

ھدایہ۔ (یاد آنے کا) اطلاق اس جگہ کر سکتے ہیں۔ جہاں ایسی صورت ہو کہ ایک آیت نازل شدہ کسی شخص کو اول یاد تھی۔ پھر بھول گیا۔ اب دوبارہ اس کو یاد آگئی۔ ہم وہ مثالیں لکھ چکے ہیں۔ جن میں صراحت ہے۔ کہ ہنوز آیتیں نازل نہ ہوئی تھیں۔ اور امیر المومنین عمرؓ پر اُن کا الہام ہُوا۔ (وجہ دوئم)

مغالطہ ۱۶۷۔ قبل از نزول قرآن یہ کلمہ اس کو القاء ہوئے۔ قرآن کا القاء اس کو نہیں ہوا۔ کیوں کہ قرآن اس وقت نہیں تھا۔ جب وحی رسول اللہ پر لے کر آیا تب کلام اللہ تھا۔

ھدایہ۔ قرآن مجید حضرت پر نازل ہونے سے پہلے بھی کلام الٰہی تھا۔ اور کلام معجز تھا۔ حضرت پر نازل ہونے کے سبب اعجاز کی صفت اس میں پیدا نہیں ہوئی۔ کیا قرآن مجید بشر پر اترنے کی جہت سے اعجاز کی صفت رکھتا ہے۔ نہیں بلکہ کلام الٰہی ہونے

کے سبب وہ معجز ہے اور قرآن مجید اس وقت سے کلام الٰہی ہے
جس وقت رسول کریم صلعم نبی ہو کر دنیا میں نہ آئے تھے۔ اللہ
جل شانہٗ فرماتا ہے: شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن
مہینہ رمضان کا وہ ہے جس میں اتارا گیا ہے قرآن۔ انا انزلناہ
فی لیلۃ القدر ہم نے نازل کیا۔ قرآن کو شب قدر میں۔ بلکہ حضرت
پر نازل ہونے سے پہلے ایک ہی رات میں جو ماہ رمضان کی شب قدر
تھی۔ سارا قرآن ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے نچلے آسمان پر جس
کو سماء دنیا کہتے ہیں، نازل ہوا۔ اور سماء دنیا پر نازل ہونے
سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ فرمایا انہ القرآن کریم
فی کتاب مکنون بے شک یہ قرآن ہے۔ عزت والا لکھا ہوا۔
جیسے کتاب (لوح محفوظ) میں بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ
بلکہ وہ قرآن ہے۔ بزرگ (لکھا ہوا) لوح محفوظ میں۔ فی صحف مکرمۃ
مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ قرآن مجید،
لکھا ہوا ہے۔ بیچ اوراق کے جو عزت والے ہیں، بلند اور پاک
جو ہاتھوں میں ہیں۔ کاتبوں بزرگ اور نیک کے۔ اور روایت کی
ابن النصر لیس اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے
اور صحیح کہا ہے۔ اس کو ابن ابی حاتم نے اور روایت کیا ہے۔
ابن مردویہ نے اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہ سے آیت انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی تفسیر میں

قال انزل القرآن فی لیلۃ القدر جملۃ واحدۃ من الذکر الذی عند رب العزۃ حتی وضع فی بیت العزۃ فی سماء الدنیا ثم جعل جبرئیل ینزل علی محمد بجواب کلام العباد واعمالھم فرمایا ابن عباسؓ نے نازل ہوا قرآن شب قدر میں ایک ہی رات میں سارا اُس کتاب میں سے جو پاس رب العزت کے ہے۔ یہاں تک جو رکھا گیا بیت العزت میں جو نچلے آسمان میں ہے پھر جبرئیل لے کر اترتے رہے۔ محمد صلعم پر بندوں کی باتوں اور عملوں کے جواب میں۔ ملا صاحب آپ ہی انصاف فرماویں۔ کہ جس صورت میں متکلم نے اپنے علم میں کسی کو مخاطب ٹھہرا کر ایک کلام کی۔ اور اپنے دفتر میں لکھ رکھی۔ مگر اپنے قاصد کی زبانی مرسل الیہ کو نہ پہنچائی۔ کیا جب تک وہ کلام قاصد کے ذریعہ سے نہ پہنچائی جائے۔ وہ اس متکلم کی کلام نہ کہلائے گی۔ کیا آپ کی عقل کا یہی مقتضا ہے۔ یا آپ ضد میں آکر ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ام تامرھم احلامھم بھذا ام ھم قوم طاغون اگر یہ قاعدہ تسلیم کیا جاوے۔ (کہ جب تک کلام بواسطہ رسول ادا نہ کی جاوے۔ وہ متکلم کی کلام نہیں ہو سکتی) تو لازم آئے گا کہ سوائے قرآن مجید اور تورایت و زبور و انجیل اور ان صحایف کے جو بواسطہ جبرئیل امین انبیاء علیہم السلام پر نازل ہو چکے ہیں۔ اور کچھ کلام الٰہی نہ ہو۔ حالانکہ پروردگار فرماتا ہے۔ قل لو کان

البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا تو کہہ اگر سمندر ہو سیاہی واسطے (لکھنے) میرے رب کی باتوں کے البتہ نپٹ چکے سمندر پہلے ختم ہونے میرے رب کی باتوں کے۔ اگر دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اُس کی مدد کو۔ افسوس آپ فخر سے ایسے قواعد وضع کرتے ہیں۔ جو صریح آیتوں کے مخالف ہیں۔ (وجہ سوئم)

مغالطہ ۱۶۸۔ یہ بات کہیں سے ثابت نہیں ہوتی۔ کہ ان لوگوں کی یہی کلام تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ یہی اتاری۔

جواب۔ کیوں نہیں صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ جو ان لوگوں کی کلام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بعینہٖ وہی نازل فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغمبر خدا صلعم کے ازواج مطہرات سے کہا۔ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن فنزلت کذلک پس اسی طرح الفاظ نازل ہوئے۔ اور فرماتے ہیں۔ میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین پس اسی طرح خدا نے نازل فرمایا۔ اور عبدالرحمٰن نے اس مطلب کو بصراحت تمام ادا کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ فنزلت علی لسان عمر آیت ان الفاظ سے نازل ہوئی۔ جو الفاظ عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوئے تھے۔ ان روایتوں سے اُن الفاظ (جو عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوئے تھے) اور

آیات کے ایک ہونے میں کچھ شک نہیں رہتا۔ آپ دانستہ ایسی مثالیں لائیں ہیں جن میں احتمال باقی رہے۔ اور بے علم دہوکا کھائیں۔ (وجہ چہارم)

مغالطہ ۱۶۹۔ وہ کلام جو اُن کے منہ سے نکلی۔ آگے اتری ہوئی نہیں تھی۔ اور کسی کتاب میں لکھی ہوئی نہیں تھی بطور بولی اپنی کے انہوں نے اپنے منہ سے نکالی۔

ھدایہ۔ کیا خوب آپ اس بات کے بھی قابل ہیں۔ جو ایک عرب کا رہنے والا آدمی اپنی بولی اور محاورہ کے موافق قرآن مجید کی سی آیتیں بنا سکتا ہے۔ ایں کار از تو آید و مردان چنیں نکنند۔ آپ ابھی دہائی دیتے تھے۔ کہ جو آیتیں قرآن مجید میں نازل ہو چکی ہیں۔ اور لوگ لاکھ دفعہ ان کو پڑھ بھی چکے ہیں۔ ان آیتوں کا بھی الہام اور القا ہونا جائز نہیں۔ کیا وجہ جو الہام کے سبب وہ آیت آیت قرآنی نہ رہے گی اور یہ قباحت لازم آئے گی۔ جو وہ الہام اعجاز میں آیت قرآنی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اب خود اس بات کے مقر ہو گئے۔ کہ لوگوں کی بے تکلف بول چال کبھی قرآن مجید کی سی ہوتی تھی من حضر لاخید وقع فیہ اس صورت میں اعجاز قرآن مجید کا باطل ہو گیا ہو چکا ہے۔ ویسی کلام بنائیے۔ اور ایک سورۃ کیا پچاس سورتیں مرتب کر کے۔ فاتوا بسورۃ من مثلہ

کا مقابلہ کرے۔ **مغالطہ ۱۷۰**۔ اگر کسی نے دعوے کیا بھی ہو۔ اور کوئی صحاح سے ثابت کر دے۔ تو اس پر بھی اعتراض آدے گا۔ خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیرہم۔

ھدایہ۔ بضمن ہدایت نمبر ۱۶۳ بحث تحدی و اعجاز میں ہم اس اعتراض بجواب مفصل لکھے چکے ہیں۔ ملاّ صاحب کو صحابہ اور تابعین کا طریقہ پسند نہیں۔ اس لئے بڑی جرأت سے آن پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور بڑی نفرت سے کہتے ہیں۔ (خواہ صحابہ ہو یا تابعین وغیرہم)

مغالطہ ۱۷۱۔ اس مقام پر اگر کوئی تعاقب کرے۔ کہ صحاح ستہ میں وارد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت افتتاح صلوٰۃ آیت وجہت وجہی الیک آخیر تک پڑھتے تھے۔ اور اپنی کلام سے ملاتے تھے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو متکلم ٹھہراتے تھے۔ تو اس پر بھی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے۔ کہ قرأت قرآن کی نماز میں یا غیر نماز میں نقلا و حکایۃ ہے۔

ھدایہ۔ واہ یہ حافظ اور دعوے اجتہاد کا انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض کو آپ وجہت وجہی الیک لکھتے ہیں۔ بلکہ خوادی امید ملک داری اگر کوئی شخص بوقت دعا اور سوال کے یا بہ نیت اظہار عجز اور حلیہ کے وہ

آیتیں جن میں اس قسم کا مضمون ہو پڑھے اور اپنے آپ کو مراد رکھے۔ تو عند الشرع بے شبہ جائز ہے۔ جب رسول اللہ صلعم مقام دعا اور تضرع میں آیات قرآنی پڑھتے۔ اپنی ذات مبارک کو مراد رکھتے۔ چنانچہ ان روایات سے جن میں اس قسم کی دعاؤں کا ذکر ہے۔ ہمارے بیان کی صداقت پائی جاتی ہے۔ ملا صاحب کا قول (کہ قرأت قرآن کی نماز میں یا غیر نماز میں نقلاً و حکایتہً ہے) صحیح ہے مگر دعا اور تلاوت میں فرق ہے۔ تلاوت اور قرأت کے وقت جو کچھ پڑھا جاتا ہے۔ وہ برسبیل حکایت ہوتا ہے۔ برخلاف دعا اور سوال کے وقت اگر دعا مانگنے والا آیت متضمن معنے دعا بطریق حکایت (غیر شخص کا قصہ سمجھ کر) پڑھتا رہے۔ اور اپنے آپ کو مراد نہ رکھے تو فرمائیے کیا فائدہ مقام افتتاح صلوۃ دعا اور تسبیح و تحمید کی جگہ ہے نہ تلاوت اور قرأت کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے۔ (بنیت انکسار و اظہار اخلاص کے یہی) آیت (انی وجہت وجہی) پڑھتے۔ اور نسائی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ نماز تہجد میں تمام رات پیغمبر خدا صلعم ایک ہی آیت پڑھتے تھے۔ ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم حضرت شفیع المذنبین گنہگاران امت کے حق میں دعا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پس تحقیق

وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو مغفرت کرے۔ ان کے لئے پس تحقیق تو ہے زبردست حکمت والا حالانکہ پروردگار نے قرآن مجید میں خبر دی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کلمات سے میدانِ حشر میں تضرع اور دعا کریں گے اور صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں ایک روایت ہے۔ جس سے ہمارا مطلب بکمال صراحت سے ثابت ہوتا ہے۔ وان اناسا یوخذ بہم ذات الشمال فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیئ شہید ان تعذ بہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم اور تحقیق کچھ لوگوں کو پکڑ کر بائیں طرف لے جائیں گے۔ یعنی قیامت کے دن۔ پس میں کہوں گا۔ جیسا کہا خدا کے نیک بندہ (عیسیٰ علیہ السلام) نے میں ان کا شاہد حال تھا۔ جب تک میں اُن میں موجود تھا۔ پس جب تو نے اُٹھا لیا۔ تو ہی تھا نگہبان ان پر۔ اور تو ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ اگر تو ان کو عذاب کرے۔ پس وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو مغفرت کر دے۔ پس تو غالب حکمت والا۔ اور جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا۔ لم یدع بہا رجل مسلم فی شیئ الا استجاب لہ رواہ احمد والترمذی (دعائے یونس علیہ السلام آیت کریمہ کے نام سے مشہور ہے) نہیں پکارا ساتھ اس کے

کسی مسلمان شخص نے مگر قبول ہؤا واسطے اس کے۔ روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی نے پروردگار نے یونس علیہ السلام کے قصہ میں حکایتاً اس دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ اور آنحضرت تمام دعا کرنے والے مسلمانوں کو اجازت دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں، کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔ اور جنگ خیبر میں جب آپ دشمنوں کی سرزمین میں اترے تو اس وقت یہ کلمات فرمائے انا اذا انزلنا بساحتہ قوم فساء صباح المنذرین تحقیق جس وقت ہم آن اترتے ہیں کسی قوم کے میدان میں پس مصیبت کا دن نکلتا ہے ڈرائے گئے لوگوں پر۔ قرآن مجید میں مشرکان مکہ کو وعید ہے۔ تم عذاب الٰہی پر دلیری مت کرو۔ ہمارا مذہب ایسا ہے اذا نزل بساحتہم فساء صباح المنذرین جس وقت اتر پڑے گا (عذاب) اُن کے میدان میں پس بڑی مصیبت کی صبح ہوگی۔ ڈرائے گئے لوگوں کی۔ اصل آیت میں لفظ نزل غائب کا صیغہ تھا۔ جس کا فاعل ہے عذاب۔ آنحضرت نے نزلنا جمع متکلم کا صیغہ فرمایا۔ اور ضمیر جمع کو فاعل بنایا۔ اور ایسا لفظ ہم (ضمیر جمع متکلم غائب) کو جو راجع ہے۔ طرف کفار مکہ کے حذف کرکے اس کی جگہ قوم فرمایا۔ اور اہل خیبر کو مراد رکھا۔ اور خلیفہ ثالث امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت محاصرہ دیوار پر سے سر نکال کر باغیوں کو مخاطب کرکے فرمایا یقوم لا یجرمن کم شقاقی ان یصیبکم مثل

ما اصاب قوم نوح او قوم هود او قوم صالح وما قوم لوط من کم ببعید رواہ ابن ابی شیبہ اے میری قوم نہ کمائیو میری ضد سے ایسی چیز سے جس سے پہنچے تم کو (عذاب) جیسا پہنچا نوح علیہ السلام اور ہودؑ کی قوم اور صالحؑ کی قوم اور لوط علیہ السلام کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔ روایت کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ نے۔ قرآن شریف میں ہے۔ کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے مخاطب فرمایا تھا۔ اور خلیفہ ثالث نے محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھیوں کو خطاب کیا۔ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کے پیچھے یہ بات کہی بایعنہ ایدینا ولم تبایعہ قلوبنا اس کے ساتھ ہمارے ہاتھوں نے بیعت کی ہے۔ اور ہمارے دلوں نے بیعت نہیں کی۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیوتیہ اجرا عظیما پس جو شخص عہد توڑے گا۔ پس سوائے اس کے نہیں کہ بد عہدی کرے گا۔ اوپر نفس اپنے کے اور جو کوئی پورا کرے۔ جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دے گا ثواب اس کو بڑا۔ یہ آیت بیعت الرضوان والوں کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ خلیفہ چہارم نے اپنی بیعت والوں کے حق میں پڑھی صحیح بخاری میں ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ نے کسی شخص کو ایک مسئلہ میں فتویٰ دیا۔ اور شخص کو کہا جائیو حضرت ابن مسعود کے پاس وہ بھی میرے فتویٰ کے موافق فتویٰ دیگا۔

جب وہ شخص ابن مسعود کے پاس آیا۔ اور ابوموسیٰ کی بات اس کو سنائی۔ ابن مسعود نے کہا۔ قد ضللت اذاً وما انا من المھتدین اقضی فیھا بما قضی النبی صلعم الحدیث یعنے تحقیق گمراہ ہو جاؤں میں (اگر ابوموسےٰ کے موافق فتویٰ دوں) اور نہ ہوں میں راہ پانے والوں میں سے میں حکم کروں گا۔ وہ جو حکم کیا۔ رسول صلعم نے دیکھو قرآن میں قد ضللت کے متکلم رسول اللہ ہیں۔ اور ابن مسعود نے اپنے آپ کو متکلم کر دیا۔ قرآن و حدیث میں ایسی مثالیں بہت پائی جاتی ہیں۔ اگر سب کو لکھیں تو ایک دفتر بن جائے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ ہمارے مُلّا صاحب نے پہلے یہ قاعدہ وضع کیا تھا۔ جو سب ذکر اور دعا توقیفی ہیں۔ یعنے انہیں الفاظ کے ساتھ دعا کرنی جائز ہے۔ جو الفاظ قرآن و حدیث میں آگئے ہوں۔ مثلاً لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اب فرماتے ہیں کہ دعا ماثورہ پڑھتے وقت اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مراد رکھے گا۔ تو گنہگار ہوگا۔ مثلاً ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین۔ جو شخص ان دعاؤں کو پڑھے۔ تو یہ سمجھے کہ میں حضرت آدم اور حضرت ایوب اور حضرت زکریا علیہم السلام کا قصہ بیان کرتا ہوں۔ اور اپنے لئے جناب الٰہی سے کچھ نہیں چاہتا۔ غرض دعائے ماثورہ و غیر ماثورہ سب سے لوگوں کو روکتے

ہیں۔ ہم ایسے مجتہد کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ جو خدا اس کو ہدایت کرے۔ **مغالطہ ۱۷۲**۔ ایسا ہی اور بعض ادعیات حکایتاً ہی ہیں۔ جیسا کہ التحیات کیوں کہ اگر حکایت نہ ہو۔ تو التحیات میں ندا وخطاب واقع ہے۔ جیسا کہ السلام علیک ایہا النبی اور خطاب حاضر کو ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم حاضر نہیں بلکہ حیات ہی نہیں۔ اگر اس کو حکایت شب معراج کا پڑھنا نہ مقرر کریں۔ تو اس پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک خطاب غیر موقع دوم کلام فی الصلوٰۃ یہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ اسی واسطے علماء نے تصریح کی ہے۔ کہ اس کا پڑھنا حکایتہً ہے۔ اس مسئلہ کو شیخ عبد الحق نے اپنی تصانیف میں مصرح لکھا ہے۔

ھدایہ۔ ملاّ صاحب آپ کو اور شیخ عبد الحق کو کیوں کر معلوم ہوا۔ کہ شب معراج میں بطور راز و نیاز کے الفاظ التحیات کے پڑھے گئے تھے۔ اور اب امت محمدی کو بطور حکایت پڑھنے کا حکم ہے۔ شاید آپ اور شیخ صاحب ام دلی میں آنحضرت کے ساتھ گئے ہوں گے۔ چشم دیدہ حال آپ بیان کرتے ہیں ورنہ اس قصہ کی صداقت پر کوئی سند معتبر لایئے۔ آپ تو صحاح پر عمل کرنے والے ہیں۔ کسی صحیح ستا سے ثابت کیجئے۔ نہ ہو سکے تو روایت حسن یا ضعیف ہی لایئے۔ مگر اتنا خیال رہے جو کتب متداولہ حدیث کا حوالہ دیا جاوے۔ ورنہ شیخ جیسے متاخرین

کا قول سند نہیں ہوسکتا۔ دراصل یہ قصہ بالکل غلط ہے۔ کسی محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا۔ ایسی بے اصل بات کا نقل کرنا گویا اللہ اور رسول پر بہتان باندھنا ہے۔ آنحضرت فرماتے ہیں۔ بالمرء کذباان یحدث بکل ما سمع آدمی کی دروغگوئی کی یہ کافی علامت ہے۔ جو کچھ کسی سے سنے سو آگے کہہ دے۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے۔ کہ آدمی بازاری گپوں کا اعتبار نہ کرے۔ اور افواہی باتوں کو نقل نہ کرتا پھرے۔ لوگ ناقل کے اعتبار پر اس بات کو سچ جانتے ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ بات جھوٹی ہوتی ہے۔ مُلّا صاحب نے کسی معراجنامہ پڑھنے والے سے یہ قصہ سن کر نقل کردیا ہے۔ اور دل میں یہ سمجھ لیا (افواہ خلق نقارۂ خدا) ایسی مشہور بات کی کچھ تو اصل ہوگی۔ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم ہم لوگوں کو قرآن مجید کی طرح التحیات سکھلاتے اور ہم آنحضرت کے ایام حیات میں السلام علیک ایہا النبی کہتے تھے۔ اور بعد وفات کے السلام علی النبی کہنے لگے۔ بھلا اگر صحابہ کرام بہ سبیل حکایت پڑھتے رہتے۔ تو کاف خطاب کو کیوں ترک کرتے۔ نقل میں تصرف جائز نہیں ہوتا۔ باقی جواب یہ ہے۔ کہ جو لوگ بعد رحلت حضرت رسالت مآب کے السلام علی النبی بغیر کاف خطاب کے پڑھتے تھے۔ ان پر کوئی شبہ وارد نہیں ہوتا۔

نہ غائب کو خطاب نہ کلام فی الصلوٰۃ ۔ البتہ یاران نبی صلعم
میں سے جو لوگ بایام قیامت ہو نیا اور نیز بعد از رحلت بطرف
فلاً اعلیٰ کاف خطاب سے السلام علیک کہتے رہے ۔ ان پر آپ
معترض ہو سکتے ہیں ۔ پس ان کا جواب یہ ہے ۔ کہ بے شک نماز
میں کلام کرنا منع ہے ۔ مگر جہاں اللہ اور رسول کا حکم ہو ۔ وہاں
کچھ مضائقہ نہیں ۔ بلکہ وہ بولنا ہی عین عبادت ہے ۔ چنانچہ ابی
بن کعب نماز پڑھتے تھے ۔ اور آنحضرت نے ان کو آواز دی ۔
حضرت ابی اپنے آپ کو معذور جان کر چپکے ہو رہے ۔ نماز
سے فارغ ہو کر حاضر خدمت شریف ہوئے ۔ اور عذر بیان کیا ۔
آنحضرت نے فرمایا ۔ تو نہیں جانتا ۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے ۔
یاایھا الذین آمنوا استجیبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم ۔ اے
اہل ایمان قبول کرو ۔ تم اللہ اور رسول کے سامنے جس وقت
وہ تمہیں پکاریں ۔ ایسا ہی التحیات میں اگر تکلم پایا جاتا ہے ۔ تو
کچھ مضائقہ نہیں ۔ یہ دعا خود رسول اللہ صلعم نے قرآن مجید
کی طرح لوگوں کو سکھلائی ہے ۔ جب رسول خدا اجازت گفتگو
کی دیویں ۔ تو پھر مانع کون ہے رہا خطاب غائب یا میت اس
کا جواب یہ ہے ۔ کہ بے شک حقیقتاً رسول خدا صلعم حاضر اور
زندہ نہیں ہیں ۔ مگر حکماء ہیں ۔ ابوداؤد اور بیہقی روایت کرتے ہیں
ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام

جب کوئی شخص مجھ کو سلام کہتا ہے۔ اس وقت اللہ جل شانہٗ میری روح مجھ پر لوٹاتا ہے۔ اور میں اس کو جواب سلام دیتا ہوں۔ پس جبکہ ہمارا سلام آپ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور آپ ہم کو جواب بھی دیتے ہیں۔ تو یہ خطاب غیر محل نہ ٹھہرا۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ۔ تحقیق اللہ کے فرشتہ ہیں سیر کرنے والے زمین میں مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ میری امت کی طرف سے سلام روایت کیا۔ اس حدیث کو نسائیؒ نے اور ابن حبان نے روایت کیا۔ اپنی صحیح میں۔ اور حاکم نے روایت کیا۔ اور صحیح کہا۔ ان دونوں حدیثوں کی رو سے اگر کوئی شخص نماز میں یا خارج از نماز بوقت درود یا سلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکماً مخاطب کیجئے۔ تو بیشک جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحالت خطبہ ممبر پر چڑھ کر صحابہ کبار کی ایک جماعت کے روبرو لوگوں کو التحیات پڑھنا بتلایا۔ اور اس میں لفظ سلام کا ف خطاب کے ساتھ یعنے السلام علیک سکھلایا۔ کسی صحابی سے نے اس پر انکار نہ فرمایا۔ گویا تمام صحابہ کا اس پر اتفاق اور اجماع ہوا گئے۔ حیرت ہے کہ مُلّا صاحب اجماع صحابہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر فرماتے ہیں۔ ارسول خدا صلعم حاضر

نہیں۔ بلکہ حیات ہی نہیں۔ ناظرین انصاف پسند مُلّا صاحب کے
اِن دونوں اعتراضوں کو زیرِ نظر رکھ کر اس قصیدہ نعتیہ کو ملاحظہ
فرمادیں۔ جو آپ نے اپنے رسالہ کے آخیر میں الحاق کیا ہے اس
میں کہیں آپ سلام سے آنحضرت کو مخاطب کرتے ہیں۔ کہیں اور
کلام سے بھی کوئی پوچھے یہ خطاب کس قسم کا ہے۔ اگر شعر گوئی کے وقت
حقیقتاً رسول اللہ صلعم کو حاضر اور سمیع جان کر مخاطب کرتے ہو۔
تو شرک صریح لازم آئے گا۔ آخر یہی کہو گے۔ ہم نے شعراء کے قاعدہ
کے موافق رسول اللہ کو حاضر و سمیع فرض کر لیا ہے۔ گو حقیقتاً ایسا
نہیں۔ پس جو کام بتقلید شعرا آپ کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔
کیا باتباع سنتِ سنیہ نبویہ اور باقتداء صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین ہمارے اور آپ کے حق میں جائز نہیں ہو سکتا۔
مُلّا صاحب نے اس قصیدہ میں شاعری کا بڑا زور دکھلایا ہے۔
سچ پوچھو تو گویا شاعری کی ٹانگ توڑی ہے۔ نظم ناموزون قافیہ
تلا ہند۔ بہت سے عربی الفاظ غلط۔ ہم اس موقعہ پر اگر پورا تعقب
کریں۔ تو ایک ایسی ہی اور کتاب بن جاوے۔ چونکہ ہمارے
مبحث سے یہ بات خارج ہے۔ اور ناظرین رسالہ کے اوقات
بوقتِ مطالعہ ناحق ضائع ہونگے۔ اس لئے ہم صرف ان غلطیوں
کا ذکر کرتے ہیں۔ جو احکام شرعیہ کے خلاف ہیں۔ مثلاً کلماتِ
شرک، تزکیہ نفس تضلیل اہلِ سنت والجماعت تاکہ طالب الحق

کلمات شرک زبان نہ لاویں۔ اور آیمہ دین کو منسوب بضلالت نہ کریں۔ ملاّ صاحب جیسے اپنے منہ سے میاں مٹھو نہیں ہیں ویسے ہی انہیں معصوم صفتانہ سمجھ بیٹھیں۔ بلکہ اس آیت کریمہ کا لحاظ رکھیں۔ والشعراء یتبعہم الغاون ۔ الی قولہ وانھم یقولون مالا یفعلون شاعروں کی پیروی کرتے ہیں۔ بہکے ہوئے لوگ اور شاعر وہ بات کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ اول آپ لبسم اللہ کرتے ہی فرماتے ہیں سبحان و دودۂ دانش فزود نشوونما

زنور علم و عمل کرد گوہرم یکتا!!

ہم کو خاندان عقل و دانش میں ترقی بخشے۔ علم کامل اور اعمال صالحہ کے نور سے میرا وجود یکتا اور تمام زمانہ میں بے نظیر کر دیا۔ سبحان اللہ ہم ایسے اور ہم ویسے خاندان دانش کون جن کو آپ خود ہی گرفتار شرک اور بدعت جانتے ہیں۔ اور ہمیشہ ردّ کرتے ہیں۔ آج وہی اپنی ذات پُر صفات کے سبب علم و دانش کا گھرانا اور جائے فخر ہو گیا۔ خیر ہمیں اس سے کیا غرض نیک ہوں یا بد ان آیات قرآنی اور ملاّ صاحب کی لن ترانی کو دیکھنا چاہیئے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ ھو اعلم بکم اذ انشا کم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھا تکم فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ وہ خوب جانتا ہے۔ تم کو اس وقت سے جب سے تمہیں پیدا کیا زمین میں سے اور جب کہ تم تھے بچے

اپنی ماؤں کے پیٹ میں۔ پس پاک نہ ٹھہراؤ تم اپنے آپ
کو وہ خوب طرح جانتا ہے۔ ان لوگوں کو جو متقی ہیں۔ اور فرمایا
الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللّٰہ یزکی من
یشاء کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف جو پاک بتلاتے
ہیں۔ اپنے آپ کو بلکہ اللّٰہ پاک کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔
دیکھو یہ شعر ان آیات کے خلاف ہے یا نہیں جس ثبات
سے خداوند کریم نے رد کیا۔ ہمارے بہادر شاعر نے اسی
کا دعویٰ کیا کالائے بد بریش خاوند دویم آگے چل کر کہتے ہیں۔
زبیۂ کفر و ضلالت ز راہ فسق و فجور ؛ بہ پیری و بجوانی بری نمود وجدا
کفر اور گمراہی کے جنگل اور فسق اور فجور کی راہ سے بڑھاپے اور
جوانی میں بری اور جدا رہا ہوں۔ صراح میں لکھا ہے۔ فسق بیرون
شدن بندہ از فرمان پس جس نے حکم سے باہر قدم رکھا نافرمان
اور گنہگار ہوا۔ آپ کو کمال علم و عمل کے سوا عصمت کا بھی دعویٰ
ہے۔ فرماتے ہیں۔ کبھی ہم نے گناہ کیا۔ کبھی عقائدہ باطلہ کے
سبب گمراہ نہیں ہوئے۔ جیسے ہوش سنبھالا۔ سنبھلے ہی رہے انبیاء
علیہم السلام معترف بذنوب تھے۔ معافی مانگتے رہے اور خداوند
کریم نے ان کو مغفرت کی خوشخبری دے کر تسلی بخشی چنانچہ
فرمایا۔ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر
تاکہ اللّٰہ بخشے تیرے اگلے پچھلے گناہ باقی تمام اہل ایمان خائف

ہیں۔ اپنے گناہوں سے ڈرتے ہیں۔ توبہ کرتے ہیں۔ معافی چاہتے ہیں۔ وہ چاہے بخشے یا پکڑے وہ کون ہے؟ جو کبھی دائرہ حکم سے باہر نہیں نکلا۔ اگر ملا صاحب اپنے نفس سے ایسا ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔ جیسا انہوں نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ تو غالباً توبہ و استغفار نہ کرتے ہونگے۔ اسی اپنے رسالہ کے اول میں لکھتے ہیں کہ جب مجھے رسالہ قول سدید ہاتھ آیا۔ تب طریقہ عمل بالحدیث نصیب ہوا۔ اور رسالہ حمویہ دیکھ کر وہ باطل عقائد زائل ہوئے۔ جو مدت العمر سے نقش خاطر تھے۔ یہ دونوں رسالے جناب کو اس بڑھاپے کی عمر میں دستیاب ہوئے ہیں واللہ اعلم پھر کس وجہ سے ایام جوانی کی نیک بختی اور ضلالت کی نفی جتلاتے ہیں۔ کیا عقائد باطلہ جو مرکوز خاطر تھے۔ وہ ضلالت نہ تھی۔ سوئم ان شعروں میں آپ تمام اہل سنت والجماعت کو گمراہی سے منسوب کرکے فرماتے ہیں۔ بجانِ تفو برزاہل مذاہب شتی۔ کہ غرق بحر ضلال اند حرق نار ہوا۔ نہ شافعی و نہ حنفی نہ مالکی مذہب نہ نقشبندی و چشتی و نی کذا و کذا۔ کہتے ہیں ہمیں بدل و جان نفرت ہے۔ مختلف مذہبوں سے جو گمراہی کے دریا میں غرق ہے اور اور ہوائے نفسانی کی آگ سے جلے ہوئے۔ نہ میں شافعی ہوں۔ نہ حنفی نہ مالکی مذہب نہ نقشبندی ہوں نہ چشتی نہ ایسا اور ویسا حضرت کو اتباع سے بہت نفرت ہے۔ اپنی ہی ایجاد پر بہت خوش ہیں۔

بقول شخصے نان جو بار وغن گندہ ؛ اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ
اِس لئے سلف صالحین کو بُرا کہتے ہیں ایمہ دین اور ان کے
اتباع حافظان شریعت و پاسبانان سنت ہیں۔ انہیں کے
ذریعے سے ہم کو دین پہنچا۔ انہوں نے بیان کیا فلاں حدیث
صحیح فلاں ضعیف فلانی حدیث ناسخ ہے۔ فلانی منسوخ وہی
لوگ احادیث کے راوی ہیں۔ اور وہی ناقل۔ انہیں کی کتابوں
سے آج تمام امت سند پکڑتی ہے۔ اور انہیں کے اعتبار پر
مدار کار ہے۔ اگر وہ حنفی و شافعی ہونے کے باعث گمراہ تھے تو
ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔ امام بغوی۔ دار قطنی۔ نووی ذہبی
ابن حجر عسقلانی ابن عبدالبر طحاوی۔ زیلعی۔ ابن جوزی۔ ابن
تیمیہ حرانی۔ ابن قیم جوزی۔ محمد شوکانی۔ وغیرہ جو محدث اور فقیہ تھے۔
اور صدہا اور ایسے ہی ائمہ اربعہ کے مذاہب کی طرف منسوب
ہوتے تھے۔ اگر یہ سب گمراہ ہیں تو فرمایئے ہدایت والا کون ہے۔
طالب حق کو چاہیئے بزرگان دین کو اپنا پیشوا سمجھے اور ان کا
اتباع کرے۔ جس مسئلہ میں خطا دیکھے۔ وہاں ان کی پیروی چھوڑ
کر حق کا اتباع کرے۔ نہ خوارج کی طرف بدگوئی کرے۔ نہ
روافض کی طرح اندھی تقلید میں پھنسے ربنا اغفرلنا ولا
خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا
غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم ...... ربنا ہملکے

بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے سابق تھے۔ ایمان
میں اور نہ کر ہمارے دلوں میں مومنوں کی برائی کا لگاؤ۔ اے
رب ہمارے بے شک تو ہے مہربان رحم والا۔ دیکھو اس آیت
سے بدظنی اور بدگوئی کی کیسی ممانعت پائی جاتی ہے۔ بلکہ بحکم
اس حدیث نبوی کے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو لوگوں کے شکر گذار
نہیں۔ وہ اللہ کا شکر نہیں کرتا۔ ان کی مساعی جمیلہ کی شکر گذاری
ہم پر واجب ہے۔ اگر ہم مثلاً صاحب سے سوال کریں۔ کہ جو کچھ آپ
جانتے ہیں۔ یہ کہاں سے سیکھا۔ تو اور کچھ جواب نہیں پڑے گا۔
سوا اس کے کہ مقربوں یہ سب انہیں کا فیض ہے جو ہم تم پہاں
آپ شرک کا اقرار کرتے ہیں۔ منم کہ غرہ نامم بنام صاحب نست
علی ولی ملقب بخاتم الخلفا۔ میں ہوں میرے نام کی روشنی
اے نبی اللہ تیرے یار کے نام سے ہے۔ جس کا نام ہے علی خدا
کا ولی اور خلفاء کا ختم کرنے والا۔ اس شعر میں آپ نے رسول
خدا کو مخاطب کیا۔ اور بصراحت تمام یہ بات بتلائی۔ کہ غلام علی
کے نام میں لفظ علی جس کی طرف لفظ غلام کی نسبت ہے۔
وہ امیر المومنین علی کا نام ہے۔ خدا کا نام نہیں۔ ایضاً ہو من قول
الذین کفروا قاتلہم اللہ۔ خدا ان کو مارے مشرکوں جیسی بات
منہ سے نکالتے ہیں۔ خداوند کریم فرماتا ہے۔ لن یستنکف
المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملئکۃ المقربون۔ نہیں انکار

کرتا مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے۔ اور نہ مقرب فرشتے۔ تمام انبیا اور حضرت خاتم المرسلین کا فخر ہے۔ کہ وہ اللہ کے بندے کہلاویں۔ اور جہاں پروردگار نے قرآن مجید میں کسی کو مہربانی سے یاد کیا ہے۔ اس کو عبد کا لقب دیا ہے۔ افسوس آپ نے اپنے نام کی ایسی شرح کی۔ جو سارا بھرم کھو دیا۔ اگر کوئی اور شخص آپ کے نام کے ایسے معنے کرتا۔ تو یہ بلحاظ آپ کی مولویت کے کبھی اعتبار نہ کرتے۔ غیر خدا کی طرف عبودیت کی نسبت کرنی شرک ہے۔ جس کو شک ہو وہ اس آیت کی تفسیر دیکھ لے۔ فلما اتاهما صالحا جعلا له شرکاء فیما اتاهما فتعالی الله عما یشرکون ہم اب ملا صاحب سے استفسار کرتے ہیں۔ کہ غلام حسین اور میراں بخش اور ننگا ہیا نام رکھنا بھی جائز ہے۔ یا نہیں۔ بلند الوجرا بیعت کو جو سنت ہے۔ بدعت کہنا اور مشابہت مشرکین پر فخر کرنا خاص ملا صاحب کا حصہ ہے۔ فالی الله المشتکی والیه المرجع الاحد۔ ناظرین کو ہم ایک بات اور جتلاتے ہیں۔ کہ ملا صاحب نے اپنے قصیدہ میں دعوے کیا تھا۔ کہ اسماء مبارک نبی صلعم اسماء الہی کی طرح سب توقیفی ہیں۔ یعنے جو نام شریعت سے ثابت ہیں۔ اور قرآن و حدیث میں آگئے۔ وہی اطلاق کئے جاویں گے۔ سوا اُن ناموں کے اور نام اگرچہ وہی معنے رکھتا ہو۔ اطلاق کرنا درست نہ

نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ (اپنے پر لازم کر لیا کہ بجز اس لفظ کے
جو حدیث میں وارد ہوا ہے۔ استعمال نہ کروں گا۔) اور اس
قصیدہ میں برخلاف شرط اور التزام کے ایسے ناموں
سے آنحضرت کو نامزد کیا ہے۔ جن کا کتاب اللہ اور سنت
سے کچھ ثبوت نہیں مثلاً مکمل، حیون حییا۔ ملیاۓ جیجی
صغیجی۔ اگر دعویٰ ہے تو قرآن و حدیث سے بعینہٖ یہی نام نکال
کر دکھلا دیں۔ اور ناظرین رسالہ ہذا اپنے اطمینان اور ہماری
صداقت کے واسطے اسماء نبوی جو نود و نہ نام الٰہی کے ساتھ
چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ پڑھ کر دیکھ لیں۔ ان میں کہیں یہ نام نہ
ہوں گے۔ بلکہ بعضے نام تو ایسے ہیں۔ کہ ان کا خلاف شریعت
سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً مقتدائے ملائکہ حضرت فرماتے ہیں۔
کہ جبرئیل علیہ السلام میرے معلم تھے۔ اور نماز سکھلانے کو میرے
امام ہوئے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ مقتدائے ملائکہ
ہیں۔ کتاب و سنت سے کہیں ثابت کرو۔ جو رسول اللہ مقتدائے ملائکہ
ہیں۔ اور فرشتوں پر آپ کی اقتدا لازم ہے۔ ہمارے نزدیک اسماء
نبوی توقیفی نہیں ہیں۔ کیوں کہ اسماء نبوی کے توقیفی ہونے پر کوئی
دلیل کتاب و سنت۔ بلکہ کوئی قول کبرائے امت سے نہیں
پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں۔ جو تعریف اور بزرگی کے نام
ہیں۔ رسول کے بجز باری تعالیٰ کے، سب آپ کی ذات با برکات

پر اطلاق ہو سکتے ہیں۔ ہمیں صرف یہ جتلانا منظور ہے۔ کہ ملّا صاحب اپنی بات کے بھی پابند نہیں ہیں۔

مغالطہ ۱۳۷ ۔ جاننا چاہیئے کہ فقہاء رحمہم اللہ نے استعمال آیات قرآنی اپنی کلام سے خواہ تضمین سے ہو۔ خواہ اقتباس سے منع فرمایا ہے۔ اور کفر لکھا ہے۔ تضمین اور اقتباس قریب المعنی ہیں۔ حاصل معنے اس کے یہ ہیں۔ کہ دوسرے کی کلام کے مضمون کو اپنی کلام کے مضمون میں لے آنا۔ اور اس کو اپنی جنس کلام سے کر دینا اور سیاق پہلے کلام سے نکال دینا۔

ھدایہ ۔ ملّا صاحب نے اقتباس اور تضمین کے یہاں ایسے معنے بیان کئے۔ جو بالکل غلط ہیں۔ آپ فرماتے ہیں تضمین اور اقتباس کے معنے ہیں کسی کی کلام کا مضمون اپنی کلام میں لانا۔ اس غلطی سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو علم سے بالکل مس نہیں۔ شاید تلخیص بھی نہیں پڑھی۔ صاحب تلخیص لکھتا ہے۔ اما التضمین فھو ان یضمن الشعر الغیر یعنے تضمین یہ ہے کہ دوسرے کے شعر کو بالفاظ اپنے شعر میں کوئی لے آوے بلکہ غیاث اللغات بھی نہیں دیکھی۔ غیاث اللغات میں ہے۔ تضمین در آوردن شعر مشہور دیگر برا۔ در شعر خود اور تلخیص میں ہے۔ واما الاقتباس فھو ان یضمن الکلام شئیا من القرآن او الحدیث لا انہ منہ اور غیاث میں ہے۔ اقتباس آنکہ از

قرآن یا حدیث در عبارت خود آوردن لیے اشارت یعنے اقتباس کیا چیز ہے۔ اپنی کلام کے ضمن میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث کا کچھ حصہ لانا بدون جتلانے اس بات کے یہ قرآن یا حدیث میں سے ہے۔ غرض شعر کی تضمین کو اصطلاح میں تضمین کہتے ہیں۔ اور آیت و حدیث کی تضمین کو اقتباس آپنے دونوں کو ایک کر دیا۔ اور تضمین و اقتباس میں جو یہ شرط تھی کہ شعر یا آیت و حدیث کو بالفاظ اپنی کلام میں داخل کرے۔ بدل کر نقل معانی کو تضمین و اقتباس مقرر کر دیا۔ اور یہ قید (پہلے سیاق سے نکال دینا) اپنی طرف سے بڑھا دی۔ صاحب تلخیص لکھتا ہے۔ وھو ضربان ما لم ینقل فیہ عن معناہ الاصلی کما تقدم مخالفہ یعنی اقتباس دو قسم ہے۔ ایک وہ جو معنی اصلی سے نہ پھیرا جاوے۔ دوسرا وہ جو معنے اصلی سے منتقل ہو جاوے۔ غرض دونوں قسم کو اقتباس کہا جاتا ہے۔ ایک ہی میں حصر نہیں۔ باقی رہا تحقیق مسئلہ اقتباس تا واضح رہے۔ کہ کلام اللہ کا اقتباس جائز ہے۔ چنانچہ ہدایت نمبر (۱۷) میں بحوالہ احادیث و آثار ہم بخوبی ثابت کر چکے ہیں۔ اس مقام پر بھی چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔ کہ حق از باطل معلوم ہو جاوے۔ جب رسول اللہ صلعم خیبر کو پہنچے۔ یہ کلام فرمائی۔ انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔ قرآن مجید میں ہے۔ فاذا نزل

بسا حتوم فساء صباح المنذرین- نزل غائب کا صیغہ تھا جسکا
فاعل ہے عذاب آنحضرت نے نزلنا جمع متکلم کا صیغہ فرمایا- اور
ضمیر جمع کو فاعل بنایا- اور ایسا ہی لفظ ھم جو راجع ہے- طرف
کفار مکہ کے حذف کر کے اس کی جگہ قوم فرمایا- اور اہل خیبر کو
مراد رکھا- اور قربانی ذبح کرتے وقت فرمایا- انی وجہت وجھی
للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراھیم حنیفا وما
انا من المشرکین- قرآن مجید میں حکایت ہے- ابراہیم علیہ
السلام سے اور رسول اللہ صلعم نے اس موقعہ پر اپنے آپ کو
فاعل وجہت کا ٹھہرایا- اگر رسول اللہ کو فاعل وجہت نہ بناویں-
تو لفظ علی ملة ابراھیم (جو حال ہے فاعل وجہت سے) نہیں
بنتا- اور فرمایا بادروا الاعمال سبعا الی قوله او الساعة الساعة
ادھی وامر- جملہ والساعة ادھی وامر آیت قرآنی ہے-
آپ نے اپنی کلام میں ملائی- اور فرماتے تھے- اللھم فالق الا
صباح وجاعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا اقض
عنی الدین واغننی من الفقر- فالق الاصباح حسبانا تک
قرآن کی آیت ہے- رسول اللہ صلعم اپنی دعا کے ضمن میں لائے-
حضرت ابن مسعود نے فرمایا- قد ضللت اذا وما انا من المتھدین
اقضی فیھا بما قضی النبی صلعم الحدیث یعنے تحقیق میں گمراہ ہو
جاؤں (اگر ابوموسیٰ کے موافق فتویٰ دوں) اور نہ ہوں میں راہ

پانے والوں سے میں حکم کروں گا۔ وہ جو حکم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھو قرآن میں قد ضاللت کے متکلم رسول اللہ ہیں۔ اور ابن مسعود نے اپنے آپ کو متکلم ٹھہرایا۔ اور آیاتِ قرآنی کو اپنی کلام میں درج کردیا۔ اور عبداللہ بن عمرؓ نے کہا۔ طاف رسول اللہ صلعم بین الصفا والمروۃ سبعا وقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ قد کان حسنۃ تک قرآن مجید کی آیت ہے۔ عبداللہ بن عمر اپنی کلام کے سیاق میں لائے اور ابوبکر صدیق نے اپنے وصیت نامہ میں لکھوایا۔ انی استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا لہ واطیعوا انی لم آل اللہ ورسولہ ودینہ ونفسی وایاکم خیرا فان عدل فذلک ظنی بہ وعلمی فیہ وان بدل فلکل امرئ ما اکتسب والخیر اردت ولا اعلم الغیب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آیت قرآنی کو اپنی کلام کے ضمن میں داخل کردیا۔ ان روایات سے اقتباس کے دونوں قسموں کا جواز ثابت ہوا۔ اور اس قسم کی روایات صحیحہ بہت ہیں۔ ان کے استیعاب کے واسطے سفر جلیل چاہیئے۔ اس مختصر میں سب کا استیعا ناممکن ہے۔ پس اگر کوئی گمنام فقیہہ برخلافِ حدیث نبویہ وقواعد فقیہہ مسلمانوں کو ناحق کافر کہے گا۔ تو کیا وہ فی الواقع کافر

ہو جائیں گے۔ معاذ اللہ بلکہ وہ خود فقیہہ نہیں جو ایسا فتوے دیوے۔ فقہا کے نزدیک اگر سو وجہ کفر کی ہو۔ اور ایک اسلام کی۔ تو بھی کافر کہنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک بھی وجہ کفر اور برائی کا نہ ہو۔ اور لوگوں کو کافر کہا جائے۔ خاص کر ملا صاحب پر سخت افسوس ہے۔ اتباع حدیث کے مدعی ہو کر ایک فقیہہ کے کہنے پر صرف اقتباس کلام الٰہی کے سبب سے جو اخبار و آثار سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور ناحق تقلید میں پڑتے ہیں۔ طرفہ یہ ہے۔ کہ جتنی مثالیں ملا صاحب تضمین و اقتباس کی لائے ہیں کسی معنی سے وہ ٹھیک نہیں۔ صحیح معنے تو آپ جانتے ہی نہ تھے۔ خانہ ساز تعریف کے موافق بھی ان مثالوں میں تضمین نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ہم موافق ہر ہر تعریف کے آپ کے شبہات کا جواب دیں گے۔

مغالطہ ۱۷۸۔ اب چند مثالیں اقتباس اور تضمین کی فارسی اور عربی سے لکھی جاتی ہیں۔ مولوی جامی فرماتے ہیں۔ بیت

شد از سبوحیان گردوں صلاوہ۔ کہ سبحان الذی اسری بعبدہ

مولوی صاحب نے پہلے مصرعہ کے مضمون سے آیت سبحان الذی ملائی ہے۔ اور قرآن کے سیاق سے نکال دیا۔

ھدایہ۔ آپ کے نزدیک تضمین اور اقتباس ایک چیز ہے۔ اور دونوں کی تعریف یہ ہے۔ جو دوسرے کی کلام کا مضمون اپنی

کلام میں لادے۔ اِس شعر میں بالفاظ دوسرے کا قول نقل کیا گیا ہے۔ پس نہ تضمین پائی گئی۔ اور نہ اقتباس اور موافق اصطلاح کے اس کو تضمین نہیں کہہ سکتے تضمین کی تعریف ہے۔ دوسرے کا شعر اپنے شعر میں درج کرنا اور آیت سبحان الذی شعر نہیں۔ رہا اقتباس اصطلاحی بلحاظ ہر اس شعر میں پایا جاتا ہے۔ مگر شاعر نے سبحان الذی کو قول ملائکہ کہہ کر اپنے شعر کے مصرعہ آخری میں درج کیا ہے۔ نہ ایسے طور پر کہ قول حق جل وعلی ہونے کا احتمال بھی باقی ہو۔ الغرض اس شعر میں تضمین و اقتباس کسی طرح پائے نہیں جاتے۔ ہاں مولوی جامی پر اس نقل کی تصحیح کا سوال باقی ہے۔

مغالطہ ۱۶۷ - اور سعدی صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

زینہار از قرین بد زنہار ؛ وقنا ربنا عذاب النار

اور حافظ کہتا ہے ؎

چشم حافظ زیر بام قصر آن حورا سرشت ؛ شیوہ جنات تجری تحتہا الانہار داشت

دیکھو دونوں شاعروں نے قرآن کو سیاق سے نکال دیا ہے۔ اور اپنی کلام میں درج کر دیا۔

ھدایۃ - کسی تعریف کے موافق ان دونوں شعروں میں تضمین نہیں۔ اور قرآن کو سیاق سے نکالا۔ سعدی نے قرین بد کی تکلیفوں اور برائیوں کو عذاب جہنم نہیں ٹھہرایا۔ اور

موذی ہم نشین کی مجاورت کو دوزخ قرار دے کر یہ آیت نہیں پڑھی۔ اس کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ اے پروردگار بری صحبت سے محفوظ رکھ۔ تاکہ ہر وقت کے ملاپ سے میرے دل کا میلان اس طرف نہ ہو جائے۔ اور اس میلان کے سبب تیرا قہر نازل نہ ہو۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار اور تم مت جھکو ظالموں کی طرف پس تمہیں چھوئے گی آگ۔ حضرت شیخ نے برے یار کو موجب دخول نار جان کر اس کی صحبت سے پناہ چاہی۔ اور دعائے ماثورہ پڑھی۔ آپ اگر اس پر بھی کافر کہتے ہیں۔ تو اس کا انصاف اللہ کے سامنے ہوگا۔ اور حافظ نے اپنے شعر میں کسی کا مضمون نقل نہیں کیا۔ الفاظ نقل کئے ہیں۔ آپ کی اصطلاح کے موافق تضمین اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور اصطلاح علماء کے بموجب تضمین نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ جنات تجری کسی کا شعر نہیں۔ ہاں اقتباس ہے۔ لیکن قرآن کو سیاق سے نہیں نکالا۔ حافظ نے لفظ شیوہ کہہ کر اس شبہ کو دور کر دیا یعنی چشم حافظ نہر اور قصر شاہد جنت نہیں۔ بلکہ حافظ کا رونا قصر کے نیچے کھڑا ہو کر جنات تجری تحتہا الانہار سے مشابہت رکھتا تھا۔ آپ نے غضب کیا۔ قصدِ فہم سے شعروں کے معنی بگاڑ کر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا۔ اگر ایسا ہی ہے تو آپ

کے اس رسالہ کے اول بسم اللہ لکھی ہے۔ اور آخر میں الحمد للہ رب العالمین اور علی اللہ المشتکی وہو علیم بذات الصدور اب خود آپ نے حق میں اس اقتباس کرنے پر کیا فتویٰ دو گے ایک برجستہ جواب میں آپ کو بتلاتا ہوں۔ آپ کہہ دیں ہم مرفوع القلم ہیں۔

مغالطہ ۱۷۶ ابو قاسم رافعی کا قول ہے۔ شعر

دعوہم و زعم الملک یوم غرورہم ﴿ فسیعلمون غدا من الکذاب

آیت قرآن میں مرجع عام ہے۔ اور اس نے مرجع اس کا بادشاہوں کو ٹھہرایا ہے۔ جو اپنے دعوے پر غرور کرتے ہیں۔ اور قرآن کو سیاق سے نکال دیا۔

جواب ۔ ملا صاحب کی تعریف کے موافق اس شعر میں بھی تضمین اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور یہ جو آپ فرماتے ہیں۔ (آیت قرآن میں مرجع عام ہے اور قرآن کو سیاق سے نکال دیا) مرجع عام نہیں۔ بلکہ خاص ہے۔ خاص قوم صالح کا ذکر ہے۔ اور اگر مرجع عام فرض کیا جاوے۔ جیسا آپ نے بیان فرما ہے۔ تو اس صورت میں کچھ اعتراض ہی باقی نہیں رہتا۔ کیوں کہ حکم عام اپنی تمام افراد پر صادق آسکتا ہے۔ مثلاً ان اللہ لا یہدی کید الخائنین۔ اللہ نہیں چلاتا فریب دغا بازوں کے حق میں ہے اور ایسے ہی ویل للمطففین خرابی

ہے کم تولنے والوں کو اس آیت میں تمام کم تولنے والوں کو وعید
ہے۔ اگر بوقت وعظ آپ ان آیاتِ قرآنی سے کسی خیانت
کنندہ یا کم تولنے والوں کو ڈرائیں گے۔ تو بگفتہ فقیہہ گناہ لازم
آئے گا۔ ہرگز نہیں۔ حکم باعتبار مورد عام ہو یا خاص عام سمجھا
جائے گا۔ اور تمام افراد کو شامل ہو گا۔ صحابہ سے لے کر آج تک
علماء کا یہی طریقہ ہے۔ صورتِ خاص میں دلیل عام سے سند
پکڑتے ہیں۔ ایسا ہی شاعر نے سلطنت پر غرور کرنے والوں کو
ڈرایا ہے۔ الغرض چاروں شعروں میں ملاّ صاحب کی تعریف
کے موافق تضمین اور اقتباس نہیں پایا جاتا۔ اور تعریف
صحیح کے موافق بھی کسی میں تضمین نہیں اور نہ قرآن کو سیاق
سے نکالا۔ **مغالطہ** ۳۳۔ تتمہ الفتاوی میں ہے جو شخص
بدلے کلام اپنی کے استعمال کلام اللہ کو کرے کافر ہوتا ہے جیسا
کہ اژدہام آدمیوں کو دیکھ کر کے فجمعناھم جمعا۔

ہدایہ۔ ملاّ صاحب نے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہم ہر ایک
مسئلہ کو آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں گے۔ اور اس
مقام میں بجائے کتاب و سنت کے ایسی کتابوں سے سند
پکڑتے ہیں۔ جو ٹھیک ٹھیک اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں۔
ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من
سلطان۔ یہ صرف نام ہیں۔ جو رکھے ہیں تم نے اور تمہارے

آباد اجداد نے نہیں نازل کی اللہ نے ان کی اصحت پر کچھ دلیل فرمایا اللہ جل شانہ نے ان الحکم الا للہ حکومت نہیں کسی کی سوائے اللہ کے۔ کوئی کسی کے کہنے سے کافر نہیں ہوتا۔ صاحب تتمہ جیسے فقیہہ اور آپ جیسے ملا ہزار فتوے چھاپیں۔ زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے۔ جو آپ فقہا کی غرض نہیں سمجھے۔ ان کا مطلب یہ ہے۔ کہ بجائے کلام اپنی کے بطریق استہزا د توہین کلام الہی کا لانا کفر ہے۔ مطلقاً اقتباس منع نہیں۔ چنانچہ فتادی ظہیریہ میں صاف لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس پیالہ بھر کر لاویں۔ اور وہ دیکھ کر کہے وکاساً دھاقا بطریق مزاح کے وہ کافر ہو جائے گا۔ پس اگر آپ صاحب فتادی کی تقلید کرنی چاہتے تھے۔ تو یوں فرماتے۔ جو شخص آیت و حدیث سے ٹھٹھا کریگا۔ وہ کافر ہو جائے گا۔ آپ نے مطلق تضمین و اقتباس کو کفر ٹھیرایا۔ اور جن اہل مذاہب کو غرق بحر ضلالت کہتے تھے۔ انہیں کی تقلید سے خود گرداب ہلاکت میں غوطہ کھانے لگے۔

مغالطہ ۱۷۸۔ اور محیط میں ہے جو شخص لوگوں کو جمع کرکے کہے۔ فحشرنا ھم فلم نغادر منھم احدا یا کہے فجمعنا ھم جمعا یا کہے۔ فجمعنا ھم عندنا کافر ہوتا ہے۔

ھدایہ۔ مصنف محیط کا حال معلوم نہیں۔ مگر ہمارے ملا صاحب کو قرآن مجید میں کمال مہارت کا دعوےٰ ہے۔ شاید تغیر سے

فقرہ کو نقل کرتے ہوئے غور سے نہیں دیکھا۔ ورنہ فجعلنا
هم عدل نا کو آیاتِ قرآنی میں شمار نہ کرتے۔ اور اگر سوچ سمجھ
کر آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں۔ تو یہ سمجھا جائے گا۔ کہ آپ کے
نزدیک عربی بولی میں کلام کرنا کفر ہے۔

مغالطہ ۱۷۹۔ اور بدر الرشید یا صاحب تتمہ فتاوی نے لکھا
ہے۔ کہ سنا میں نے بعض اکابر سے کہتے تھے۔ کہ جو امر کے مقام
میں کہے۔ بسم اللہ جیسا کہ کوئی پوچھے کہ داخل ہوں میں یا پھر ٹھہر
جاؤں یا کہے۔ آگے آؤں میں یا چلا جاؤں۔ بس وہ شخص جواب دے
بسم اللہ یعنی میں نے تجھ کو آذان دیا۔ کافر ہوتا ہے۔ اور روٹی
آگے رکھ کر کہنا بسم اللہ کافر ہوتا ہے۔

ہدایہ۔ اس بحث نے بڑی ٹھوکر کھائی۔ اور ایسی بات
کہی۔ جو خالی نہ جائے گی۔ جس کے حق میں یہ فتویٰ تکفیر جاری
کیا گیا ہے۔ اگر وہ مستحق اس کا نہ ہوا۔ تو کہنے والے کو ہرگز نہیں
چھوڑتا۔ اتنی سمجھ بھی نہیں۔ کہ بسم اللہ کا متعلق اکثر مقدر ہوتا
ہے۔ یعنی متکلم کی مراد ایسے موقعہ پر بسم اللہ کہنے سے یہ ہوتی
ہے۔ ادخل باسم اللہ اور کل باسم اللہ جیسے کتابوں اور
رسائل کے عنوان میں قدیم سے بسم اللہ لکھتے رہے ہیں۔ وہ سب
کافر ہو جاویں۔ العیاذ باللہ۔ جس نے گھر میں آنے والے یا کوٹھے
پر چڑھنے والے یا دسترخوان آگے چن کر کھانے والے کو کہا بسم اللہ

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر اندر آجایا کوٹھے
پر چڑھ جا۔ یا کھانا شروع کر دے۔ اس نے تبرکاً و تعظیماً اللہ
کا نام لیا۔ آپ فرماتے ہیں کافر ہو گیا۔ اس فتویٰ میں فقہاء سے
بھی دس قدم آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے کتاب اللہ کی بے ادبی
سے منع کیا تھا۔ آپ نے تعظیماً نام لینے سے بھی منع کر دیا۔

مغالطہ ۱۸۰ میں کہتا ہوں۔ کہ فقہاء نے لکھا ہے۔ ملا علی قاری
خواہ غصے ہوں۔ یا راضی کیا بھلا کلمہ کفر کا جہاں میں مستعمل ہو جائے۔
تو جائز ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

ھدایہ۔ ملا صاحب آپ گھبرایئے نہیں ملا علی کی شرطیں اور تقصیر
بتلایئے۔ کیا انہوں نے کسی آیت سے انکار کیا۔ یا حدیث سے سرپھیرا
ہے۔ جو آپ اسقدر ناخوش ہیں۔ اور کمال کراہت طبع سے انکو زمرہ
فقہاء سے (جنکے سرگروہ آپ ہیں) دھکے دیکر باہر نکالتے ہیں۔ اگر صرف
مسئلہ تکفیر کی مخالفت کے سبب آپ ناراض ہیں۔ تو اس میں ملا علی کا
کچھ قصور نہیں۔ اس مسئلہ پر کوئی دلیل شرعی نہ تھی۔ ملا علی نے بے دلیل بات
بیان کرنے کر دیا۔ آپکے پاس کوئی سند ہو تو لایئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ
متفق ہو کر ملا علی قاری کو ملامت کریں گے۔ اور اگر کتاب و سنت سے
سند نہیں ملتی۔ اور صرف صاحب تتمہ الفتاوی اور امثال ذلک کا
قول ہے تو ملا علی نے کچھ گناہ نہیں کیا۔ تمام اہل تحقیق بے سند
مسئلوں سے انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

بلکہ ملا علی کا قول اُن سے ہزار درجہ بڑھ کر معتبر ہے۔ تعجب ہے
ابھی آپ فقہاء کو گرداب ضلالت کے حوالے کرتے تھے۔ اور
ابھی ان کے خلاف پر ملا علی کو ڈانٹنے لگے۔ گویا فقہاء انبیا ہیں۔
ان کی مخالفت جائز نہیں۔

صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۸۱ - نزل کا مرجع خود پیغمبر خدا ہی ہیں صلعم اور ہم
کا مرجع قوم ہے۔

جواب - یہ آیت مکی ہے۔ کفار مکہ عذاب الٰہی پر دلیری کرتے
تھے۔ اللہ نے یہ آیت ان کے حق میں نازل فرمائی ماقبل اس آیت
شریفہ کا اس طرح ہے۔ افبعذابنا یستعجلون فاذا نزل بساحتھم
فساء صباح المنذرین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پس ہمارا
عذاب یہ جلدی چاہتے ہیں۔ پس جس وقت ...... وہ (عذاب)
آن اترے گا۔ ان کے میدان میں۔ پس بری ہوگی صبح ڈرائے
گئے لوگوں کی۔ نزل کا فاعل عذاب ہے۔ اور ہم کی ضمیر اہل مکہ
کی طرف پھرتی ہے۔ سیاق قصہ کے مخالف اور تمام مفسرین
کے خلاف۔ آپ نے یہ معنی بنائے ہیں۔ اب ہم آپ کو دیکھیں
یا آپ کی اس تفسیر کو۔ اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا
بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین والحمد للہ رب
العالمین۔

یا رب بعفوک ان طغت اقلامنا یا رب معذرتنا من الطغیان

بحرمة وجهك خير مسئول به — وبنور وجهك يا عظيم الشان

وبك المعاذ ولا ملاذ سواك آ — ت غياث كل ملاذ ولهفان

ولك المحامد كلها احمد كما — يرضيك لا يفنى على الازمان

وعلى رسولك افضل الصلوة و — التسليم منك واكمل الرضوان

وعلى صحابته جميعا وآله والى

تبعهم من بعد بالايمان

بتیان واجب الاعلان

آنچہ راقم الحروف دریں رسالہ براءت زمرۂ صوفیہ و اتباع ایمۂ اربعہ
از طعن طاعنین و تشنیع متشنعین نمودہ مقصود از زمرۂ صوفیہ آں فرقہ است کہ
اشغال و اذکار و وظائف ایشاں موافق کتاب الٰہی و سنت نبوی باشد و واعظ
و نصائح ایشاں ترویج توحید و سنت و رد شرک و بدعت و تعلیم ایشاں
اسماء الٰہیہ و ادعیۂ قرآنیہ و وظائف ماثورہ و بیعت ایشاں بر توبہ از شرک و
معاصی و ثبات بر کتاب و سنت مصطفوی است و ما احسن ما قال الحافظ ابن
القیم سے صوفیہ سنیۃ نبویۃ، لیسوا اولی شطح والا ہندیاں۔ نہ تزکیہ و براءت آں
طائفہ کہ خود را باسم صوفیہ مسمی نمودہ و مذہب ایشاں حلول و اتحاد است و قائل
وجود مطلق اتصال و انفصال و طریقہ ایشاں اباحت محرمات و ترک فرائض و اوراد
و وظائف ایشاں الفاظ شرکیہ و کلمات مہملہ و اسماء مشائخ و بیعت ایشاں بر امور
بدعیہ و طریق غیر مشروعہ و مواعظ و نصائح ایشاں ترغیب بہ عبادت و تعظیم قبور و
تصور شیخ و عرس پیراں و اعمال ایشاں اختلاط با زنان نامحرم مثل اختلاط
با مردان و حجاب از نسوان و مساوات محرمات با غیر محرمات و محبت اطفال خوبرویان
و غیر ذلک من الفواحش و اذواق و حالات ایشاں از غنا و مزامیر و معازف
و رقص کہ ایں ہمہ از محرمات شرعیہ است اگرچہ مصنف تحقیق الکلام قائل اباحت
است مگر ما را ازیں صوفیہ بیزاری و براءت است و بغض و عداوت۔ و دریں
زمان ہمیں فرقۂ ملاحدہ و طائفۂ طاغیہ خود را بنام صوفیہ مسمی نمودہ عالمی
را از صراط مستقیم بہ راہ ضلالت کشیدہ اند و جہانے را در وادیہ ہلاکت انداختہ و من

صاف و مسلمان پاک را لازم است که تلاش صوفیہ سنیہ نبویہ که در عصر ما عنقاء صفت گشته اند بکنند و از مجالست و صحبت فرقهٔ آخره که جهانگیر شده اجتناب نمایند و لنعم ما قیل ؎ اے بسا ابلیس آدم روی هست :: پس بهر دستے نباید داد دست
و مراد از اتباع ایمه آنانند که در قواعد اصولیه و مسائل قیاسیه مذهب امامی که بفکر ایشان راجح آمده اختیار نموده و در مسائل منصوصیه اتباع امام الایمه رسول البریه محمد صلعم بر خود لازم گرفته و همین است طریقه اکثری از فقها و محدثین و روش جمهوری از متقدمین و متاخرین نه تزکیه و منقبت مقلدین متعصبین که قول امام را مثل وحی سماوی و فرمان نبوی میدانند و نصوص شرعیه را در مقابله قول امام پس پشت می اندازند و این است طریقه بعض جهله از اتباع ایمه و روش بعض تلامذه یا مشایخ و اساتذه اعاذنا الله منهم که دین و مذهب بر ایشان ملتبس شده فرق در دین و مذهب نمی توانند ـ اتباع نصوص دین است و ترک نصوص در مقابله قول امام اعراض است از دین و تقلید امامے در قواعد اصولیه و مسائل قیاسیه مذهب است قال فلان علی دین محمد و مذهب فلان پس دین و مذهب را واحد دانستن و در میانش تمیز نمودن عین حمق و جهالت است ـ و محض نادانی و سفاهت چنانچه بایں مقالین درین رساله جابجا اشاره رفته ـ

اضافہ جدیدہ

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی قدس سرہ العزیز کا ارشاد تصوّف وسلوک کے بارے میں :-

آپ رسالہ تصوف وسلوک کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں۔

اب رہا حضرت عمر فاروق رضؓ کا نوع علوم احسان ویقین میں جو آج کل "علم تصوف و علم سلوک کے نام سے موسوم ہے۔ اس سے زیادہ ہے کہ ہم اس سب کا احصار کر سکیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم سب نہیں تو بعض مباحث ضرور ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر دیں جس سے دو فائدے مترتب ہوں گے۔ اوّل منزلت حضرت عمر فاروق رضؓ پر واقفیت ہوگی۔ دوم یہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ کہ یہ علم خلفائے راشدین سے ثابت ہے۔ اور بدعت نہیں ہے۔ کہ لبعد قرون ثلٰثہ پیدا ہو گیا ہے۔ کما ظن من لیس لہ نصیب فی علوم الحدیث جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے۔ جنہیں علم حدیث سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ ازالۃ الخفاء اردو مقصد دوم صفحہ ۲۹۰

(۲) الہام کی حقیقت اور تصوف وسلوک کو بدعت سمجھنے والے حضرات کے مبلغ علم نیز فقہ امام اعظم رحؒ

کی فضیلت کو سمجھنے کیلئے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رح کا ارشاد مکتوب ع ۵۵ دفتر دوم" :-

حضرت عیسٰے ع اس شریعت کی متابعت اور حضور ص کی سنت کا اتباع کریں گے - کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں - عجب نہیں کہ علماء ظاہر حضرت عیسٰے ع کے اجتہادات اور دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار کر جائیں - اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف جانیں حضرت عیسٰی روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رح کی سی ہے - جنہوں نے ورع و تقوٰی کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد و استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے - جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے اور ان کے مجتہدات کو دقت معانی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے ہیں - اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب رائے خیال کرتے ہیں - یہ سب کچھ ان کی حقیقت اور درایت تک نہ پہنچنے اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ پانے کا نتیجہ ہے - امام شافعی رح نے کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے - فرمایا ہے - اَلْفُقَہَاءُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اَبِی حَنِیْفَۃَ ان کم ہمتوں کی جرأت پر افسوس کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں - اور یہ جو خواجہ محمد پارسا رح نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسٰی ع نزول کے بعد امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کے موافق عمل کریں گے ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے باعث جو امام

ابو حنیفہؒ کو حضرت عیسیٰؑ کیساتھ ہے لکھا ہو یعنی ان کا اجتہاد حضرت
امام اعظمؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ
حضرت عیسیٰؑ کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں بلا تکلف و
تعصب کہا جاتا ہے۔ کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی
طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کیطرح نظر آتے ہیں اور ظاہر
میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو اہل اسلام سے سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ
امام اعظمؒ کے تابعدار ہیں یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول و فروع
میں تمام مذہبوں سے الگ اور استنباط میں اس کا طریق علیحدہ ہے اور یہ معنے
حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام اعظمؒ سنت کی پیروی
میں سب سے آگے ہیں۔ حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کیطرح متابعت
کے لائق جانتے اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور ایسے ہی صحابہ کے قول
کو حضورؐ کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں دوسروں
کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف انکو صاحب رائے کہتے ہیں۔ اور بہت بے ادبی
کے لفظ ان کیطرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم و ورع
و تقویٰ کا اقرار کرتے ہیں حق تعالیٰ انکو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اسلام
کے رئیس سے انکار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔ یریدون ان
لیطفئوا نور اللہ۔ وہ لوگ جو دین کے ان بزرگواروں کو صاحب رائے جانتے ہیں اگر
یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی حکم کرتے تھے۔ اور کتاب و سنت
کی متابعت نہیں کرتے تھے۔ تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سواد اعظم

گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اِس قسم کا اعتقاد وہ بیوقوف جاہل کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ زندیق جسکا مقصود یہ ہے کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے۔ اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے۔ اور اپنی معلوم کے ماسوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ انکے نزدیک ثابت نہیں ہوا انکا انکار کر دیتے ہیں۔ ع

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں ست ÷ زمین و آسمان او ہماں است

انکے بیہودہ تعصبوں اور فاسد نظروں پر ہزار افسوس ہے فقہ کا بانی ابوحنیفہؒ ہے اور فقہ کے تین حصے اسکو مسلّم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں فقہ میں صاحب خانہ وہی ہے۔ اور دوسرے سب اسکے عیال ہیں باوجود اس مذہب کے التزام کے مجھے امام شافعیؒ سے محبت ذاتی ہے اور میں اسکو بزرگ جانتا ہوں۔ لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم و تقویٰ کے امام اعظمؒ کے مقابلہ میں بچوں کیطرح نظر آتے ہیں۔ والامر الی اللہ سبحانہٗ

سوال:۔ جب دین کتاب و سنت سے کامل ہو گیا پھر وہ کونسی کمی ہے جو الہام سے پوری ہوتی ہے۔ جواب:۔ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنیوالا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات ثابت کرنے والا جسطرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان حقائق و اسرار کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے اگرچہ دونوں میں واضح فرق ہے کہ وہ رائے کیطرف منسوب ہے اور یہ رائے کے پیدا کرنیوالے جل شانہٗ کیطرف پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہو گئی جو اجتہاد میں نہیں۔ الہام نبی کے اس اعلام کی مانند ہے جو سنت کا ماخذ ہے اگرچہ الہام ظنی ہے اور وہ الہام قطعی)

ختم شد

اِثبات الالہام والبیعت
مصنفہ
حضرت مولانا سید عبد الجبار صاحب غزنوی
ناشر
حق سٹیشنری مارٹ لہائی بازار سیالکوٹ